مُجرم



مصطفےٰ حسین انصاری

مجرم

مصطفیٰ حسین انصاری

میر نوشاد علی
سبزی پورہ
سال 2005ء

انتساب

اُن پڑھنے والوں کے نام
جو اِس کِتاب کے مُطالعے سے
مُستفید ہُوں گے۔

ترتیب

پہلی بات

کئی سال کتابوں کی ورق گردانی نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کردیا کہ جب ہم بحیثیت مخلوق کے اس جہاں رنگ و بو میں یکتائے جہاں کے اقتدار اعلیٰ کا ثبوت دینے کے لئے آئے ہیں ـــــ تو پھر ہم کہاں بہکے اور بھٹکے جا رہے ہیں۔ ـــــ اگر یہ حسنِ ہستی ہمارے ہی لطف لینے کے لئے وجود میں آیا ہے ـــــ تو آخر کیوں ـــــ؟ اگر ہمیں فکر و فراست کی دولتِ بے پایاں سے سرفراز کیا گیا تو اس کا مصرف کیا ہے ـــــ؟ اگر ہمارے ہی لئے آسمان کا شامیانہ اور زمین کا بچھونا تخلیق ہوا ہے تو ہمیں اس کا شکریہ کیوں کر ادا کرنا چاہیئے ـــــ؟ کیا یہ دلفریبیاں محض حظ اٹھانے کے لئے ہی معرض وجود میں آگئی ہیں یا اسمیں کوئی مصلحت کارفرما ہے ـــــ؟ اور اگر یہ سب کچھ ہمارا ہے تو ایسے کون سے لوازم ہیں کہ جن میں ڈھل کر ہم بندگی کا ثبوت پیش کر سکیں ـــــ؟ اگر ہماری بازپرس کائنات کے خالق و مالک ہی کے پاس ہے تو پھر ہمارے دامن خالی کیوں ہیں ـــــ؟

اپنی بستی پر جب نظر دوڑائی ـــــ کہ کوئی تو ہوگا جوان سوالات کا جواب

دے سکے ـــــ لیکن ہر ایک کو بے مقصد تگ و دو ـــــ بے معنی اضطراب اور فضول گھما گھمی میں ڈوبا ہوا پایا ـــــ کوئی بھی مڑ کے نہیں دیکھتا تھا ـــــ سبھی بے نشان راہوں پر رواں دواں تھے۔ یہ دیکھ کر دماغ پھٹنے لگا ـــــ تن بدن سلگنے لگا ـــــ وجود کا جوڑ بند ہلنے لگا۔ کہ لوگوں کا "متاعِ حیات" بِک چکا ہے ـــــ غفلت کی "دنیا" ان کو بڑی تیزی کے ساتھ ڈوبنے کی منزل تک لئے جا رہی ہے۔ ـــــ یہ دیکھ کر دل میں ہوک اٹھی ـــــ اور خود ہی بڑبڑانے لگا کہ کیا کوئی فرزانہ بھی ان میں نہیں تھا کہ جو انکو بتا دیتا کہ جس بھی دھجی دلہن پر تم سب دیوانہ ہو چکے ہو اس نے ایک شب بھی کسی کے ساتھ بسر نہیں کی ہے ـــــ

یہ اتنی بے وفا ہے کہ اس کا ہر احساس مرا ہوا ہے۔ اسمیں ثبات نہیں ـــــ اسمیں دوام نہیں ـــــ یہ ازل سے ابد تک اپنی اس روایت کو نبھائے ہوئے ہے۔ اسکا کام یہی ہے کہ ہم سب کو مقصدِ تخلیق سے نا آشنا رکھے اور اسمیں یہ ہمیشہ کامیاب رہی ـــــ اس نے اپنے پرفریب جلوؤں سے ہمیشہ دھوکہ دیا ہے اور اس آنے والی منزل سے نا آشنا بنانے کا عہد کیا ہے جو دائمی، ابدی اور سرمدی مسرتوں سے مالا مال کرنے والی ہے ـــــ اور ہم ہیں کہ اس کی ہم نشینی کئے جا رہے ہیں ـــــ جب کہ سوچنے اور سمجھنے کی پوری صلاحیتیں بھی ہیں ـــــ بات دراصل یہ ہے کہ جب ہم نے منزل شعور سے نکل کر شاھراہ جدید پر پہلا قدم رکھا تو عقل و خرد سے ہمیں ہر چمکنے والی شئے بھی سچائی نظر آئی ـــــ اور ہم وارفتہ ہوئے ـــــ تسکین کے سامان دیکھ کر ہماری باچھیں کھل اٹھیں ـــــ انواع و اقسام اور لبھا دینے والے مناظر میں ہم کھونے لگے ـــــ حال کا یہ حسن و جمال اور انگڑائیاں

لیتا ہوا قدو قامت اپنی باہوں میں ہمیں سمیٹتا گیا اور ہم اس قدر سمٹتے گئے کہ ہم سے ہماری سُدھ بُدھ چھین گئی ـــــ اب نہ مڑنے کی فرصت نہ آگے جانے کا وقت ہی رہا ـــــ آنے کا تقاضا ہی جب نہ رہا تو جانے کی فکر ہی کیوں رہے۔

صحیح ہے کہ تقاضے بدل گئے ـــــ یہ بھی درست ہے کہ اقدار کے ساتھ ہم آہنگی کا زمانہ ہے ـــــ یہ بھی صحیح ہے وقتی ضرورتوں کے پیمانے کچھ اور ہی بھید بھاؤ کی مانگ کر رہے ہیں ـــــ لیکن کیا اسکا مطلب یہ ہے گلستان میں آکر کانٹوں کی کسک کو نظر انداز کیا جائے ؛ بلبل کی چہک میں کھو کر نالوں پر کان نہ دھرا جائے!

ذرا سوچئے کہ ان تقاضوں، اقدار اور پیمانوں نے آپ کو کیا دیا ـــــ یقیناً بہت دیا۔ رات کو دن بنا کر نائٹ کلب دیا ـــــ پرانی شراب کو وائٹ ہارس، جن، وہسکی، کنگ فشر بنا کر دیا ـــــ ڈھیلے ڈھالے لباس کو سوٹ بنا کر دیا کھلے پتلون کو سکن ٹچ پینٹ بنا کر دیا ـــــ ٹی وی پر قحبہ خانہ دیا ـــــ کیبل پر بلیو پرنٹ دیا ـــــ ڈش پر بے حیائی دی ـــــ حیا کو بے حیا بنا کر دیا ـــــ برقعے کو اتار کر سرِ عام برہنگی کا جامہ پہنایا ـــــ سب کو اس تالاب میں ننگا کر کے رکھ دیا ـــــ غرض لباس نو میں بہت کچھ دیا ـــــ اور ہم دونوں ہاتھوں سے لیتے گئے۔ لیکن جانتے ہی نہیں تھے کہ اس کے عوض اس نے ہم سے بہت کچھ لیا ـــــ امن و سکون لیا ـــــ شرم و حیا کو چھینا ـــــ عزت و احترام لیا ـــــ اعتدال پسندی لی ـــــ سلوک و رواداری لی ـــــ اب حال یہ ہے کہ سونے کے لئے 'کامپوز' ڈائزیپام وغیرہ اور بیدار ہونے کے لئے "الارم" لازمی بن گیا ہے کیونکہ خود سے نہ سو سکتے

ہیں اور نہ بیدار ہو سکتے ہیں ـــــ وہ فطری تحفے تو یکسر چھن گئے جو اطمنان و سکون سے مالا مال کرتے تھے ـــــ یہ ہے وہ سرکشی جو ہم سے رونما ہو رہی ہے۔ لہٰذا انسان کو فرصت ہی نہیں کہ وہ آنے کی ضرورت اور جانے کی وجہ پر غور کرتا۔

یہ سب دیکھکر مجھ سے رہا نہ گیا ـــــ میں نے قلم سنبھالا ـــــ جو کچھ لکھا وہ آپ کے سامنے آہی جائے گا ـــــ یہ اِدھر سے اُدھر تک کی داستانِ غم ہے ـــــ یہ بہکی اور بھٹکی ہوئی نسلِ انسانی کے لئے متعین راہ کی نشاندہی ہے ـــــ یہ ایک لمبے سفر کی کلفتوں کا حقیقی حال ہے ـــــ یہ اُس جادہ کے خط و خال ہیں جس پر بزرگوں نے انگنت مصائب جھیل کر سنگ میل نصب کئے ہیں ـــــ یہ حیات سے ممات تک کی درد انگیز کہانی ہے ـــــ یہ ازل سے ابد تک کی کرب انگیز راہ پیمائی ہے ـــــ یہ مہد سے لحد تک کی سلگتی روداد ہے ـــــ

ممکن ہے کہ میری یہ کوشش آپ کو مقصدِ تخلیق سے روشناس کرے اور جبار و قہار کے سامنے جھک جانے پر آمادہ کرے ـــــ تاکہ وقت کے دھندلکوں میں آپ کو آخری منزل کی تابانیاں نظر آجائیں ـــــ اس لئے کہ اب بھی وقت ہے۔ التائب ذنب کمالا ذنب لہ ـــــ (حقیقی) توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہ ہو ـــــ حدیث قدسی میں آیا ہے انین المذنبین احب الیّ من تسبیح المسبحین ـــــ مجھے نالۂ گنہگاران تسبیح کنندگان سے زیادہ محبوب ہے ـــــ اگر آپ میں یہ حوصلہ پیدا ہوا تو خدارا اس حوصلے سے دست کش نہ ہونا۔ ـــــ اس لئے کہ عمر کے دن تیزی کے ساتھ ڈھلتے چلے جا رہے ہیں ـــــ اعضاء و جوارح بیساکھی کے انتظار میں چشم براہ ہیں ـــــ فرحت کدوں سے نوحہ کنان کی

صدائیں آرہی ہیں ـــــ طرب خانوں سے جام سمیٹے جا رہے ہیں ـــــ بہاریں خزاں بدوش ہونے کو آرہی ہیں اور پھر بدن پر رعشہ اور کسلمندی اپنے نوکیلے پنجوں سے کھرچ کر بے ترتیب خطوط اجاگر کرے گی اور ماضی کروٹ کروٹ تمہاری ہر شام کو شام غم اور ہر صبح کو صبح بے خانماں بنا کر رکھدے گی اور عصر حاضرہ کا عفریت، دور کھڑا مسکراتا ہوا کہتا رہے گا کہ ہم ہی نے تمہیں لوریاں سُنا سُنا کر دبیز مخملی بستروں پر کروٹ کروٹ سلادیا ـــــ اور تم اس طرح سوئے کہ آج تک سوتے ہی رہے۔ اب تو آج اس وقت جاگ اٹھا۔ جب تجھے اپنے وجود سے ڈر محسوس ہونے لگا اور اپنے آپ کو سنبھالنا بھی محال بن گیا۔

یہی سوچ کر میں نے لکھا ـــــ نہ صرف آپ کے لئے لکھا بلکہ ہر سنبھلنے والے کے لئے لکھا ـــــ ممکن ہے کہ آپ کو اسمیں یاسیت کے پہلو زیادہ ہی نمایاں ملیں۔

لیکن ع :-

نہ از ساقی نہ از پیمانہ گفتم حدیث عشق بے باکانہ گفتم
شنیدم آنچہ از پاکان امت ترا بہ شوخی رندانہ گفتم

مرا ہمرو مرا عصیان

مُصطفٰے حسین انصاری

جُرم ـــــ ایک قبیح ترین اور نفرت آمیز فعل کا نام ہے۔ اس نام سے ہی گھن آتی ہے۔ دانشمند کے لئے یہ لفظ سمِ قاتل ہے۔ عقل سلیم کے ہر پردے پر یہ ایک درد ناک فریاد ہے..... لفظِ جرم سنتے ہی قلب و ذہن میں اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ تحت الشعور میں اندوہناک ٹیسیں اُٹھتی ہیں۔ چین و آرام کی طنابیں ٹوٹ کے بکھر جاتی ہیں۔ پورا وجود لرز اٹھتا ہے اور انسان کا غیر مرئی دائرہ خوف و دہشت سے کانپنے لگتا ہے۔

جرُم ہر حال میں جرُم کہلاتا ہے ـــ اس لئے کہ اسکا کوئی دین' دھرم یا مذہب نہیں ہوتا ہے۔ یہ ملکی حدود و قیود سے آزاد ـــ زبان کے بکھیڑوں سے پرے۔ ذات پات۔ رنگ و نسل اور موسموں کے ردو بدل سے بے نیاز ہوتا ہے۔ جرم ہر حال میں جرم کہلاتا ہے چاہے یہ گندی بستیوں کی گذرگاہوں میں ہو یا عشرت کدوں کے

ڈرائنگ روموں میں ...... میخانوں کے ٹکراتے جاموں کی صورت میں ہو یا کلبوں کے فلوروں پر تھرکتے پر شباب جسموں کے روپ میں ۔ یہ کبھی خنجر سے ٹپکتے قطروں میں نظر آتا ہے اور کبھی گولی کی سنسناہٹ میں دکھائی دیتا ہے۔ اس طرح اسکا مفہوم نہیں بدلتا ہے۔ اس کا ایک اپنا مقام ہے۔ اسکی اپنی الگ بے باکی ہے۔ یہ نہ کھلے عام شرماتا ہے۔ نہ بند کمروں میں حیا کرتا ہے۔ اس پر فطری اثرات مرتب نہیں ہو سکتے۔ اقدار بدلنے سے اسکا کچھ بھی نہیں بدلتا۔ زمانے کی کوئی بھی کروٹ اسکی راہ کا سنگ گراں نہ بن سکی۔ ہر نئی ترقی کے ساتھ اسکا تعلق ہے۔ ہم قدامت پرستی سے نکلے تو یہ بھی نکلا ہم ستاروں پر کمند ڈالنے لگے تو اس نے بیٹھے رہنے میں اپنی تضحیک سمجھی۔

جرم ـــ ہماری طرح کثرت پر نازاں نہیں ـــ ہماری ریٹ میں اسٹیٹس کا عمل دخل ہے لیکن اسکو ریٹ کے بھید بھاو سے کیسا لگاو۔ جرم ایک سے سرزد ہو یا بہت سے افراد سے اسکی شرح گرتی نہیں۔ اس نے کثرت پر نازاں رہنے کو پائے حقارت سے ٹھکرادیا ہے۔ اس طرح اس کا قد نہ کبھی چھوٹا ہوا نہ بڑا ـــ اس کی صحت پر بیماری اثر انداز نہیں ہوتی۔ یہ ہر آں تندرست و توانا ہی رہتا ہے۔ جب سے حضرت انسان عدم کا پیرہن اتار کر شہود پر قبائے حیات پہن کر آیا تو جرم بھی اسی کی کوکھ سے نکلا۔ اس نے اپنے لانے والے کے انگنت مزار دیکھے۔ لیکن یہ سر مزار ہنس کے چلا ـــ انسان تو ابدی خواب میں اتر گیا لیکن جرم نئی راہوں پر گامزن ہوا۔

جرم ایک نشہ ہے۔ ایک آدھ گھونٹ جب حلق سے اتر جاتا ہے۔ تو پھر یہ نشہ چڑھتا ہی جاتا ہے۔ اسکی فطرت میں تسلسل ہے۔ ایک دفعہ جب جرم کی بوتل ہاتھ لگی۔ تو چاہتوں کا ایک طویل سلسلہ الگ ہونے ہی نہیں دیتا۔ جونہی جرم کے لئے

آغوش وا ہوئی تو پھر یہ پیر تسمہ پا کی طرح چپک ہی جاتا ہے۔

لوگوں نے بدلتے تقاضوں کے ہاتھوں مجبور ہوکر اسکے بہت سارے نام دیئے۔ اور جرم کی فراخدلی نے انکو قبول کرکے اپنی برتری کا اعلان ہر دور میں کیا۔۔۔کیوں۔۔؟ اس لئے کہ اسکی راہوں کے نقوش لوگوں ہی کے پاس تھے۔۔۔ شمعیں جلائے۔ یا اندھیرا کریں۔ رنگ بو کے گلستان سجایئے یا شعلہ اُگلتے صحرا کو بچھایئے۔ اس سے اسکے مزاج میں کبھی فرق نہیں آئے گا۔ اس طرح کے منظر بدلنے سے اسکی اہمیتیں ارزاں نہ ہونگی۔ نہ یہ روشنیوں میں مسکرایا۔ نہ اندھیروں میں گھبرایا۔ نہ رنگ وبو میں چہکا نہ جلتے صحرا میں بہکا۔ اس نے ہر صورت میں ساتھ نبھایا اس لئے کہ۔۔۔ یہ ضرورتوں کے میکدہ میں پلتا ہے۔۔خوف کے جانکدہ میں تلتا ہے۔۔۔ اور برتری کے عشرت کدہ میں رہتا ہے۔

کہدیا گیا ہے کہ نظریہ ارتقا کے چہار بنیادی اصول ہیں۔

۱۔ Heredity ۔۔۔۔ ناموس توارث صفات

۲۔ Variation ۔۔۔۔ ناموس تبائین

۳۔ Struggle for existence ۔۔۔۔ ناموس تنازع للبقاء

۴۔ Survival of the fittest ۔۔۔۔ ناموس بقائے اصلح

آئے ذرا اس پر سمع خراشی کی جائے۔ کہ آخر یہ اصول ارتقاء کے ساتھ کیوں منسلک ہیں۔ قرآن کریم ایک لافانی۔ آفاقی اور تمام بنی نوع انسان کی ناقابل تینسخ اور غیر ترمیم قانونی کتاب ہے۔ اس ابدی دستور نے ان چہار اصولوں کو کچھ اس طرح بیان فرمادیا ہے۔

سورۃ آل عمران آیت ۳۲ میں ارشاد ہوا۔ ان اللّٰہ اصطفیٰ آدم و نوحاً و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین ذریۃ بعضھا من بعض واللّٰہ سمیع علیم۔

بے شک اللہ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو سارے جہانوں سے برگزیدہ کیا۔ ان میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

آخر برگزیدہ کیوں کیا ___ ؟ ان کی خصوصیات کیا تھیں ؟ اس کا جواب سورۃ الحدید آیت ۲۵ میں یوں دیا۔ وَجَعلنا فی ذریۃ النبوۃ والکتاب۔ ہم نے اولاد ابراہیم میں نبوت اور کتاب کو رکھا سورۃ النساء آیت ۵۴ میں کھل کے بتایا۔ فَقَدْ اٰتَیْنَا اٰل ابراھیم الکتاب وَالحکمۃ وَ اٰتیناھم مُلکًا عظیما ___ ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب و حکمت عطا فرمائی اور ان کو بہت بڑی سلطنت دی۔

یہ قدر و منزلت کسی حکمت والے کی عطا ہے۔ یہی Heredity ہے۔ جس نے خلق کیا۔ اسی نے دیا اور جب بھی جس زمانے میں بھی وہ چاہیے دے سکتا ہے۔ نہ چاہیئے تو حرمان نصیبی کیا کرے۔ Variation ___ ناموس بتایں ___

سورۃ الزخرف آیت ۳۲ میں ارشاد ہوا۔ ورفعنا بعضھم فوق بعضٍ درجات ہم ہی نے ایک کے دوسرے پر درجات بلند کئے۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۵۳ میں کہا گیا۔ تِلک الرسل فضلنا بَعضھُم علیٰ بعضٍ منھم من کلم اللہ و رفع بَعضھُم درجات۔ یہ رسول ہیں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ ان میں سے ایسے ہیں جن سے اللہ نے بات کی اور بعض کے درجے بلند کئے۔

یہ بھی اسی خالق و مالک کے ہاتھ میں ہے۔ کسی کو اٹھایا۔ کسی کو بٹھایا۔ کسی کو لایا۔ کسی کو نکالا۔ کسی کو بلند کیا اور کسی کو پست۔

Struggle for existence ___ سورۃ النجم آیت ۳۸

و لیس للانسان الّا ما سعیٰ انسان کو صرف وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرے۔

سورۃ بنی اسرائیل ۱۹ میں ارشاد ہو رہا ہے۔ وَمن اراد الاخرۃ وَسعیٰ لھا سعیھا وھو مؤمن فاولٰیک کان سعیھم مشکوراً۔ جو آخرت کا متمنی ہو اور اسکے حصول کی کوشش اس حالت میں کرے کہ وہ مؤمن بھی ہو تو ہم اسکی کوشش کو بار آور کئے دیتے ہیں۔

یہ انسان ہی کے عمل و فعل سے وابستہ ہے۔ چاہنا اب اس کا کام نہ چاہنا اس کا کام۔ اجبار و اکراہ کے حدود و قیود سے یکسر آزاد کر دیا گیا۔ کرے تو ملے نہ کرے تو محروم۔

Survival of the fittest

سورۃ الرعد آیت ۱۶ میں کہدیا کہ فامّا الّذبد فیذھب جفاءً واَمّا ما ینفع النّاس فیمکث فی الارض کذالک یضرب اللّٰہ الامثال

غرض تو خشک ہو کر غائب ہو جاتا ہے اور جس چیز سے انسان کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اس سے زمین میں روک لیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسی طرح مثالیں بیان کرتا ہے۔

اسلئے کہ توازن برقرار رہے۔ جونہی توازن میں لچک آجاتی ہے۔ تو شر و فساد حرص و طمع سے پوری زندگی اندوہناک دارو گیر میں پڑ جاتی ہے۔

ہم جس عنوان کی تشریح چاہتے ہیں وہ "مجرم ہے" ان ارتقائی اصولوں میں ہم صرف یہاں Struggle for existence کی تھوڑی بہت تشریح کریں گے۔ اس لئے کہ یہ ہمارے موضوع سے متعلق ہے۔ ما لبقیہ تین ہماری اگلی کتاب "رخت سفر" میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

شیخ الرئیس بو علی سینا اپنی مشہور و معروف کتاب "الاشارات" میں لکھتے ہیں کہ اللہ نے بنی نوع انسان کو پیدا تو کیا — لیکن سوال یہ ہے کہ کیوں پیدا کیا — ؟ اس سلسلے میں وہ ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہیں کہ ..... ما خلقتم للفناء بل خلقتم للبقاء۔ اللہ

نے تمہیں فنا کے لئے نہیں بقاء کے لئے خلق کیا تنتقلون من دار الیٰ دار تم ایک جہاں سے دوسرے جہاں کی طرف منتقل ہونے والے ہو۔

جب اللہ کریم ورحیم نے ہمیں بقا کے لئے خلق کیا تو ہماری بقا کے لئے اسباب بھی ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ان کا وجود اور ان کی ضرورت کو عقلاً ماننا پڑے گا۔

اللہ نے جن قوتوں کا مرکب بنی نوع انسان کو بنایا ہے۔ ان میں دو زبردست قوتیں اسکو دیں۔ ۱۔ جلب منفعت ۲۔ رفع مضرت اول الذکر قوت یعنی نفع حاصل کرنا والثانی نقصان کا دفاع کرنا۔ یہ دونوں قوتیں بلا لحاظ عمر، بلا لحاظ جغرافیائی حدود رنگ ونسل اور علم وجہل ہر فرد میں ودیعت کردیں۔ اور انسان کو بالفطرت ان قوتوں کا علم ہے۔ وہ ان کے استعمال پر قادر ومختار مطلق بھی ہے اور تقاضائے فطرت کے تحت ہر ایک شخص نفع حاصل کرے گا اور نقصان کا دفیعہ کریگا۔ (جیسا کہ کرتا ہے)

اسی طرح اس کا دوسرا بھائی جو اسی کی نوع ہے اور اس جیسا ہے۔ اس کی بھی یہی کوشش ہوگی۔ تو اب یہ دونوں اپنی اپنی جگہ حصول نفع کی کوشش اور رفع ضرر سے بچنے کی سعی کریں گے۔ اس طرح یہ دونوں اپنی قوتوں کو استعمال کریں گے۔ ہر ممکن طاقت کو بروئے کار لائیں گے تو ظاہر ہے کہ یہ ایک دوسرے کے نفع میں حائل ہوجائیں گے۔ اس طرح کے کرنے سے ان میں اور دو قوتیں اُبھر آئیں گی۔ ۱۔ قوت غضبیہ ۲۔ قوت شہویہ۔ یعنی حصول نفع میں رکاوٹ کرنے والے پر عقلاً غصہ آجائیگا۔ چونکہ دونوں میں متذکرہ قوتیں مشترک ہیں۔ لہٰذا دونوں متصادم ومتحارب رہیں گے اب جو قوت وطاقت زیادہ رکھتا ہو وہ کمزور وناتواں کو مغلوب کرے گا۔ اس طرح یہ تصادم بسا اوقات غالب کو مغلوب کے مارنے پر آمادہ کرے گا۔ اور ہوگا یہی کہ وہ مارا جائے گا۔ یہ عمل یہیں پر نہیں رُکے

گا۔ تیسرا اس غالب سے زیادہ طاقتور ہوگا یہ بھی جلب منفعت کے لئے اس غالب کو قتل کرے گا۔ اور یہ سلسلہ انہیں خطوط پر جب آگے چلے گا تو تنازع للبقا یعنی Struggle for existence شروع ہو جائے گا اور آپس میں لڑ لڑ کر آغوش فنا سے ہمکنار ہوتے چلے جائیں گے۔

جب کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو بقاء کے لئے جامۂ تخلیق سے آراستہ کیا تھا۔ مگر یہاں ان قوتوں کے دینے سے یہ سب فنا ہو رہے ہیں۔ تو یا تو یہ قوتیں نہ دی ہوتیں اور اگر دی ہیں تو پھر بقا کا تقاضا تھا کہ ان کو فنا نہ ہونے دے اور اس قانون پر عمل کرنے سے گریز بھی کرتے یا پورا عمل نہ کریں گے۔ یعنی کوئی یہ عمل کرے گا اور کوئی نہ کرے گا۔ کوئی ایسی بات ہو کہ جو قابل عمل ہو اور کبھی کوئی ایسی بات ہو جو ناقابل عمل ہو۔

عقلاً ثابت ہوا کہ یہ عمل کرنے اور نہ کرنے والے دو قسم کے انسان ہونگے۔ اگر نگاہِ قدرت میں دونوں برابر ہوں، یعنی باعمل بھی اور بے عمل بھی ـــ اور دونوں قسم کے انسان جنت میں چلے جائیں گے تو پھر عمل خیر کوئی بھی نہیں کرے گا۔ لیکن یہ ہر دین و دھرم ـــ ہر عقل و خرد اور ہر فہم و فراست میں قطعی محال ہے۔ لہٰذا یہ عمل کرنے پر سزا اور اس گھناونے عمل سے دست کش ہونے پر جزاء کا قانون لازمی بنتا ہے۔ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ چونکہ نافرمانی بھی اللہ کی ہوگی اور فرمانبرداری بھی اللہ کی ہوگی۔ لہٰذا سزا اور جزا دینے کا حق بھی اللہ ہی کا ہوگا اسمیں کسی غیر کی شرکت کسی بھی صورت سے ممکن نہیں۔

- **قانونِ فطرت**

قانون کے دو اقسام ہیں۔ ۱۔ تکوینی ۲۔ تشریعی

تکوینی قانون اسے کہا جاتا ہے۔ جس پر چار و نا چار عمل کرنا ہی پڑتا ہے۔ اس کے خلاف کرنا ناممکن ہے۔ کیونکہ مخلوق تکوینی قانون کی اطاعت و پاسداری کے سلسلے میں مجبور پیدا کی گئی ہے۔ تخلیق ہی کے وقت سے اسکو اسکی اجازت نہیں دی گئی کہ یہ عمل کرنے اور نہ کرنے کے معاملے میں اپنے آپ کو آزاد اور مختار سمجھے۔

اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ سورج چاند سیارے اور دیگر اجرام فلکی تخلیق ہی کے وقت سے پابند ہیں۔ سورج کو حرارت و روشنی دینی ہے۔ چاند کو منزلوں میں سے ہو کر گزرنا ہے۔ ستاروں کو سمت بتلانی ہے۔ اجرام فلکی کو اپنے مقررکردہ حساب پر رواں دواں رہنا ہے۔ پانی کو نشیب ہی کی طرف بہنا ہے۔ ہوا کو چلنے کا آگ کو جلنے کا۔ برف کو برودت کا حکم تکوینی ہے۔ اسمیں انکی "نا" کا کوئی سوال نہیں۔ تابعداری سے یہ اعتراض نہیں کرسکتے۔ اس قانون کو طبعی قانون کا نام بھی دیا گیا۔

تشریعی قانون وہ قانون ہے جو پیدائشی طور پر عقلاً لاگو نہیں کیا جاسکتا۔ اس کیلئے عقل و خرد سوجھ بوجھ فہم و فراست چاہیئے اور جب تک یہ نہ آجائیں، اس قانون کا نفاذ نہیں ہوسکتا۔ اس قانون پر عمل پیرا ہونے کے لئے انسان کو مختار بنا دیا گیا ہے۔ عمل کرے تو اسکی مرضی نہ کرے تو اسکی مرضی۔ مثلاً انسان کو حکم دیا گیا کہ اللہ کے سوا کسی کے آگے بھی سر نہ جھکائے۔ ہونا تو یہی چاہیئے تھا۔ لیکن مشاہدہ ہے کہ جھکتا کسی غیر کے سامنے بھی ہے۔ یہاں نہ اللہ کے سامنے جھکنے میں جبر ہے اور نہ کسی اور کے سامنے جھکنے میں جبر ہے یہ جھکنا صرف اسی انسان پر منحصر ہے۔ اس عمل میں نہ صرف یہ آزاد ہے بلکہ مختار بھی ہے۔ ہم آگے چل کر اسکی مزید تشریح کریں گے۔

- **عطیہ** :- انسان جس سماج — معاشرے اور ماحول میں زندگی کے

شب و روز گزارتا ہے۔ جن جغرافیائی حدود و قیود میں سانسیں لے رہا ہے۔ اس میں کچھ قاعدے اور قانون کی بندشیں ہیں۔ جنکی پاسداری بہر حال ضروری ہوتی ہے۔ یہ نہ ہوں تو انسان بے لگام ہوکر پورے معاشرے کے امن و سکون کو برہم کرسکتا ہے۔ کیونکہ بندشیں ہی مادّی زندگی کو حد اعتدال میں رکھتی ہیں۔ امن و سکون بحال رکھتی ہیں۔ اور انسانی اقدار کا تحفظ بھی فراہم کرتی ہیں۔

بے عقل و شعور اور اندھے پن کی لغزشوں سے لیکر فکر و فہم و عقل و خرد تک کے فرد اس قاعدے اور قانون کے حصار میں محصور ہوتے ہیں۔ اب اگر ذرا سا پیر پھیلا تو اپنے آپ کو ان بندشوں سے الگ کردینا محال ہوتا ہے۔

انسانی جسم و جان کے لئے عظیم ترین عطیہ عقل ہے۔ عقل ہی سے آسودگیاں حاصل ہوتی ہیں اور عقل ہی سے زلفِ سکون برہم ہوجاتی ہے ــــ عقل ہی سے ٹھوکریں ملتی ہیں عقل ہی سے راحتیں گلے لگاتی ہیں ــــ عقل ہی سے بستیاں اجڑتی ہیں عقل ہی سے نئے شہر بنتے ہیں۔ تکامل عقل نشانِ عروج ہے اور تساہل عقل عنانِ زوال ہے۔۔۔۔۔ یہ سیمابی فطرت کے ساتھ بندھی ہوئی ہے ــــ گناہ و ثواب اس سے جزا و سزا اس سے ــــ آبادی و بربادی اس سے، عقل نہ ہو تو دنیائے رنگ و بو کچھ نہیں۔ عقل ہو تو بدمزگی کا مزاج بدلے..... لہٰذا وجدان کا فیصلہ ہے کہ عقل کی مہار کسی ایسی ہستی کے ہاتھ میں دی جائے جو اسکو بہکنے سے بچائے اور بھٹکنے سے روکے ــــ اور اس کو اُس جادہ پر ڈال دے جسکی آخری منزل نجات ہو۔ کیونکہ اس عظیم ترین عطیہ کے پیچھے ایک ایسی طاقت ہاتھ دھوکے پڑی ہے، جو اس کو انسان سے سلب کرنے کی پوری قوت ــــ و توانائی رکھتی ہے اور جب یہ طاقت ہاتھ ڈالتی ہے تو انسان بے بس ہوکر رہ جاتا ہے۔

اور اس کی گرفت اتنی مضبوط اور سخت ہوتی ہے کہ انسان کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ شکنجہ ایسے کس کے رکھتا ہے کہ انسان پھڑ پھڑا سکتا ہے۔ ہاتھ پیر مار سکتا ہے ــ سر ٹکرا سکتا ہے لیکن نکل نہیں سکتا ــ جی ہاں ــ اس طاقت کا نام "ابلیس" ہے۔

کائنات کا آغاز و انجام اللہ جل شانہٗ ہی کے ہاتھ ہے ...... کائنات میں آنے اور جانے والے سبھی اسی یکتا سے بندھے ہوئے ہیں۔ اسی کا حکم ہر آن رواں دواں ہے ــ علت و معلول اور سبب و مسبب اسی ذات واحد سے متعلق ہیں۔.... اسی کے کن فیکون کے مابین پوری ہستیٔ کائنات رچی بسی ہے ــ دھڑکنوں کی دھمک ہو یا پھولوں کی مہک ــ کانٹوں کی کسک ہو یا شاخوں کی لچک ــ نوائے بلبل ہو یا صدائے گل ــ سبھی پر اسی کا اقتدار ہے۔ جتنے نام بھی آپ اسکو دے سکتے ہیں۔ دیدیجیئے ــ لیکن سبھی کا مفہوم و مقصود صرف ایک ہے کہ وہ برتر ہے ــ بلند ہے ــ ارفع ہے ــ اعلیٰ ہے ــ خالق و مالک ہے ــ اور فالق و فائق ہے۔

کرہ ارض کا ہر دین و دھرم سر تسلیم خم کرکے مان رہا ہے کہ کائنات میں ایک لامحدود ــ لازوال اور لافانی طاقت ہے۔ جو فہم و ادراک سے ماوراء ہے۔ زبان سے انکار بھی اگر کوئی کر رہا ہے۔ لیکن اسکے خون کا ذرّہ ذرّہ چلا چلا کے کہہ رہا ہے کہ ہمارا خالق و صانع ہے۔ چاہے ان کی کوئی بھی زبان ہو ــ کوئی بھی دین و دھرم ہو ــ کوئی بھی تہذیب و تمدن ہو ــ یا ان کا کوئی بھی عقیدہ ہو ــ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں یہ مختصر سی عبارت میرے اس بیان کی تصدیق ہے۔

There is no language of nation on the earth, which is without the name of God.

لہذا یہ "حقیقت" انسان کو سنبھلنے، رکنے اور جھکنے کے لئے کافی ہے۔ ضمیر کے ہر فیصلے پر یہ حقیقت محیط ہے۔ وجدان کی ہر حرکت پر اسکی چھاپ ہے۔ Inner voice کے نہاں خانوں میں یہی حقیقت رقصاں ہے۔ اس حقیقت سے اعراض کرنا محال عقلی ہے۔ اس سے اغماض بصر کرنا خود فریبی ہے۔ اس لئے کہ انسان جب جانے انجانے میں لغزش سے دو چار ہوتا ہے تو اضطرابی کیفیت سے قلب و ذہن کا سکون چھن جاتا ہے۔ رہ رہ کے لغزش کا احساس کریدتا رہتا ہے ــــ تہہ خانۂ دل سے بھی پرے ایک باوقار اور پُر جلال آواز کے رعب وداب سے رواں رواں کانپنے لگتا ہے...... اگر عقل زنگ خوردہ نہ ہو ــــ اور اگر خرد خفتگی کی شکار نہ ہو ــــ تو یہ فیصلہ حتمی نظر آتا ہے کہ اللہ کی پکڑ نہایت ہی ہولناک ہے۔

• حجّت

اللہ واجب الوجود کے بے پناہ کرم نے نہیں چاہا کہ میرا بندہ شاہراہ حیات کی بھول بھلیوں میں کھو کر لڑکھڑا جائے ــــ سمتیں تلاش کرنے میں پریشان و پاشاں ہو جائے منزلوں کے تعین میں سرگرداں پھرے ــــ جزاء کے رنگ و بو کو ڈھونڈنے میں اسیر سراب کی طرح بھٹکتا رہے ــــ لہذا رہنماؤں کا ایک طویل سلسلہ قائم کیا۔ زندگی کی پُر پیچ وادیوں میں سنگ میل نصب کئے ــــ ہر ہر لمحہ چراغ راہ کی ضیاباریاں رکھیں ــــ کیوں ــــ؟ اس لئے کہ اگر ٹھوکر لگے تو سنبھالنے کے لئے یہ آئیں ــــ گر پڑیں تو اُٹھانے کے لئے یہ جھکیں ــــ زخم لگیں تو یہ مرہم رکھیں ــــ بھٹکے تو یہ رہنما بنیں....... رحمتیں رہ رہ کے انسان، ضعیف البنیاں کے لئے راہ نمائی کا فرض نبھاتی گئیں ــــ نقوش راہ اُجاگر کرتی رہیں ــــ ہدایت کی شمعیں لئے ہوئی راستہ بتاتی رہیں ــــ

لیکن انسان سنبھل سنبھل کے گرا ـــــ ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھائیں ـــــ زخموں پر زخم کھائے ـــــ خزاں کے تھپیڑے کھائے ـــــ جسموں کا انحطاط دیکھا ـــــ عشرت کدوں کے ٹوٹتے مینار دیکھے ـــــ محلوں کی بوسیدہ دیواریں دیکھیں ـــــ عبرتوں کی خاموش بستیوں میں اپنے ہم جنسوں کو اُترتے دیکھا ـــــ اپنے ہم جلیسوں کو سناٹوں میں گم ہوتے دیکھا ـــــ اسکے باوجود اس نے عقل و فراست کو بے معرفتی کے تابوت میں بند کرکے اس پر روگردانی کی کیل ٹھونک دی ـــــ اسکو کہا گیا تھا کہ تم چاہو تو رحمتیں ملیں گی ـــــ تم چاہو تو زحمتیں ملیں گی ـــــ ارادہ تمہارا ـــــ خواہش تمہاری اور ضرورت تمہاری ـــــ اس لئے کہ آگے جانے کے صرف دو ہی راستے ہیں ـــــ ایک پر رحمتوں کے پھول ہیں اور ایک پر زحمتوں کے کانٹے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حجتیں صرف اس لئے بھیجی تھیں تاکہ تمہارا ہاتھ تھاما جاسکے ـــــ لیکن یہ تم تھے تم ـــــ جس نے ہر دور میں اپنا ہاتھ کھینچ لیا ـــــ ان کے ہاتھ میں ہاتھ دینا تم نے گوارا ہی نہیں کیا ـــــ تمہیں خوش فہمی تھی کہ تم باثروت ہو اور وہ بے ثروت ـــــ تم ان کے کہنے پر چلنے کو اپنی تضحیک سمجھتے تھے۔ اسکے باوجود وہ تمہاری طرف بڑھتے رہے اور تم پیچھے ہٹتے رہے ـــــ وہ کہتے رہے اور تم کتراتے رہے ـــــ وہ ظلم سہتے رہے اور تم ظلم کرتے رہے ـــــ وہ بیدار تھے اور تم سو رہے تھے ـــــ لیکن پھر بھی ہم نے تمہاری بے رُخی کی طرف نہیں دیکھا ـــــ پھر بھی ہم نے تمہاری اس بد اخلاقی کا نوٹس نہیں لیا ـــــ کیونکہ میں نے تجھے خلق کیا تھا ـــــ میں تمہارا خالق تھا اور تو میری مخلوق ـــــ ہمارا کرم دیکھو ـــــ ابھی تم شکم مادر میں ہی تھے تو ہم نے تمہاری ماں کے سینے میں تسنیم و کوثر کے چشمے انڈیل دیے۔ تاکہ جب تم آکے آنکھ کھولو تمہیں گرسنگی

پریشان و پاشان نہ کرے ــــ ہم نے تمہارے جلوہ گاہ میں آنے سے پہلے ہی روشنی کا انتظام کیا تاکہ تم اندھیاروں میں ٹھوکریں نہ کھاؤ ــــ ہم نے تمہارے زمین پر قدم رکھنے سے پہلے ہی رزق کے انبار لگائے تاکہ تمہیں بھوک کا احساس نہ تڑپائے ــــ لیکن تم کیا ــــ تم نے تو رنگ و بو میں قدم رکھتے ہی جوں ہی شعور کی منزلیں پھلانگیں تو عقل کو ناشکری کے ہاتھوں میں دیکر مجھ سے ہی دور بھاگنے کی کوشش کی اور ہر دور میں سرپٹ بھاگتا رہا۔ شکر کو ناشکری کی گم گشتہ وادیوں میں دھکیل دیا ــــ میں نے تمہیں سے تو کہا تھا۔ "کُن لی اکن لك" ــــ آ ــــ تو میرا بن ــــ میں تمہارا بنوں گا ــــ اور تو منہ پھیر کے چلا۔ جب تجھے ٹھوکر لگی تو بلبلا کے تجھے یہ یاد نہ رہا کہ جس سے بھاگا تھا قریب آکر اس سے کیسے مانگوں ــــ لیکن مانگا۔ کشکول گدا لیکر مانگا اور ہم نے معبود ہونے کا تجھے یہ ثبوت دیا، کہ ابھی دعا کے تار ہل ہی رہے تھے کہ ہم نے دیا اور بھرپور دیا۔ اور اتنا دیا کہ تو نہال ہوا۔ جب تو بیمار تھا تو صحت دی ــــ قرضدار تھا تو زر دیا ــــ پریشانی تھی تو شادمانی دی ــــ تمہاری ہر امید کا بھرم رکھا ــــ تمہاری تمناؤں کی کلیوں کو پژمردہ نہ ہونے دیا۔ لیکن تو ــــ تُو تو راستہ بدل کے چلا۔ اور ایسے چلا کہ جیسے کہ ہم سے مانگا ہی نہ تھا۔

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ

زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (سورۃ یونس)

یہ تمہاری داستان حقیقت ہے۔ یہ تمہارا اصلی چہرہ ہے۔ جب بھی تجھ سے روزی روٹی چھن گئی تو تُو نے در اغیار پر جبہ سائی کی ــــ جب کبھی ذرا سی مصیبت آئی

تو چلا چلا کے امراء کے ہاں شکووں کا طومار لیکر دست گیری کے لئے گیا ـــــ اور جب تجھ سے ذرا سا امتحان لینا چاہا تو ـــــ تو سر بازار عزت بیچنے پر آمادہ ہوا ـــــ ہمارا در بھول بیٹھا ـــــ ہمارا ہر کرم نظر انداز کیا ـــــ ہماری بے پایاں رحمتوں سے اعراض کیا ـــــ ہم نے تجھ سے ہی کہا تھا۔ من لم یرض بقضائی ولم یصبر علیٰ بلائی ولم یشکو علیٰ نعمائی ولم یقنع بعطائی فلیطلب ربًا سوائی ولیخرج من تحت سمائی ـــــ جو ہماری قضا پر راضی نہ رہے ـــــ ہماری بلاؤں پر صبر نہ کرے ـــــ ہماری نعمتوں پر شکر نہ کرے ـــــ ہماری عطایا پر قناعت نہ کرے ـــــ تو اُسے چاہیئے کہ وہ دوسرے رب کو تلاش کرے اور ہمارے آسمان تلے سے نکل جائے۔ (حدیث قدسی)

اور تو اتنا ڈھیٹ بن بیٹھا ـــــ نہ تو نے قضائے الٰہی کو تازیانہ عبرت سمجھا ـــــ نہ بلاؤں کو پیمانہ ابتلا سمجھا ـــــ نہ انعامات کو نعمت مترقبہ سمجھا اور نہ عطایا کو والہانہ محبت سمجھا۔

انسانی مزاج کی ان برہم زلفوں کی وجہ بس دنیا کی ہنگامہ آرائیوں میں کھو جانا ہے کیونکہ انسان ہستی کے رنگ و نور میں اسطرح ڈوب جاتا ہے کہ وہ فردا کو بھول جاتا ہے۔ یہ امروز کی انہونی باہوں میں اسیر ہوکر بے نیل و مرام مدہوش ہوجاتا ہے۔ اسکی سدھ بدھ کی شمعیں بجھ جاتی ہیں۔ فریب زدہ نسیم اسکو مہک آشنا بناکر اپنی باہوں میں سمیٹ لیتی ہے کل کس نے دیکھا یہ خیال اس کے رگ و ریشے سے چمٹ جاتا ہے۔ اسکی مستیاں اس کو اس قدر مسحور کردیتی ہیں کہ یہ اپنے وجود سے بھی بے خبر پڑا رہتا ہے۔ بس اور صرف بس حال کا قدو قامت اسکی حسین پرچھائیاں اور اسکا جمالیاتی حسن اسکے انگ انگ میں کچھ کرنے کے لئے شرارے بھرتا ہے ـــــ اسی مدہوشی میں اس کے دن بیتتے جاتے ہیں اور اسکی

عمر ڈھلنے کو آتی ہے۔ اسکی رونقیں اسکو چھوڑ دیتی ہیں۔ ہوش و حواس کی جولانگاہوں میں سے کسالت اور تھکاوٹ ٹپکنے لگتی ہے۔ بصارت ٹیڑھے میڑھے زاویے بنانے لگتی ہے۔ قدموں کی چاپ سے شکستگی کی تال ابھرتی ہے۔ انگلیوں سے بے کسی کی تانیں ٹوٹتی ہیں۔ وجود کے ڈھولنے سے لاچارگی کے نالے اُبھرتے ہیں ـــــ اور جب یہ چونکنے لگتا ہے تب وقت گذر چکا ہوتا ہے ـــــ اتنی تیزی سے جوانی چھوڑ کے چلی گئی ـــــ؟ یہ سوال کرید کرید کر اسکے خون کے ذرے ذرے میں ٹیسیں بھر دیتا ہے ـــــ اس کے کرب زدہ وجود کو جھنجھنانے پر آمادہ کرتا ہے ـــــ لیکن خود غرضی کے مفروضے کو کیا کہیئے ـــــ رنگ و روغن سے اپنے چہرے پر جوانی کا پردہ چڑھا لیتا ہے ـــــ جیسے کہ پت جڑ میں کاغذی پھول ـــــ سوچتا ہے۔ چند سال اور سہی ـــــ بڑھاپے کے خدوخال ابھر آنے سے تو رہیں گے ـــــ کریم اور پاوڈر کی دبیز تہوں سے جھریوں کی غیر ترتیب نالیوں پر صحت مندی کے آثار ظاہر کر کے دھوکہ دہی کے نئے نئے گُر ڈھونڈتا رہتا ہے ـــــ لیکن سوز دل کو کیا کہیے ُگا ـــــ چاہتیں تو خون کے آنسوں رو رہی ہیں ـــــ آرزوئیں تو ماتم کناں ہیں۔ تمنائیں تو نوحہ خواں ہیں ـــــ اپنے آپ زندگی کی اس یکلخت تبدیلی پر غم زدہ ہے۔ نہاں خانۂ دل کا ہر تار رو رہا ہے۔ یہی منظر ہی تو دیکھنا ہے۔ اسی منزل سے ہمکنار ہونا ہے۔ اب آہ کا کیا کام ـــــ آج وہ مقام آیا ہے کہ آہ کا دم بھی گھٹ کے رہ گیا ـــــ یہ زبان و دل کی لغزشیں ـــــ یہ آنکھوں کی مایوسانہ گردشیں اب کس کام کی ـــــ سعدی شیرازی نے کیا خوب کہا ہے۔

ؔ اے سر موے دلت سفید نہ نشد   ہیچ مو بر تنت سیاہ نہ ماند

اے حسن توبہ آنزماں کردی   کہ ترا قوت گناہ نہ ماند

گزشتہ ادوار حیات کے اوراق پھڑ پھڑا کر آنکھوں کے سامنے بکھرنے شروع ہوئے ـــــ کیا کچھ تحریر میں آچکا ہے یہ سب ٹیلی ویژن اسکرین پر آرہا ہے ـــــ ریموٹ کنٹرول تو ہے نہیں اسکے پاس کہ تھوڑی دیر دم لینے کے لئے سوئچ کو آف کر دیتا ـــــ جوانی کی انگلیوں کا رنگ حنا اتر چکا ہے ـــــ قوتیں سب کی سب سلب ہو چکی ہیں ـــــ گھناونی ریل کو چھیل دیتا لیکن یہ سب اسکی دسترس سے باہر ـــــ عصیان کے نشان مٹا دیتا لیکن یہ اسکی پہنچ سے پرے ہے ـــــ خیال تھا کہ بہاریں صباؤں کو بر دوش لئے ہوئے صدا بہار نغموں سے دل کو لبھاتی رہیں گی لیکن یہ کیا ہوا ـــــ؟ خزاں کے مسموم جھکڑوں نے شاداب اور رنگیں چمنوں کو ویرانیوں میں سلا دیا ـــــ پژمردگی نے بے چارگی کا بوسیدہ کفن پہنا دیا ـــــ قدرت تو ہے نہیں کہ ماضی کے دھندلکوں کو حال کی آنچ سے شمع آشنا کر دے ـــــ طاقت تو کب کا ساتھ چھوڑ چکی ہے ـــــ ناقابل تسخیر عزائم جھولتے اور ڈولتے جا رہے ہیں ـــــ طلب کی تپش تو کب کی زینت مرقد بن چکی ہے ـــــ ورنہ گناہ آلود دامن سے وہ دھبے ضرور مٹا دیتا جو عصیان گاہوں میں رہ کر نمایاں ہو کر اس کے قلب و جگر میں انقلاب برپا کئے دے رہے ہیں۔

چو دوران عمر از چہل در گزشت ـــــ مزن دست و پا کآبت از سر گزشت

چو باد صبا بر گلستان وزد ـــــ بچمیدن درخت جوانرا سزد

نزیبد تورا با جواناں چمید ـــــ کہ بر عارضت صبح پیری دمید

دریغا کہ فصل جوانی گزشت ـــــ بلہو و لعب زندگانی گزشت

(سعدی)

لہٰذا ــــ اے انسان! تیرے گوش شنوا ہیں ــــ سُنتا کیوں نہیں ــــ چشم بصیرت ہے ــــ دیکھتا کیوں نہیں قلب سلیم ہے ــــ سمجھتا کیوں نہیں ــــ کیا تجھے خاموش قبرستانوں کی دبی دبی کراہیں سنائی نہیں دیتیں ــــ؟ کیا تجھے ویران قلعوں کی بوسیدہ دیواریں نظر نہیں آتیں ــــ؟ یہ قافلے جو آئے ــــ رہے ــــ اور چلدیئے۔ تمہارے وجدان میں اضطراب چھوڑ کے چلے نہیں گئے؟ کیا تم نے ہنسیوں کا جنازہ اُٹھتے نہیں دیکھا ــــ؟ کیا تمہیں پرنم آنکھوں کے غم انگیز نظارے نظر نہ آئے ــــ؟ کیا تم نے ماتم کدوں کے نوحے نہیں سنے ــــ؟ کیا تم نے کسی قبر کے پر ہول سناٹے میں سے نکلنے والی درد بھری کراہ نہیں سمجھی؟ ــــ اے عقل و فراست والے انسان ــــ میں تجھ سے مخاطب ہوں ــــ تجھے بلکتے بچوں کے رخساروں پر بہنے والے آنسوں کی قسم ہے۔ ــــ تجھے ان سوگوار ماؤں کی آہوں کی قسم ہے، جن کے جوان بچے مرگزاروں میں ان کی آنکھوں کے سامنے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سو گئے ــــ ذرا تھوڑی دیر کے لئے اپنے آپ کو دنیاوی بندشوں سے آزاد کر کے ــــ میری آواز سنو ــــ ممکن ہے کہ میرے کہنے سے تجھے بھی لاج آجائے اور مجھے بھی ــــ کیونکہ میں بھی تو تمہارا ہم جلیس ہوں ــــ میں بھی تو دنیاوی گرادب میں کبھی ابھرتا ہوں اور کبھی ڈوبتا ہوں۔

اللہ ــــ کائنات کا تنہا مالک و مختار مطلق ہے ــــ ہم سب کا ملجا و ماویٰ ہے ــــ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن اسی سے مختص ہے ــــ اسکے آخری رسول رحمتہً للعالمینؐ ہیں ــــ اس مافوق البشر رسولؐ نے بڑی جانفشانی کی ــــ بہت محنت کی ــــ تیئس [۲۳] سال تک عرق ریزی کی ــــ محض اس لئے کہ میرے ماننے والے ــــ میرے امتی ــــ جب جہاں چھوڑ کے چلیں تو کل وہاں مجھ سے حُر بن کر ملیں۔

تاکہ اُن کے چہرے گُلنار ہوں ـــــ فرحت و انبساط سے لبریز ہوں ـــــ انہوںؑ نے نہیں چاہا کہ میرا ماننے والا مجرم بن کر آجائے ـــــ اور اس کے چہرے پر خوف و دہشت کی دھول جمی ہو ـــــ بدن کا انگ انگ کانپ اُٹھتا ہو ـــــ قدم ڈگمگا رہے ہوں ـــــ کیوں وہاں اور بھی انبیاءؑ ہوں گے۔ اگر میرا ماننے والا آزاد بن کر آجائے تو میں فخر و مباہات کروں گا۔ اسی لئے آپؐ نے ہم سب کو جرم سے باز رکھنے کے لئے سختیاں برداشت کیں ـــــ زحمتیں اٹھائیں ـــــ تکالیف و مصائب سہے۔ طعنے سنے۔ ـــــ لیکن آپؐ دھنی تھے۔ آپ نے ہنستے ہنستے ہر دکھ و درد کو رحمت کے جام میں بھر کر پیا اور اس طرح پیا کہ آپؐ خاتم النبینؐ کے عظیم المرتبت منصب پر فائز ہوئے۔

آپؐ نے ہم سب سے مخاطب ہوکر فرمایا ـــــ جوانی ـــــ جاودانی نہیں ہے۔ اس کے شب و روز پر فطری اثرات مرتب ہوتے رہتے ہیں اور ہر حال میں زوال پذیر ہے۔ یا ابناء العشرین جدوا واجتھدوا ـــــ و یا ابناء الثلاثین لا تغرنکم الحیاۃ الدنیا و یا ابناء الاربعین ماذا اعددتم للقاء ربکم و یا ابناء الخمسین أتتکم النذیر و یا ابناء الستین زرع آن حصادہ و یا ابناء السبعین نودی لکم فاجیبوا و یا ابناء الثمانین أتتکم الساعۃ وانتم غافلون۔

آپؐ فرماتے ہیں۔ رب الارباب نے ایک ملک کو مامور فرمایا ہے۔ جو زمین پر آکر اولاد آدم کو علیٰ حسب عمر آواز دیتا ہے کہ اے بیس سال کی عمر پانے والو! حصول آخرت کے بلند مراتب کے لئے سعی اور کوشش کرو ـــــ اے تیس سال تک کی عمر پانے والو! کہیں تمہیں حیاۃ الدنیا (مال و اولاد) گمراہ نہ کریں ـــــ اے چالیس سال تک پہنچنے والو! لقائے رب کے لئے تم لوگوں نے کیا ذخیرہ کیا ہے۔ اے پچاس سال کے لوگو!

ضعف بصارت ۔ رعشہ بدن اور کسمندی کی شکل میں ڈرانے والا تم تک پہنچ چکا ہے۔ اے ساٹھ سال کی عمر حاصل کرنے والو! تم اس کھیتی کے مانند بنے ہو جسکی فصل تیار ہے اب کٹنے کی دیر ہے۔ اے ستر سال کی عمر پانے والو! صدائے آخرت تم تک پہنچ چکی ہے۔ لبیک کہو۔ اے اسی سال تک پہنچنے والو! قیامت منہ کھولے کھڑی ہے اور تم غافل ہو۔

بنا من کائنات نے حقیقت سامنے رکھی ہے۔ کر دیجئے انکار ـــــ کہہ دیجئے کہ یہ سب کچھ خیال آفرینی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے ـــــ لیکن ماحول اور مشاہدے نے جب آپ کے منہ پر تالے چڑھا دیئے ہیں کیا کہیں گے ـــــ کیا بولیں گے۔

یہ انسان ہے ـــــ جو مست اور مدہوش بہکے ہی جا رہا ہے۔ دنیا کے رنگ و بو میں اتر کر ذرا سی بھی فرصت نہیں کہ یہ اپنا محاسبہ کر سکے۔ ابلیس جو ازل سے اسکے جسم و جان کا دشمن ہے۔ وقتاً فوقتاً اپنے پر فریب جلوؤں سے اسکو نت نئے نظارے دکھاتا رہتا ہے۔ اپنی نوک مژگان اور زلفوں کے پیچ و خم سے اس کے دل کے نہاں خانوں میں حشر انگیز سماں بیدار کرتا رہتا ہے ـــــ نہیں چاہتا ہے کہ یہ جاگ جائے ـــــ نہیں چاہتا ہے کہ یہ سنبھل جائے اور نہیں چاہتا ہے کہ یہ میرے بانکپن سے پرے رہے۔ انگریزی شاعر ملٹن کہتا ہے کہ ابلیس کا پر عزم ارادہ یہ ہے کہ

The rain is worth ambition though in hell.

لوگوں پر حکومت کرنا میرا مقصد حیات ہے خواہ وہ دوزخ میں ہی کیوں نہ چلے جائیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسکی داستان قابیل سے شروع ہوئی ـــــ کبھی فرعون تو کبھی نمرود ـــــ کبھی شداد تو کبھی بخت نصر ـــــ کبھی قارون تو کبھی بو جہل ـــــ کبھی چنگیز تو کبھی

ہلاکو — کبھی سیزر تو کبھی نپولین — کبھی ہٹلر تو کبھی مسولینی — یہی تو تھے اس کی مملکت کے وزراء — آج گو کہ یہ نام نہیں ہیں۔لیکن ہم کار تو بہت ہیں — Heredity کا برملا اظہار تو اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے — پوری زندگی کے اوراق جب سامنے آئیں تو ہر ہر ورق گناہ آلود تھا — یہ ملمع زدہ زندگی جب بہیمیت کا لبادہ اوڑھنے لگتی ہے، تو نقوش راہ بھی گھناونے بن جاتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی گناہ و ثواب نہیں جانتا ہے۔لیکن ماحول جب ابلیس زدہ ملتا ہے۔ تو رفتہ رفتہ یہ اسی ماحول میں ڈھلتا چلا جاتا ہے۔ منزل شباب کیا آگئی کہ باچھیں کھل اٹھتی ہیں۔ ہر سمت ابلیسی دیوار ہوتی ہے۔ اس کے لئے یہ ہر بہانہ تلاش کرتا رہتا ہے۔ یہ اس قدر خوش فہم بنتا ہے کہ آسودگیاں اسی حصار کے اندر مانتا ہے۔ کتنی حسین وجمیل ہے یہ مملکت — دل کو برمانے والا ماحول — شباب کے چھلکتے جام — سروقامت خوبصورتی — غمزے اور اشارے سرمگین آنکھوں کی توبہ شکن ادائیں — نغموں کی اٹھکھیلیاں، دبیز مخملی بستر — کون کافر ان سے دست کش ہو جائے — ابھی عمر پڑی ہے — الھڑ جوانیوں نے رگ وپے میں شرارے بھر دیئے ہیں — بے خودی کے اسی عالم میں — لطف انگیزیوں کے اسی بازار میں — اسکی یہ خفتگی — اس کی یہ بے پروائی اور اسکی یہ اَن سُنی ہر گزرنے والے نے دیکھی — اس کو جھنجھوڑا — اسکو متنبہ کیا — اسکو خبردار کیا کہ ؏

دل بر جہاں مبند کہ ایں بے وفا عروس با ہیچ کس شبے محبت بسر نہ کرد

مگر اس کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی — کیا مجال کہ یہ اپنی نفس پرستی سے باز آجائے۔ یہ دنیا کے پر پیچ راستوں پر گزرتا ہی چلا گیا — بیماری کا علاج دوا دارو سے

کیا ــــ زخموں کا علاج نت نئے مرہموں سے کیا ــــ ضعف بصارت کا علاج "عینک" سے کیا ــــ سماعت کی تہی دامانی کا علاج Hearing aid سے کیا ــــ دل کی چھوٹتی دھڑکنوں کا علاج Pacemaker سے کیا ــــ اٹکتے تنفس کا علاج Oxygen سے کیا۔ آپریشن تھیٹروں میں جا جا کے جراحت کروا کر راحتیں ڈھونڈیں۔ خیال تھا کہ صحت کی گرتی ساکھ کو "بیراگی" ملے ــــ ڈولتے جسم کو سہارا ملے لیکن مشیت خندہ زن تھی ــــ وہ اس کی اس بے چارگی پر مُسکرا رہی تھی ــــ جیسے کہ وہ کہہ رہی ہو ــــ سنبھالو ــــ ! ہم بھی دیکھتے ہیں کہ تم میں کتنا دم خم ہے۔

مجبور کیا نہ کرے ــــ وہ تو سہنے کے لئے ہر کانٹے چھُری کو اپنا مسیحا سمجھتا ہے۔ ہر کڑوی دوائی کو امرت سمجھتا ہے۔ کتنا بھی جسم کٹے ــــ وہ کٹوانے کیلئے تیار رہتا ہے۔ بدن کے خراب اور خستہ حصّے کو الگ کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے ــــ وہ Coma سے واپس آنے کے لیئے اپنا سب کچھ داؤں پر لگانے کو تیار رہتا ہے۔ اس کے سامنے صرف اور صرف جانبر ہونے کا سوال ہوتا ہے اس کے لئے وہ کچھ بھی کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔

مگر ہائے رے انسان ! آ !! ذرا ماضی کے جھروکوں میں جھانکیں ــــ کہنہ مشق اطباء ــــ ماہر امراض انسانی اور تشخیص مرض میں ید طولیٰ رکھنے والے ــــ افلاطون ــــ ارسطو ــــ بقراط ــــ اور جالینوس ــــ یہ چاروں اپنے ادوار کے مژدہ جانفزا تھے۔ ان کا نسخہ مریض کے لیئے شفائے کلی کی سند ہوتا تھا۔

فالج کے آغاز و انجام کا دافع افلاطون ــــ بخار کے رموز و اسرار کا ماہر ارسطو۔ سل کی وجوہات اور اس کے اثرات کا قاتل بقراط اور اسہال کے اسباب اور سدباب

کا عالم جالینوس ـــــ کیا ان کو ان کی مہارت تامہ نے دست گیری کی ـــــ ع

ارسطوا مات مدقوقاً ضئیلا　　　　وافلاطون مغلوباً ضعیفا

مضیٰ بقراط مسلولاً ذلیلا　　　　وجالینوس مبطوناً نحیفا

افلاطون فالج گرنے سے جانبر نہ ہوا۔ ارسطوا بخار کے مرض میں مرگیا۔ بقراط کو سل کی بیماری نے لے ڈوبا اور جالینوس اسہال کے طوفان میں بہہ گیا۔

سائینسی تجربہ گاہیں ہوں ـــــ یا لیزر شعاعیں ـــــ ایکسرے کی باریک بینیاں ہوں یا سونوگرافی کی عکس ریزیاں ـــــ دور جدید کے میڈیسن جہاں بھی پہنچ کے دم لیں اور کہیں کہ اس سے آگے ممکن نہیں ـــــ پھر بھی ہونی کو ٹالا نہیں جاسکتا ـــــ پیری پر شباب آ نہیں سکتا۔ شباب پر بچپنہ چھا نہیں سکتا۔ تخلیق میں "ریورس گیر" کا کیا کام۔ یہ سفر پر رواں دواں ہے۔ اسکو حساس اور اَن بریکیبل Unbreakable. جاروں میں فٹ کرکے روکا نہیں جاسکتا۔ اسکا کام ہے بڑھنا ـــــ اور بڑھتے ہی رہنا اور لکھی ہوئی ڈگر پر حیات کے ہتھیار ڈالنا۔ ع

بہ عبرت نظر کن سوئے رفتگاں　　　　کہ فردا شوی عبرت دیگراں

Struggle for existence کا حشر تو سامنے درماندہ پڑا ہے ـــــ ہستی جب نیستی کی آغوش میں سونے کے لئے ہمہ وقت پر تول رہی ہو تو پھر "تنازع للبقاء" کے خدو خال سنوارنے کا کیا مطلب یہ عبرت کی زنجیریں تو ہر کس و ناکس کو باندھتی ہیں اور جب یہ باندھنے کے لئے بڑھتی ہیں تو لاکھ جتن کے باوجود آپ روک نہیں پائیں گے۔ نیستی کی تند و تیز آندھی نے ہنستے کھیلتے نشیمنوں کو آن واحد میں بکھیر کے رکھدیا۔ اس کی طوفان خیزی میں سن و سال کی کوئی قید نہیں ـــــ صحت و مرض کی پابندی نہیں ـــــ وطن یا بے وطنی

پر پہرے نہیں ـــــ صبح و شام کا بکھیڑا نہیں ـــــ ہر لمحہ برق رفتاری سے کئی گنا زیادہ تیزی سے آتا ہے اور ہر ہر تنکا ایسے اڑا دیتا ہے کہ دیکھتے دیکھتے پیوندِ خاک کر دیتا ہے۔

حضرت علیؑ اسی منظر کو دیکھکر بصرہ کے بازاروں کی گہما گہمی میں کھوئے ہوئے لوگوں سے اشک رواں بہاتے ہوئے فرماتے تھے۔ ان اکنتم بالنہار تحلفون و باللیل علیٰ فراشکم تناموں فمتیٰ تجھزون الزاد لیوم المیعاد ـــــ "تم لوگ دن بھر قسمیں کھاتے رہتے ہو اور رات کو فرشوں پر محو خواب ہو جاتے ہو پس تم لوگ اپنی آخرت کا سودا کب اٹھاؤ گے۔"

بس صرف وقت بدلا ـــــ وہ ہمارا ماضی تھا ـــــ کہہ گئے علیؑ ـــــ آج ہمارا حال ہے۔ بازار ویسے ہی ہیں۔ لیکن جدت اور ندرت لئے ہوئے۔ قسمیں وہی ہیں لیکن آج ہم ماڈرن بن چکے ہیں۔ لہٰذا ـــــ By you اور By God کے اضافے سے بھی سامان کی افادیت بتلا دیتے ہیں ـــــ مال دکان پر ـــــ نرخ آسمان پر اور جھوٹ زبان پر تو آج کا فیشن ہے۔ رات اور دن کی مصروفیات بھی وہی ہیں ـــــ ماضی میں مال بیچنا وراثتی اعتبار کا حامل تھا، آج Business Management کی ڈگریاں لیکر بیٹھتے ہیں ـــــ کل کا مال ضروریات زندگی کے حدود میں تھا۔ لیکن اگر مبالغہ نہ ہوگا تو کھل کے کہدیا جائے۔ کہ آج بہکنے اور بھٹکنے کے سامان کچھ زیادہ ہی ہیں ـــــ کل ایسا سامان شاذ و نادر ہی ملتا تھا۔ آج ہر سو اس مال کی فراوانی ہے۔ بے راہ روی کے بازار آج زیادہ ہی سجے ہوئے ہیں۔ قرینے سے رکھے ہوئے گمراہی کے اسباب شلفوں سے دعوت گناہ دیتے ہیں۔ جسم کی بنیادی ضرورتوں کے مقابلے میں سامان عیش و عشرت کی زیادہ فراوانی ہے۔ شراب و شباب یکساں ہر سو دستیاب ہیں ـــــ شرم و حیا سر عام

ترازو میں تلتی ہے۔ بلیو پرنٹ اور سیکسی کیسٹوں کے انبار کھلے عام دستیاب ہیں ــــ کیا نہیں ہے جو ان عصیاں گاہوں میں نہیں ملتا ہے ــــ سبھی تو موجود ہے ــــ خریداروں کی کمی نہیں ــــ لینے والوں کا فقدان نہیں ــــ بس دام کی دیر ہے ــــ سستے میں نہ سہی تو نہ سہی ــــ منہ مانگی قیمت جونہی جیب سے نکلی ہاتھوں ہاتھ یہ سب کچھ ملتا ہے ــــ پریشانی روپیہ پیسہ کی نہیں کیونکہ Under table کمیشن سے جیبیں پھول چکی ہیں۔ ہاں پریشانی صرف اس بات کی ہے کہ یہ سب کچھ میرے ڈرائنگ روم کی زینت کب بنے ــــ بھلے سے حیا کا پردہ اتر جائے ــــ شرم کی چلمن تار تار ہو جائے ــــ آخر کب تک فرسودہ رسوم اس کو دیمک کی طرح کتر بیونت کریں۔

اب یہ مال جس راہ سے ــــ یا جس "ہاتھ" سے بھی اس کے گھر میں آجائے۔ اس پر تو ماڈرن بن جانے کا نشہ چڑھتا ہے اور اسی نشے کی لت میں ہشت پہر یہ مال' بیٹی، بیوی، بہن اور بہو کی آبرو ریزی کرتا رہتا ہے۔ کیونکہ ماڈرن زمانے کے تقاضوں سے یہ بغاوت کرنا اپنی توہین سمجھتا ہے ــــ

بیٹی بھاگ گئی ــــ بہن فرار ہوئی ــــ بیوی کسی اور کی ہم نشینی کر رہی ہے۔ ــــ بہو رات گئے تک گھر نہیں لوٹتی ــــ آخر یہ سب کیسے ہوا ــــ؟ جواب یہ ہے کہ ــــ یہ "تقدیر" کا چکر ہے ــــ اسکو کون ٹال سکتا ہے ــــ سمجھتا ہے کہ یہ کہہ کے بری الذمہ ہوگیا ــــ لیکن کاش گریباں میں جھانک لیتا ــــ گھر میں زہریلے سانپ چن چن کے لائے ــــ ان کے ڈسنے سے "تقدیر" کیا واسطہ ــــ نہ لائے ہوتے تو یہ دن کیوں دیکھنا پڑتے ــــ ان کے اس روّیے پر "تقدیر" کہکر اپنی بے چارگی کو

کب تک تسلی دیتے رہو گے ـــــ

• قانون

جب اس کی پوری فیملی پر ماڈرن رنگ وروغن چڑھتا ہے اور ان کے صنف کی پہچان مشکل بن جاتی ہے۔ تو دور ـــــ بہت دور ـــــ ان ہی کی بلڈنگ میں ـــــ ایک غیر مزوری کمرے کے عفریت زدہ ماحول میں ـــــ شکستہ طاقچے پر رب ذوالجلال کا صحتی اور ابدی قانون جو بشکل قرآن حکیم وکریم اس کو اس کی "اوقات" بتلانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اندر ہی اندر اسکی مجرمانہ غفلت پر اسکے آنے والے بھیانک انجام پر حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ لیکن مدتوں کے گرد وغبار کی دبیز تہوں میں لپٹنے کی وجہ سے یہ کچھ کہہ نہیں سکتا۔

کتنی ستم ظریفی ہے؟ ـــــ کہ یہ انسان ـــــ معاشرے اور سماج کے آئین سے خائف تو ہے۔ لیکن ابدی اور لازوال قانون الٰہی سے ترساں نہیں ہے ـــــ دنیوی قانون کی پاسداری تو کرتا ہے لیکن دینی قانون سے اغماض بصر ہر سو کرتا ہے ـــــ یہ روش شاید اس لئے کہ یہ سوچتا ہے کہ جب عمر ڈھلنے کو آئے تب کہیں جاکر عمل کروں گا۔

انسان جب جوانی کی سرحد پر پہلا قدم رکھتا ہے۔ تو قانون دنیا کا جال پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔ لہٰذا جرم کرنے کے گر ڈھونڈتا ہے۔ یہ گر محض اسلئے کہ قانون کی نظروں سے بچ سکوں اور ہوتا بھی یہی ہے کہ اس کے جرم کی بھنک بھی قانون کے کانوں میں نہیں پڑتی ہے ـــــ ارادۂ جرم سے پہلے انجام سے بچنے کے تدابیر کا تانا بانا جوڑتا ہے۔ کامیاب مجرم قانون کی آنکھوں میں ہمیشہ اسی طرح دھول جھونکتا رہتا ہے۔ قانون لاکھ تلاش کے باوجود جب مجرم تک نہیں پہنچتا ہے تو فائل بند کی جاتی ہے۔

اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ دنیاوی قانون محدود انسان کا بنایا ہوا ہوتا ہے۔

اور یہ جغرافیائی حد بندیوں میں محصور رہتا ہے۔ اسمیں قومی مصالح اور سیاسی منابع زیرِ نظر ہوتے ہیں ـــــ یہ نہ پہلے احصا کا درجہ پاسکا ہے اور نہ اس کے دائرے پوری ہستی کو گھیر سکیں گے۔ ان ہی وجوہ کی بناء پر انگنت انسانیت سوز واقعات الماریوں کی زینت بنے رہے۔

اسکے برعکس قانونِ الٰہی کی آفاقیت اور لامحدودیت کا جنہیں شمہ برابر بھی احساس ہے۔ وہ جلی اور سری ـــــ کسی بھی خطے میں ـــــ کسی بھی سمت میں ـــــ کسی بھی ملک میں اسکی مصاریں مقید ہیں۔ یہ انسانی حد بندیوں سے ماوراء ہے۔ اسکی شقیں لازوال ہیں۔ اسکے دفعات ناقابل ترمیم و تنسیخ ہیں۔ یہ نظریہ ضرورت کے تحت ـــــ پارٹی مفادات کی خاطر ـــــ پارٹی کے قدوقامت کی بحالی کے لیئے پارلیمنٹ ہاوس میں بحث و تمحیص کی بھینٹ نہیں چڑھ سکتا ـــــ اس نے جو کچھ کہا اٹل ہے ـــــ ناقابل تردید ہے۔ کسی بھی شخص کو ابات کی اجازت نہیں دی گئی کہ وہ اس کے اقتدار میں ترمیم کرے۔ اس نے ہر دور میں اپنا لوہا منوایا۔ ہر قانون اس کے سامنے بے بس ہے۔ یہ توریت و زبور، انجیل اور صحائف اور جملہ کتب سماوی کی تلخیص ہے ـــــ کسی بھی اولوالعزم رسولؑ کو اس قانون کے دائرے سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے ـــــ لہٰذا اس کی ایک آدھ شق سے اعراض کا صاف مطلب ہوا کہ انسان "مجرم" بن چکا ہے۔

• شعور

اگر عقل سلیم ہو اور جنونی کیفیتوں کو پاس بھی پھٹکنے نہ دیا جائے تو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگے گی ـــــ کہ میں لمحہ بہ لمحہ جس تیزی کے ساتھ طے کر رہا ہوں منزل نزدیک تر ہوتی چلی جاتی ہے ـــــ عمر کے شب و روز جتنے بھی بیتتے چلے جا رہے ہیں۔ میں

کسی بھی صورت میں سن و سال حاصل نہیں کرتا ہوں ـــــ بلکہ ہر آں عمر سے محروم ہوتا رہتا ہوں ـــــ جسمی انحطاط پریشان کن حد تک چھاتا چلا جاتا ہے۔ اعضاء و جوارح خستگی کا لباس پہنتے چلے جا رہے ہیں۔ پورے وجود پر خستگی پہرے ڈالے جا رہی ہے ـــــ یہ منظر دیکھتے ہی یہ یقیناً چونک اٹھے گا کہ پائیداری اور ناپائیداری میں ایک گہری خلیج حائل ہوتی چلی جا رہی ہے کہ جسکو پاٹنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔

آیئے رک کے ذرا سُنیں کہ جناب لقمان اپنے بیٹے سے کیا کہہ رہے ہیں ـــــ

"اے فرزند! جب سے تم دنیا میں آئے ہو اسکی طرف پشت اور آخرت کی طرف منہ کرکے بڑھتے جا رہے ہو ـــــ جس مکان سے نکلے ہو وہ تم سے دور ہوتا جا رہا ہے اور آخرت کا مکان رفتہ رفتہ نزدیک آتا جا رہا ہے ـــــ بیٹے، دنیا گہرا سمندر ہے۔ جسمیں اَن گنت مخلوق ڈوب چکی ہے"

اپنے آپ کو اگر ہم یہی سوچ دے سکتے تو ہستی کے رنگ و نور کو تج کر لگائے رب کی تمنائیں قلب و جگر میں کروٹیں لیتیں ـــــ لیکن شومئ قسمتِ ما! چاہتوں سے دست کشی ہمارے بس سے باہر ـــــ طلب کی سوز و طپش کی سوزاں گاہوں سے نکلنا ہماری بزدلی کی علامت اور شکست خوردگی کی تعبیر ہے حد میں رہ کر اعتدال پسندی ہمیں منظور نہیں ـــــ ضرورتوں کا پیمانہ توڑ دینا ہمارا شیوہ نہیں ـــــ پلٹ کے دیکھنا ہماری توہین ـــــ صدا پر کان دھرنا ہمارے لئے ننگ و عار ـــــ کیوں ـــــ؟ اس لئے کہ ہمارا دماغ الٹا پیالہ ہے۔ سمندر بھی انڈیل دیجیئے "بس کرنا" ہماری بے وقوفی ـــــ یہ لفظ "بس" ہمارے لئے اتنا متبرک کہ ماں کی آغوش میں جام کے جام لنڈھائے ـــــ پھر بھی "بس" نہ کیا جب ہلکی ہلکی تھپکیوں نے ہماری پلکوں کو بوجھل کرکے شبستان

خواب میں گہری نیند سُلادیا بھلا آپ ہی بتائیں کہ کیا ہم نے اپنی توتلی زبان پر لفظ "بس" لایا ــــ اب تو ماشآء اللہ ہم جوان ہوئے۔ شباب کے خون نے رگ و ریشے میں شرارے بھر دیئے ہیں ــــ آج ہر سو رس بھری رونقیں ہیں ــــ حُسن و جمال کی رنگ آرائیاں ہیں ــــ قوس و قزح کی نغمگیاں ہیں ــــ دھڑکنوں کے زیر و بم ہیں ــــ متحرکتی جوانیوں کی وجد آفرین محفلیں ہیں ــــ زلفوں کے پیچ و خم کی بہاریں ہیں ــــ تو کیا آپ توقع رکھتے ہیں۔ کہ ہم "بس" کہکر دم بخود بیٹھے رہیں ــــ کبھی نہیں ــــ ہرگز نہیں ــــ سمٹنے دیجئے ــــ حظ اُٹھانے دیجئے۔ جب تک دم میں دم ہے لطف اٹھانے دیجئے۔ بھئی پھر آئے ہی کیوں تھے ــــ

اور جب شمع محفل بجھ گئی ــــ جام خالی ہوئے ــــ سحر ہو چکی ــــ ہماری خمار آلود بوجھل پلکوں نے جونہی ہماری آنکھوں سے پردے سرکائے تو سبھی جا چکے تھے ــــ ہمارا نشہ ہرن ہوا گو کہ تشنگی ابھی باقی تھی ــــ کچھ اور پینے کو جی چاہ رہا تھا۔ لیکن میخانے میں ہر سو سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اب لڑکھڑاتے جسم کو کون سنبھالے ــــ یہی کھونٹی تو ہے کہ جس میں ہم سبھی بندھے ہوئے ہیں..... پڑ گئے کسی ویرانے میں ــــ بے سدھ بدھ ــــ حواس باختہ ــــ بغیر سلوٹوں والا لباس مٹی سے لت پت ــــ اچانک شور اٹھا ــــ یہاں ہے ــــ وہاں ہے ــــ بے چارا رات بھر سویا نہیں ــــ آنکھوں ہی آنکھوں میں رات کاٹی۔

زندگی کی آخری سحر ــــ بڑی کرب انگیز ــــ بڑی دردناک اور بڑی کٹھن ہے دنیا کا نشہ تو گلے تک پی چکا ــــ اب کروٹیں بدل بدل کر پریشان حالی کا اظہار ــــ پیاس سے گلا خشک ــــ تالو میں کانٹے پڑے ہیں ــــ رات بھر سو نہیں سکتا۔

دن بھر آرام نہیں کرتا اور اس کے تیمار دار اسکا آخری حال بتاتے بتاتے تھک ہار کر بیٹھ جاتے ہیں ـــــ ہمسائیگی میں اسکا چرچا ـــــ محلے میں اس کا ذکر ـــــ میڈیکل شاپوں پر اس کی بات ـــــ رشتہ داروں میں اسکا تذکرہ ـــــ یعنی ہر سو شور ہے ـــــ دبا دبا سا شور ـــــ سہما سہما سا شور۔ امید و بیم کا شور ـــــ کسی کو اس کے جانبر ہونے کی امید اور کسی کو اس کے جدا ہونے کا غم ـــــ آج سبھی حلقہ بنائے ہوئے موجود ـــــ کوئی اس کے لیئے آیا اور کوئی دنیا بسانے کے لیئے آیا اور خود اس مریض کا حال کچھ ایسا کہ اس کی آنکھیں پتھرا جاتی ہیں۔ غور کرو تو اس کی آنکھوں میں نمی نظر آجائے ـــــ چہرہ دیکھو تو یاس و حسرت ہویدا ملے۔ اور پھر جب درد حد سے گزرنے لگا تو آنکھوں سے آنسوں کی لڑیاں جاری ہوتی ہیں ـــــ آخر یہ سب کیفیت کیوں ـــــ ؟ کیا درد ہی کی وجہ سے اس کا یہ حال ہوا جا رہا ہے ـــــ ؟ کیا یہ رونا اسکا اسلیئے ہے کہ کس جہاں سے چلا اور کہاں جا گزین ہونا ہے ـــــ ؟ کیا آنے والے رونگھٹے کھڑا کر دینے والے سفر کے لیئے تو نہیں ہیں ـــــ ؟ کیا تنہائی کی پریشانیوں میں چلے جانے پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے ـــــ ؟ کیا بوسیدہ پناہ گاہ میں اترنے کے لیئے یہ آنسوں ہیں ـــــ ؟ کیا فشار قبر اور پر ہول سناٹے سے گھبرانے پر اسکا یہ حال ہوا جا رہا ہے ـــــ ؟ آخر کیا غم کھائے جا رہا ہے ـــــ ؟ نہیں ـــــ قطعاً نہیں ـــــ اس نے تو یہ غم کب کا چھوڑ دیا تھا ـــــ اس نے تو آتے ہی اس منظر سے اپنے ہاتھ کھینچ لیئے تھے ـــــ دنیاوی مستی میں یہ اس قدر ڈوب چکا تھا کہ صحیح حقیقت اس کے تصور سے بھی ماوراء ہو چکی تھی۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں ـــــ ہم سے سنو کہ آخر وقت میں یہ کیوں حسرت و نامرادی ـــــ سے رو رہا ہے۔ یتذکر اموالاً جمعھا اغمض فی مطالبھا واخذھا من

مصرِ ھا تھاوِ متشبہاتھا قد لزمتہ تبعات جمعھا و اشرف علیٰ فراقھا

"اُس دولت کو یاد کرتا ہے کہ جسکو اس نے جمع کیا اور اس کے طلب کرنے میں زبردست تگ و دو کی اور مشتبہات کی کوئی پروانہ کی کہ جو اس کو دولت جمع کرنے میں پیش آئے۔ یہاں تک کہ وہ دولت سے جدا ہوگیا۔"

دیکھا آپ نے آخری منزل پر پہنچ کر اسکو کیا غم کھائے جارہا ہے ۔۔۔ کس لئے آنسوں کی لڑیاں بہہ رہی ہیں ۔۔۔ یہی تو وہ علامتیں ہیں کہ جو اس کو آگے چل کر کچہری میں ندامت لئے ہوئے کھڑا کریگی ۔۔۔ چونکہ عمر بھر یہ حیات کا ناپ تول روپیہ، پیسہ سے کر رہا تھا۔ لہذا دولت اس کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔ مرتے مرتے بھی اسی فطرت کا رونا رو رہا ہے۔ کیا یہ بھول چکا تھا کہ فانی ۔۔۔ فانی کا ہمدرد ۔۔۔ وفادار ۔۔۔ اور دلدار نہیں ہوتا۔ اس سے یاوری کی توقع ایک زبردست خود فریبی ہے۔ ؏

رفتم بسر تربت محمود غنی گفتم کہ چہ بردی توز دنیای دنی
گفتا کہ دو زدرع زمین و ہفت زرع کفن گر خوب نظر کنی تو ہم مثل منی

• اندھا

اندھا ہے نہیں ۔۔۔ بنا ہے ۔۔۔ آنکھیں کھلی ہیں لیکن حقیقی بصارت سے خالی۔ اگر مادر زاد اندھا ہوتا تو ممکن تھا کہ علاج ہوتا ۔۔۔ لیکن یہ اندھا بنا بیٹھا ہے۔ اس نے تو حصول مقصد کے لئے اپنے آپ کو اندھا بنا دیا ہے۔ دیکھ کے بھی کہتا ہے کہ میں نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ سڑک چھاپ اندھا ۔۔۔ نقلی اندھا ۔۔۔ اس کا علاج ماہر ترین آئی اسپیشلسٹ بھی نہیں کرسکتا ۔۔۔ وے داتا کے نام کا راگ تو ہشت پہر آلاپتا رہتا ہے۔ اب اگر اس جیسے اندھے نے بصارت کا دعویٰ کیا تو اسکا بھانڈا

پھوٹ جائیگا ــــ اس طرح تو یہ رسوا ہو جائے گا۔ لہذا جب اسکا کاروبار زندگی اسی ایکٹنگ سے چلتا ہے تو چلنے دیجئے ــــ آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے ــــ اس جیسے قماش کے لوگوں کو پتہ ہے کہ کتنے ایسے تھے جو اندھوں کی طرح کثرت اور ثروت پر نازاں تھے۔ تعیش گاہوں میں فرحان و شادان تھے۔ قوت و شوکت پر مغرور تھے اور بلند قلعوں میں خنداں تھے...... لیکن پھر کیا......

آپ ذرا ان اشعار پر تھوڑی دیر کے لئے غور کریں۔ یہ امام علی نقی علیہ السلام سے منسوب ہیں۔ آپ فرماتے ہیں ــــ سن اے متوکل ــــ اے کبر و نخوت سے مملو بادشاہ !!

۱۔ باتوا علی قلل الجبال تحرسهم	غلب الرجال فما اغتنهم القلل
۲۔ واستنزلوا بعد عزهن ما قلهم	واسکنوا حفرا یا بئس ما نزلوا
۳۔ ناداهم (صارخ) من بعد دفنهم	این الاساور والتیجان والحلل
۴۔ این الوجوہ التی کانت منعمة	من دونها تضرب الاستار والکلل
۵۔ فافصح القبر عنهم حین ساءلهم	تلک الوجوہ علیها الدود تنتقل
۶۔ قد طال ما اکلوا دهراً وما شربوا	فاصبحوا الیوم بعد الاکل قد اکلوا

ترجمہ :۔

۱۔ وہ بلند و بالا پہاڑوں کی چوٹیوں میں بہادروں کے پہرے بٹھا کر رہے۔ لیکن پھر بھی بچ نہ سکے۔

۲۔ بلند قلعوں کی عزتیں پست ہو کر رہیں اور قبریں ان کی خواب گاہیں بنیں۔

۳۔ تدفین کے بعد ہاتف نے انکو صدا دی کہاں ہیں تمہارے تاج و تخت اور حسد کے لباس

۴۔ کہاں گئے وہ چہرے جو زیر نقاب رہا کرتے تھے اور ان پر دھول جمنے نہیں دیتے تھے۔

۵۔ ان کی قبر بعد دفن بولنے لگی۔ ان کے وہ زیبا چہرے اب زمین کے کیڑوں کا خوراک بن گئے۔

۶۔ نت نئی غذائیں اور رنگارنگ مشروب جو بے حد و حساب استعمال کئے تھے۔ آج یہ اس کے بدلے غذا بن گئے۔

کیا آپ اس حقیقت سے انکار کرسکتے ہیں۔ حیات کا پیرہن تو اتر چکا ہے ــــــ یہ لحد میں سوتے ہی پیش آنے والا ہے۔ اس میں اب اندھے پن کے ڈرامے کا کیا سوال ــــــ یہ بہلاوا آخر کب تک ــــــ یہ فریب کے دیے کب تک جلیں اسی تساہل اور تغافل کو دیکھکر کہا گیا۔

این العمالقة وابناء العمالقة ــــــ؟ این الفراعنة وابناء الفراعنة ــــــ؟ این اصحاب مدائن الرس ــــــ؟ الذین قتلوا النبین واطفأوا سنن المرسلین واحیوا سنن الجبارین ــــــ این الذین ساروا بالجیوش و هزموا بالالوف و عسکروا العساکر و مدنوا المدائن۔ (حضرت علی)

کہاں گئے عمالقہ اور ان کی اولاد ــــــ؟ کہاں گئے فراعنہ اور ان کی اولاد ــــــ؟ کہاں گئے اصحاب مداین ورس ــــــ؟ کہ جنہوں نے پیغمبروںؑ کو قتل کیا اور مرسلینؑ کی سنتوں کو خاموش کیا اور جباروں کے طور طریقوں کو زندہ کیا ــــــ؟ کہاں گئے وہ جنکے پاس بے پناہ لشکر تھا اور مغروروں کو شکست سے دو چار کردیا تھا ــــــ فوجوں پر فوجیں لا کھڑا کیں اور شہرہا تعمیر کئے۔

ہے کوئی جواب ہمارے پاس ـــــ ہے کوئی تجـــزیہ ہمارے پاس ـــ
نہیں! اور مرتے دم تک یہ سوال ہمارے رگ وریشے میں بسا رہے گا۔ لاکھ جواب
ڈھونڈیں مگر پھر وہی ڈھاک کے تین پات۔

ہاں چشم بصیرت ہی ان کے راز کو پاسکتی ہے ـــــ اندھا تو سرسری نظر ڈال
کرگذر جائیگا کیونکہ اس کو یہ دل بہلانے والی داستان کی حد تک ہے ـــــــ یہ
اساطیر الاولین کے زمرے میں ہے ـــــ لیکن اس کی اس خوش فہمی کے باوجود بھی یہ
حقیقت ہے کہ یہ سب لوگ اسی کرۂ ارض کے رہنے والے تھے ـــــ ہم ہی جیسے
تھے ـــــ آسمان نے بارہا ان کا عروج بھی دیکھا اور پھر ان کی بے چارگی بھی دیکھی
ـــــ ان کی بلند و بالا حویلیاں بھی دیکھیں ـــــ پھر ان کے کھنڈرات بھی دیکھے ـــــ
ان کے دربار بھی دیکھے اور ان کے قبرستان بھی دیکھے۔ یہ پورا آسمان گواہ ہے کہ اس
نے بنتے بگڑتے انگنت دیکھے ـــــ ہنسیاں بھی دیکھیں اور آنسو بھی دیکھے ـــــ کیا
کچھ نہیں بس مسکراتا رہا ـــــ

لہٰذا انسان رُکے ـــ جھکے اور سوچے کہ میری بساط حقیقت کیا ہے۔

O' you old and big home old age has made hoary, how will you feel when rings of fire will touch the bones of your neck, and hand cuffs hold so hard that they eat away the flush of the forearms? (Fear) Allah! Allah! O' crowd of men, while you are in good health before sickness (grips you) and you are in ease before straitness

(overtakes you). You should try for the release of your necks before their mortgage in four closed, your eyes, thin down bellies, use your feet, spend your money, take your bodies and spend them over yourselves and do not be niggardly about them, because Allah the glorified, he said: If you help (in the way) of Allah, he will (also) help you, and will set firm your feet.
(Quran: 47:07)
(Nahjul-Balagha, Sermon: 182)

"اے عمر رسیدہ انسان! بڑھاپے اور سستی نے تجھے گھیر لیا ہے۔ (وہ وقت ذرا یاد کرو) جب آہنی طوق جو آتشین انگاروں سے بنی ہے تمہاری گردن کی ہڈیوں میں اتر جائے گی اور دہکتی آگ کی زنجیریں تمہارے بدن کے جوڑ بند میں باندھی جائینگی کہ جس سے تمہارا گوشت گل سڑ جائے گا ـــــ اے بندگان خدا! صرف خدا ہی کیلئے اپنے آپ کو وقف کرو ـــــ قبل اس کے کہ تمہاری تندرستی پر غم انگیز بادل چھا جائیں ـــــ تمہاری فارغ البالی پر عزبت و افلاس کی کراہیں مسلط ہو جائیں ـــــ تلاش حق کے لئے کوشاں رہو قبل اس کے کہ رحمت کے دروازے تم پر بند ہو جائیں ـــــ اپنی گردنوں کو آزاد کردو ـــــ گہری نیند سے بیدار ہو جاو ـــــ شکم پروری کو تج دو ـــــ اپنے نفوس کو بخشندگی عطا کرو ـــــ بخیل بنکر بخشندگی پر یاسیت کی پژمردگی پڑنے مت دو۔"

حجت تمام ہوئی ـــــ جو کچھ کہنا تھا ـــــ کہدیا گیا ـــــ جو کچھ بھی بولنا

تھا ـــــ بول دیا گیا ـــــ سنبھلنا نہ سنبھلنا اب آپ کا کام ۔ چاہو تو جنت نشان بنو چاہو تو جہنم سوزاں بنو اسلام نے تجھے اس معاملے میں آزاد چھوڑ دیا ہے ـــــ اسلام کا کام دامن گدائی کرنا نہیں ـــــ اسلام دامن روائی کرتا ہے ـــــ مجبور اسلام نہیں ہم ہیں۔ ضرورت اسلام کو نہیں، ہمیں ہیں۔ اس نے تو عمل صالح اور غیر صالح کے دونوں خطوط ابھاگر کئے ہیں ـــــ اور دونوں روشن ہیں۔ اب کون سے خطوط انسان کو بھاتے ہیں یہ اس کی اپنی مرضی پر منحصر ہے۔

اناھدینٰہ السبیل اما شاکراً و اما کفوراً " الدھر" ہمارا کام راستہ بتانا ہے ـــــ چلنا نہ چلنا تمہارا کام ـــــ شاکر و کافر کے زمروں کا تعین کرنا تمہارے ذمہ۔ یہیں پر بصیرت کا کام ہے ـــــ اسی منزل پر دانش سے انتخاب کرنا ہے۔ ورنہ بینا اور نا بینا کا کیسے پتہ چلے۔

● ساتھی

ہر سفر پر جانے کے لئے انسان ساتھی تلاش کرتا ہے ـــــ چاہے سفرِ معصیت ہو یا سفرِ ثواب۔ ارادۂ سفر اور عزم سفر ہی سے ساتھی کی طلب رہتی ہے۔ تاکہ ایک تو راستے کی کلفتوں میں راحت کا سامان رہے اور اس کے ساتھ ساتھ اکیلے پن سے چھٹکارا ملے ـــــ راہرو تو بہت ملتے ہیں۔ لیکن انکا کیا بھروسہ۔ نہ جانے کب ساتھ چھوڑ دیں ـــــ نہ ان کے مزاج کا علم نہ ان کے وطیرہ کا پتہ ـــــ لہذا اپنا ہی ساتھی اگر ـــــ ساتھ چلے تو سفر اطمینان سے کٹتا ہے۔ یہ جہاں سے چلے ـــــ ساتھی بھی چلے ـــــ جہاں تک جائے ـــــ ساتھی بھی جائے ـــــ رات دن اکٹھے دونوں ایک دوسرے کے ہمنشین ـــــ لیکن جو بھی سفر کو جاتا ہے ـــــ نکلنے کے وقت بھی گھر کا خیال ـــــ

راستے میں بھی گھر کا خیال۔ منزل پر پہنچ کر بھی یہی سب کچھ دل و دماغ میں رہتا ہے اوراب واپس آجانے کی تمنا تڑپ رہی ہے۔ گھر کا پورا منظر سامنے آرہا ہے۔ بچے یاد آرہے ہیں ـــــ عزیزو اقارب کی یادیں بے چین کئے دیتی ہیں۔

یہ تو یہاں کے سفر کی روداد حقیقت ہے جسمیں ہم سبھی بندھے ہوئے ہیں ـــــ لیکن جو کل کا سفر ہے ـــــ اس سفر پر جانے کے لیے آپ کو ساتھی ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ـــــ ڈھونڈ بھی لیتے ـــــ لیکن اجازت نہیں ہے ـــــ کل کے ساتھی کا انتخاب کا حق تجھے نہیں دیا گیا۔ اسکا انتخاب تو ہو چکا ہے ـــــ یہ تم نادان تھے کہ تم نے کبھی بھی اسکو ساتھی نہ سمجھا ـــــ یہ عمر بھر آپ کے ساتھ رہا۔ وسعت اور عُسرت میں ـــــ سفر میں حضر میں ـــــ صحت و مرض میں اس نے تمہیں تنہا نہیں چھوڑا ـــــ آپ کی بے رُخی کی طرف اس نے کبھی بھی آپ کی طرف دھیان نہیں دیا ـــــ پوری زندگی اس سے کٹ کے گزاری ـــــ اس کے باوجود اس نے ساتھ نہ چھوڑا ـــــ کل کے سفر کے آغاز کے ساتھ ہی یہ آپ کے ہمرکاب چلا ـــــ آنحضورؐ فرماتے ہیں ـــــ انی ترکت فیکم واعظین صامتاً و ناطقاً فالصّامت الموت والناطق القرآن۔ میں تم میں دو نصیحتیں چھوڑ رہا ہوں ۱؎ صامت ۲؎ ناطق ـــــ صامت موت اور ناطق قرآن۔

صامت تو بولتا نہیں۔ لہذا آپ یہ کہکر آزاد نہیں ہیں کہ میں چونکہ اس کی آواز سنتا نہیں ہوں لہذا اسے فکر کیوں کی جائے۔ ناطق تو موجود ہے۔ یہ خیر سے بولتا ہے ـــــ اجتماعی اور انفرادی زبان بھی رکھتا ہے ـــــ اس کا ہر ہر لفظ بول رہا ہے ـــــ یہ نہ صرف بولتا ہی ہے۔ بلکہ دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے۔ یہ ہماری

ہر ایکشن نوٹ کر رہا ہے ـــــ ہماری ہر ادا ریکارڈ کر رہا ہے۔ اس سے اغماض بصر تو ممکن نہیں ـــــ اس سے اعراض کر نہیں سکتے ـــــ اس سے منہ پھیر نہیں سکتے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے پردے حایل نہیں کر سکتے ـــــ اس کے بولنے پر پہرے نہیں لگا سکتے ـــــ لہذا آپ کے نہ ماننے سے اسکی افادیت پر اثر نہیں ـــــ آپ کے ترک تعلقات سے اس کے مزاج میں فرق نہیں ـــــ آپ کی بے رخی سے اسکی دھڑکنوں میں ٹھہراو نہیں اس کے سامنے تو آپ کے تمام تر توہمات نیم بسمل ہیں ـــــ آپ کے تمام عذرات درماندہ ہیں ـــــ یہ رات دن ـــــ ہر آن ـــــ ہر لمحہ ہم سفر ہونے کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔ یہ اس فریضے پر مامور ہے۔ لہذا نہ اسپر اونگھ آنے کا سوال ـــــ نہ بے خبری کا عالم طاری ہونے کا مسئلہ تنگیٔ داماں کی شکایت آپ اس سے نہیں کر سکتے ـــــ کہالت پسندی کا طعنہ آپ اس کو دے نہیں سکتے۔ ذرا سا دم لینے کی بات اس سے کر نہیں سکتے ـــــ تمہارے بطن مادر سے نکلتے ہی حیات کی پگڈنڈیوں سے ہوتے ہوئے تمہارے درگور ہونے تک اس نے ہر ہر آن کلفت بھری راہوں کی نشاندہی کرنے میں اس نے کبھی بھی انحراف نہیں کیا ـــــ اس نے نیک و بد بتانے میں کبھی بھی بخل سے کام نہیں لیا ـــــ لیکن یہ تم تھے تم ـــــ جس نے اسکی ہر صدا کو نقار خانے میں طوطے کی آواز کے مترادف سمجھا ـــــ اس الزام تراشی کے باوجود تم منکر نہیں ہو سکتے ہو کہ اس نے آواز نہ دی ـــــ اگر تم انکار بھی کرو گے ـــــ مگر کائنات کا رواں رواں اس کی ان صداؤں کا گواہ ہے ـــــ اللہ تعالیٰ کا حتمی وعدہ ہے۔

ولقد ذرانا لجهنم كثيراً من الجن والانس لهم قلوب لايفقهون

بہا و لہم اذان لا یسمعون بہا و لہم اعین لا یبصرون بہا اولٰئک کالانعام بل ھم اضلّ ما اولٰئک ھم الغافلون (الاعراف) میں بھر دوں گا جن وانس سے جہنم کو (اس لئے کہ) ان کے دل تھے لیکن سمجھنے سے قاصر ـــ کان تھے لیکن سننے سے عاری ـــ آنکھیں تھیں لیکن دیکھنے سے محروم ـــ یہ لوگ چوپائے ہیں بلکہ چہارپا سے بھی بدتر اور یہ سبھی خواب غفلت میں پڑے تھے۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حق دیکھکر اور حق سنکر بھی یہ منکر جایا کرتے تھے ـــ اعراض کرنا تو ان کی گھٹی میں پڑا تھا ـــ نہ سننا اور نہ دیکھنا تو ان کا وطیرہ تھا۔ اسی لئے تو یہ جہنم میں جائیں گے ـــ لہذا عقل کا تقاضا ہے کہ بات سنی جائے ـــ سمجھی جائے ـــ اور حق کو حق کی نظر سے دیکھا جائے ـــ اس کے بعد جو حق کے تقاضے ہوں ان پر عمل پیرا ہو جائے ـــ حق کے سامنے ہوتے ہوئے کسلمندی کا بہانہ نہ بنایا جائے کہ کسی اور وقت پر دیکھیں۔ بلکہ جب بھی حق سامنے ہو اُس کو اُسی نظر سے اور اُسی وقت دیکھا جائے۔

ارحم الرّاحمین نے رحمۃً للعالمینؐ کے ہاتھوں رحمتوں اور شفقتوں سے مزیّن و مملو دستور بشکل قرآن مجید بھیجا ـــ آپ نے خود بھی آئین الٰہیہ کی حد بندیاں بتلا کر ان میں رہتے ہوئے اس پر عمل کیا اور ہمیں بھی حکم دیا کہ تم لوگ بھی اس دستورِ رحمانی کی پاسداری کرنا ـــ اور جہاں ہماری نازک طبیعتیں مچل اٹھیں تو اپنے انمٹ فرامین کے ذریعے ہماری اضمحلال یافتہ ضرورتوں پر مرہم رکھا ـــ ہماری خواہشات کا مداوا کیا ـــ پوری حیات مقدسہ میں اسی فکر میں لگے رہے کہ میرے حقیقی ماننے والے جسطرح یہاں اخلاق و آداب اور اعمال و اقوال میں نکھر جانے

چاہیں اسی طرح آخرت میں بھی سرخ روئی کے ساتھ کھڑے ہو جائیں ـــــ اب ان کی تمناؤں کا خون وہی کریگا جو بد بختانہ اطوار کی وجہ سے دارین کا مجرم بن جانا چاہتا ہو۔

ہم سبھی جانتے ہیں کہ زندگی مستعار ہے ـــــ یہ ایک نہ ایک دن ساتھ چھوڑ دے گی۔ پھر تنہائی ہے ـــــ وحشت افزا منزلیں ہیں ـــــ پر ہول سناٹے ہیں ـــــ خون کر دینے والی غربت ہے لہٰذا ان ہولناک منازل کی اندھیری راہوں کے چراغ اگر اس لامتناہی سفر پر جانے سے پہلے ہی تیار رکھے جائیں تو ممکن حد تک سفر کی صعوبتوں سے نجات مل سکے گا۔

ذرا آپ بھی گوش بر آواز ہو جائے۔ شرط یہ ہے کہ طبیعت کا گریباں چاک ہو ـــــ ان انا نقلت علیٰ مثل حالی الیٰ قبری لم امھد لرقدتی و لم افرشہ بالعمل الصالح مضجعی۔ اگر میں اپنی خواب گاہ (قبر) میں اس طرح داخل ہو جاؤں کہ میں نے اعمال صالح کو نظر انداز کیا ہو ـــــ کہ مجھے استراحت ملتی فمالی لا ابکی ـــــ پس میں کیوں نہ روؤں ابکی لخروج نفسی ـــــ ابکی لظلمۃ قبری ـــــ ابکی لضیق لحدی ـــــ ابکی لسؤال منکر و نکیر ایای لخروجی من قبری عریانا ذلیلاً حاملاً ثقلی علیٰ ظھری انظر مرۃ عن یمینی و اخری عن شمالی اذ الخلائق فی شان غیر شانی لکل امریٔ منھم یومئذ شان یغنیہ و وجوہ یومئذ مسفرۃ ضاحکۃ مستبشرۃ و وجوہ یومئذ علیھا غبرۃ ترھقھا قترۃ و ذلۃ ـــــ مجھے جان دینے کی گھڑی کو دیکھکر رونا چاہیئے ـــــ مجھے قبر کی وحشت خیز تاریکی کو دیکھکر رونا چاہیئے ـــــ مجھے اس وقت کے منظر کو دیکھکر رونا چاہیئے جب میں عریان ـــــ ذلیل اور اعمال کا سنگین بوجھ پیٹھ پر لادے ہوئے نکلوں گا ـــــ کبھی اپنے داہنی

طرف دیکھتا رہوں گا اور کبھی بائیں طرف نظریں کرتا رہوں گا اور لوگ ایک دوسرے سے مختلف ہونگے اور ہر ایک اپنے اعمال کی زنجیروں میں بندھا ہوا ہوگا ـــــ وہی تو کامیاب و کامران ہوگا جس کا چہرہ مسکراتا ہوا ہشاش بشاش ہوگا اور جن کے چہروں پر دھول اڑرہی ہوگی یہ وہی لوگ تو ہونگے جو ذلت اور رسوائی سے دوچار ہونگے۔

(امام زین العابدینؑ)

یہی سب کا حال و احوال ہے ـــــ کوئی بھی بری نہیں ہے ـــــ لذتیں مٹ گئیں ـــــ مدھر مستیاں چھوٹ گئیں ـــــ چاہتوں کے تاج محل کھنڈر بنے ـــــ خواہشات کی نبضیں رُک گئیں ـــــ دھڑکنوں نے زیروبم کھودیا ـــــ دیکھتے ہی دیکھتے کل نے کل کا ڈنکا بجا دیا ـــــ آہستگی سے آج نے کل کا ساتھ چھوڑ دیا ـــــ امروز و فردا کے رشتے میں دراڑ پڑ گئی ـــــ عشرت کدے ماتم کدے بنے ـــــ ہستی کا پیرہن تار تار ہوا ـــــ ہنستے نغمے غمزدگی کا راگ آلاپنے لگے ـــــ اب صرف کل ہے ـــــ فردا ہے ـــــ یار چھوٹ گئے۔ احباب نئی راہوں پر دور چلے گئے ـــــ اقربا نے بے رخی برتی اور گھر والوں نے منہ موڑ لیا۔

لیکن ان سب حقائق کے باوجود ناطق قرآن نے ساتھ نہ چھوڑا ـــــ جانکنی کے وقت سرہانے موجود تھا ـــــ اور جب ہم نے ہوش و حواس کھو دیئے تب بھی ساتھ رہا ـــــ منوں مٹی تلے جب لوگ داب کے چلے یہ بھی ساتھ ہی دفن ہوا ـــــ ہماری طرح گھبرایا نہیں ـــــ لحد میں گلے سے گلا ملا کر رہا ـــــ جب بھی ہم سے سوال ہوا تو یہ حاضر تھا ـــــ جب جب ہم پر اس کرب ناک منزل میں قیامتیں ٹوٹ پڑیں اس نے گھبرا کے ہمارا ساتھ نہ چھوڑا ـــــ ہمارے کفن بوسیدہ ہوئے۔

ہمارا گوشت گل سڑ گیا ــــ پھر بھی اس نے رفاقت نہیں چھوڑی ــــ اللہ! اللہ! یہ کیسا تعلق ــــ یہ کیسی شفقت ــــ؟ یہ کیسی وُسعت قلبی مستعار حیات میں جس کے ساتھ منزل بہ منزل ترک تعلق کیا ــــ جس کو قدامت پرستی کا طعنہ دیا ــــ جس کو فرسودگی کا پلندہ کہا ــــ جسکی گوناگوں مہربانیوں کو روند کے چلے ــــ جسکو طاق نسیان بنا دیا تھا ــــ آج اس تمام سلوک کے باوجود اس کو ہمارے ساتھ انمٹ لگاؤ ہے اسکو ہماری اس بے بسی اور بے کسی پر رحم آتا ہے ــــ سامنے ہے ــــ دل دہلانے والے اندھیرے میں صاف نظر آرہا ہے ــــ جیسا کہ زبان حال سے ہم سے کہہ رہا ہے۔ کہ میں تو قدم قدم پر تجھے اسی بھیانک مسکن کو آباد کرنے کی تہدید کررہا تھا ــــ یہی تو وہ عالم تنہائی ہے جسمیں آجانے کے لئے میں تجھے صبح و شام بیدار کرتا رہتا تھا ــــ کیا میں نے ہمدردانہ لہجے میں تجھ سے نہیں کہا تھا۔ کہ ان ہی راہوں پر گامزن ہوجانے کے لئے سامان مہیا رکھو ــــ؟ کیا دل کی گہرائیوں سے نہیں کہا تھا؟ کہ دیکھو آنے والی منزل نہایت ہی پُرپیچ ہے اور اس پر بلا کا گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے لہذا چراغ راہ تیار رکھو ــــ یہ بھی تو کہا تھا کہ بہک اور بھٹک کر اپنی ابدی آرام گاہ کو لپکتے شعلوں کی نذر کرنے سے باز رہو ــــ دیکھو دوست تجھ سے دنیا چھوٹ گئی ــــ سبھی چلدیئے کہ میں تمہارے ساتھ آیا۔ پتہ ہے کیوں ــــ؟ سنو! آج میں تمہارے ہر نشیب کو نشیب کہوں گا اور ہر فراز کو فراز بولوں گا۔

کتنا بے خوف ــــ کتنا نڈر ــــ کتنا بے باک اور صاف گو ساتھی ہے ــــ اب کا ہنپنا فضول ــــ گھبراہٹ سے کچھ بننے والا نہیں ــــ ڈرنے سے کیا حاصل ــــ اب ساتھی سے لڑتے لیکن ہاتھ پیر شل تاب و طاقت دم بخود ــــ

ادھورے سفر سے واپس پلٹ آتے۔ لیکن فرار کی راہیں مسدود — بھاگنے کے مواقع نہیں — منہ بسور کر بیٹھنے سے بات بنے گی نہیں — چھپ جاتے — لیکن کہاں چھپیں۔

• پولیس

مجرم اور پولیس — ان کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جرم۔ مجرم اور پولیس لازم و ملزوم ہیں۔ محکمہ پولیس انسداد جرم ہی کے لئے تو بنایا جاتا ہے — اس کے کچھ قاعدے اور قانون ہوتے ہیں — یہ امن عامہ کی زلفیں سنوارنے کیلئے بنایا جاتا ہے — عامی مجرم تو اس محکمے سے کانپتا ہے۔ لیکن عادی مجرم کا تو یہ اپنا ہی محکمہ ہوتا ہے — مجرم کی جیبیں جب بھر جاتی ہیں۔ تو کبھی کبھی وہ اس محکمے سے وابسطہ افراد کی جیبیں بھی گرماتا ہے۔

انسان عمر کی جو بھی حد پار کرے — لہذا جرم کی بھی کوئی حد مقرر نہیں کی جاسکتی — اور جرم تب جرم ہوتا ہے کہ جب یہ کیا جائے — جس طرح شراب گناہ تب بن جاتا ہے جب یہ انگور سے نچوڑا جائے اور پیا جائے — اور جرم بذات خود ایک برُے فعل کا نام ہے۔ لہذا جہاں بھی — جب بھی انسان سے جرم سرزد ہوتا ہے۔ تو مجرم کی نیند اڑ جاتی ہے۔ کہ کہیں افشاء جرم نہ ہوجائے۔ — مادّی دنیا کے جھمیلوں میں وقوع جرم کے بعد کی کیفیتوں سے وکیلوں کی جرح و تعدیل اور بحث و تمحیص کے پیمانوں پر سزاوں کا انحصار ہوتا ہے۔ لہذا بڑے بڑے جرائم میں وکلاء کی چابکدستی سے اصلی مجرم بھی صاف چھوٹ جاتے ہیں — اور بے گناہ سزا پاتے ہیں۔ یہ روپیوں کا ہیر پھیر، قاتل و مقتول کے

مابین قانون کو کند چھری سے ذبح کروادیتا ہے اور انصاف سربگریباں ہو جاتا ہے۔

آیئے ذرا تھوڑا سا خاکہ اسلامی قوانین کا فطرت میں کھینچ کے دیکھیں۔ عمداً اور قصداً وہ کام کرنا جو حکم الٰہی سے متصادم اور متحارب ہو ـــــ جرم کہلاتا ہے ـــــ اب اگر یہ تصادم عبد اور معبود کے مابین ہو تو اس کے "عفو" کے لئے متعین راہوں کی واضح نشاندہی کردی گئی ہے ـــــ اور یہ عفو ـــــ بصورت "توبۃ النصوح" کے بعد وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اور اب اگر یہ تصادم عبد اور عبد کے درمیان ہو تو جب تک عبد ـــــ عبد کو معاف نہ کرے۔ جرم ہر حال میں جرم رہیگا اگر عبد نے عفو اور درگذر سے کام لیا تو رب جلیل بھی بندے کا جرم بخش دیتا ہے اور اس جیسے جرائم حقوق کے دائرے میں محصور ہیں۔ ایسے بھی جرم ہیں جو وقتی تسکین کے حصول کے لئے اختیاراً یا جبراً کئے جاتے ہیں۔ چونکہ ان جرائم کی سزائیں قانون الٰہی میں واضح ہیں۔ لہٰذا ان کی سزا بہرحال اٹھانی ہے۔

آئین الٰہیہ اس لئے ہر آئین سے بالاتر ہے کہ یہاں نہ مصلحت کار فرما ہے۔ نہ انسان کے اسٹیٹس کو خاطر میں لایا جاتا ہے۔ یہاں تفریق کی ہر دیوار کو مسمار کردیا گیا ـــــ عالم و جاہل یکساں سلوک کے روادار ہوتے ہیں۔ کیونکہ حدیث میں واضح کیا گیا ہے کہ انّ الجنّۃ لمن اطاع اللّٰہ و لو کان غلاماً حبشیاً و النّار لمن عصی اللّٰہ و لو کان سیداً قریشیاً ـــــ جنت ہر اس شخص کے لئے ہے جو اطاعت الٰہیہ کرے گو کہ وہ غلام حبشی ہی کیوں نہ ہو اور جہنم ہر اس شخص کے لئے ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے اگرچہ وہ قریشی سید ہی کیوں نہ ہو اور آئین الٰہیہ نے

اعلان کردیا ـــــ انا خلقنٰکم من ذکرٍ و انثیٰ و جعلنا کم شعوباً و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم ـــــ ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے خلق کیا پھر گروہ اور قبائل میں قرار دیا۔ ہمارے ہاں مکرم و محترم صرف وہی ہے جو ہمارے آئین کی پاسداری کرتا ہو۔ (القرآن)

ہم نے بتادیا کہ آئین الٰہیہ کے اہداف میں جرم دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جسکا تعلق آئین کے مالک و خالق کے ساتھ ہے ایک وہ جسکا تعلق مخلوق الٰہی کے ساتھ ہو۔ لہٰذا لازمی ہے کہ بخشش کے بھی دو ذریعے ہوں گے ـــــ ایک کی بخشش اللہ کے ہاتھ میں ہے دوسرے کی بندے کے ہاتھ میں ہے ـــــ اب یہ جرم انفرادی نوعیت کا ہو یا اجتماعی عمل دخل سے تعلق رکھتا ہو ـــــ خالی جرم ہی مسئلہ نہیں ـــــ بلکہ جرم کا واقع ہونا قوانین کی تعزیرات کے دائرے میں آتا ہے۔

جرم اب جس عنوان کا ہو ـــــ ہر حال میں مذموم صفت ہے۔ چاہے یہ سماجی جرم ہو یا مذہبی ـــــ ہر دو حیثیت میں اسکو ایک برُے فعل سے تعبیر کیا گیا ہے اور جب یہ سرزد ہوتا ہے تو دشنام کی طرح انسان کے رگ وپے میں زہر گھول دیتا ہے ـــــ وجدان میں تہلکہ مچادیتا ہے ـــــ خرمن امن پر بجلیاں گراتا ہے ـــــ ممکن ہے کہ معاشرے میں جرم کے واقع ہونے سے قدرے راحت کے راستے میسر ہوں۔ لیکن اللہ کے آئین میں اسکے وقوع پذیر ہونے سے چین و آرام صرف ان لوگوں کا لٹتا ہے۔ جو آخرت سے خائف و ترساں ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کو علم ہوتا ہے کہ جن دفعات کی خلاف ورزی کی ان ہی دفعات میں یہ بھی آیا ہے کہ سزا کے وقت رشوت کا نام ونشان نہیں ـــــ جرح و تعدیل کی بھول بھلیاں

نہیں ــــــ عزت و توقیر کا شائبہ نہیں ــــــ مصلحتوں کا تقاضا نہیں ــــــ آنسوؤں اور سسکیوں کا کام نہیں ــــــ نظریہ ضرورت کے تحت انصاف کا خون نہیں۔

یہاں قانون اندھا ہے ــــــ یہی وجہ ہے کہ سٹیچو Statue کے ہاتھ میں ترازو اور آنکھوں پر پٹی نظر آتی ہے۔ لیکن وہاں قانون با بصیرت ہے۔ یہاں عدل میں توازن نہیں وہاں کے عدل میں استحکام ہے ــــــ یہاں قانون سازی کی بنیاد معاشرے کی مصلحتوں کے اتار و چڑھاو پر ہے وہاں اعمال کی بنیاد پر قانون کی عمل آوری ہے ــــــ یہاں دولت بولتی ہے وہاں عمل بولے گا۔

یہی وجہ ہے کہ قانون الٰہیہ میں "مجرم" کا ذکر زجر و توبیخ کے ساتھ ہوا ہے ــــــ ذرا یہ شق ملاحظہ کریں۔ کہ کس طرح مجرم بننے اور نہ بننے کا اختیار انسان کو سونپا گیا ہے۔

و یاقوم استغفروا ! اے لوگو! مل جل کر گناہوں کی معافی مانگو ــــــ ثم توبوا ــــــ اسکے بعد مل جل کر توبہ کرو ــــــ (اگر تم ایسا کروگے) یرسل السمآء علیکم مدرارا ــــــ ہم بلندیوں سے تم پر رحمت باراں کا نزول کریں گے ــــــ (اس سے کیا ہوگا) و یزدکم قوۃ الی قوتکم ــــــ تمہاری طاقت کو اور طاقتور بنادیں گے (یعنی معشیت میں تم کو اس قدر نہال کریں گے کہ تم اور کسی کے دست نگر نہیں بنوگے) ولا تتولوا مجرمین (ایسا نہ کرکے) مجرمین کی ہمراہی نہ کرو (الھود)

لیجیۓ جناب معاملہ صاف ہوگیا اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ کیا آپ اپنے آپ کو اس شق کے مطابق ڈھال لیتے ہیں ــــــ یا اس سے اعراض کرتے ہیں۔

دونوں راستے اب آپ کے سامنے ہیں۔

لیکن واکثرھم الکافرون ـــــ واکثرھم الفاسقون ـــــ واکثرھم لا یعلمون کے کثیر المعنیٰ اصطلاحات بتا رہے ہیں۔ کہ جرم کر کے نہ احساس جرم ہے۔ نہ ندامت ہے اور نہ ہی پشیمانی ـــــ اور جب یہ سب کچھ نہیں ہے تو بخشش کس لئے ـــــ؟ توبہ کیوں ـــــ؟ درگزر کی کیا ضرورت ـــــ؟ کیونکہ ایک دوسرے کی برابری کرنا رگ و ریشے میں بجلیاں بھر رہا ہے ـــــ خرمن آرام کی بنفسوں میں جوالا مکھی تڑپ رہا ہے ـــــ روئیں روئیں میں طلب کی سوزو تپش انگارے بھر رہی ہے ـــــ موندھ لی آنکھیں ـــــ پھیر لیا منہ ـــــ حیا کی چلمن اتار پھینکی ـــــ اسقدر رو گردانی ـــــ اس قدر اعراض کہ اف رے شوئیٔ قسمتِ ما کج روی اور بے مروتی کا بانکپن جب بدبختی سے بکھر گیا تو قانون نے آواز دی "ولا تتقولوا مجرمین" مجرمین کی فہرست میں اپنا نام درج نہ کراو ـــــ لیکن ہے کوئی ایسا لمحہ کہ جب Yes sir کہنے سے کتراتے ـــــ جب ہم نے We admitted نہیں کہا ـــــ ہے کوئی ایسا لمحہ جب ہم نے چشم بصیرت پر پٹی نہ باندھی ہو۔

اور جب خستگی اور بے چارگی نے بوسیدگی کا پیرہن پہنا ـــــ ہاتھ پیر بہت مارے لیکن قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم ثم الیٰ ربکم ترجعون ـــــ کہدو ! ملک الموت جو تمہارے اوپر تعینات ہے وہی تمہاری روحوں کو قبض کریگا۔ اس کے بعد تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹا دیے جاؤ گے۔

ابھی آیا نہیں آنے کے لئے پر تول رہا ہے ـــــ ہم تو بستر میں کروٹیں

بدل بدل کر درد سے چور بے سُدھ بدھ پڑے ہیں ـــــ اچھا بھلا بستره سلوٹوں میں آناً فاناً بدل گیا ـــــ سکونِ نبض کی ہر دوا ٹیبل پر پڑی ہوئی تمسخر اڑا رہی ہے ـــــ ایکسرے کی فلمیں اپنی افادیت کھوچکی ہیں ـــــ ای، سی، جی کی ریلیں بے ترتیبی سے ماند پڑچکی ہیں ـــــ سونوگرافی کی رپورٹ منہ چڑا رہی ہے ـــــ بس ہوگئی ہم سب کی کوششیں بے کار ـــــ ہم سب کی تگ و دو لا حاصل ـــــ تمناؤں کا خون ہونے کو آیا ـــــ آرزوؤں کا جنازہ اٹھنے کو ہے۔

ولو تریٰ اذ الظالمون فی غمرات الموت والملآئکۃ باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون العذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللہ غیر الحق وکنتم عن آیاتہ تستکبرون ـــــ اگر تم دیکھتے کہ یہ ظالم موت کی سختیوں میں پڑے ہیں اور فرشتے ان کی طرف جان نکالنے کے واسطے ہاتھ بڑھا رہے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ اپنی جانیں نکالو آج ہی کے دن تم کو رسوائی کے عذاب کی سزا دی جائے گی۔ (الانعام)

ولو تریٰ اذ یتوفی الذین کفروا والملآئکۃ یضربون وجوھھم وادبارھم وذوقوا عذاب الحریق اگر آپ دیکھتے کہ جب ہمارے کارندے ان کو گرفتار کرنے کے لئے آتے ہیں تو ان کے چہروں اور ان کی پشت پر ضرب لگاکر کہتے ہیں کہ جلنے والے عذاب کا مزہ چکھ لو۔ (الانفال)

دیکھا آپ نے ابھی آ ہی رہا ہے اور مجرم کی حالت کیا ہے ـــــ ساتھ ہی کیا رسوائی ہے اور جلنے والے عذاب کی طرف چلنے کا حکم ـــــ آ گئے اللہ کے کارندے دندناتے ہوئے ـــــ کون روکے گا ان کو ـــــ کہہ دیتے کہ بیماری

نے اسکا جوڑ بند ہلا کے رکھدیا ہے ـــــ ذرا سادم سنبھالے پھر آ جانا ـــــ کیا مانیں گے وہ ـــــ ؟

• غلط فہمی

کہا جاتا ہے کہ دکھ ـــــ درد چونکہ غربت اور افلاس کی وجہ سے ہے. لہذا انسان ان غموں کے ازالہ کے لئے ہاتھ مارتا ہے ـــــ جب کشکول سے بات بنتی نہیں ـــــ تب قدم بہک اٹھتے ہیں ـــــ بیماری تہی دامانی ہی کی تو پیداوار ہے. ـــــ ڈکیتی ـــــ قتل ـــــ لوٹ مار کا سبب عُسرت ہے ـــــ اور اس پر طرہ یہ کہ سرمایہ داری ان افعال پر تیل کا کام کرتی ہے۔

سماج نے ان کی یہ بات مانی ـــــ اور ایک دل لبھانے والا نعرہ مارا ـــــ وہ ہے مساوات ـــــ ہیگل سے لیکر کارل مارکس تک اس کے ہم نوالہ و ہم پیالہ بنے نتیجہ سامنے ہے مساوات نے گو کہ وقتی تفریق مٹا بھی دی ـــــ لیکن سرمایہ کی تقسیم کاری میں جو اسلامی نظام کا مطالبہ تھا وہ یکلخت رک گیا ـــــ ہر مد پر پہرے بیٹھے ـــــ ایک دوسرے کے دکھ و درد سے انسان بے فکری کا شکار ہوا ـــــ چھینا جھپٹی نے نفرتوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کیا ـــــ عزت و توقیر سر بازار نیلام ہوا ـــــ کشمکش نے عصبیت کو بام عروج پر پہنچا دیا۔ علیت کا دم گھٹ کے رہ گیا ـــــ

اسلام نے مساوات نہیں مواسات معاشرے کے زخموں کا مداوا بتا دیا تھا. اور اس پر انعام و اکرام بھی رکھا تھا ـــــ جبر کے بجائے رضا پر اسکی بنیادیں استوار کی تھیں ـــــ اور اس مواسات میں کسی کا بھی حق تلف نہیں ہو سکتا تھا ـــــ یہ

دل کی گہرائیوں اور گہرائیوں پر چونکہ مبنی تھا۔ لہٰذا ہر حیثیت سے انسان کے تقدس کو بحال رکھ سکتا تھا ـــــ اس عطا پر یہ خود بھی کما سکتا تھا اور جسکو عطا کرتا وہ بھی نہال ہوتا۔ لیکن جب مواسات کو مساوات میں "ماڈرنائز" کرکے ہم سرمایہ کاری کی جبری تقسیم میں لگے تو معاشرہ انگنت امراض کا شکار ہوا۔

حدیث قدسی میں آیا ہے۔ قل للمؤمنین لا یطعموا مطاعم اعدائی ـــ ولا یلبسوا لباس اعدائی ولا یسلکو مسالك اعدائی ولا یشاکلوا بما شاکل اعدائی فیکونوا اعدائی کما هم اعدائی۔

اللہ فرماتا ہے۔ مومنین سے کہہ دیجئے ـــ دشمنوں کا سا کھانا نہ کھائیں ـــ دشمنوں کا سا لباس نہ پہنیں دشمنوں کا سا مسلک نہ اپنائیں ـــ دشمنوں کی سی شکل وصورت نہ بنائیں ـــ اگر وہ ایسا کریں گے تو تم بھی اسی طرح میرے دشمن ہو جس طرح وہ میرے دشمن ہیں۔

کیا اس سنہری حدیث پر ہمیں نظر ہے ـــ؟ کیا کبھی ہم نے زحمت کی کہ ہم رک کے سوچیں کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں اسمیں رضائے الٰہی کا عمل دخل کہاں تک ہے ـــ؟ نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے۔ تو یہ سب کچھ کرکے سوچیں کہ ہم کس منزل پر کھڑے ہیں۔

افلاس اور عزبت ـــ کے محرکات تبھی پیدا ہو سکتے ہیں ـــ کہ جب ہم بہک اور بھٹک جائیں ـــ اور جب ہم بہکے بھی اور بھٹکے بھی ہیں ـــ تو مارکسزم میں ہی ہمیں تہی دامانی اور عسرت کا واحد علاج نظر آتا ہے ـــ اسکا صریحی مطلب یہ ہوا کہ آپ رسول زحمت کی آواز پر گوش بر آواز ہونے

سے اعراض کرتے ہیں اور اس جدید ـــــ اور کھوکھلے نعرہ پر ہی کان دھرنا بہتر سمجھتے ہیں۔

قرآن نے تو کہا تھا وما اتاکم الرسول فاخذوہ وما نہاکم عنہ فانتھوا ـــــ جو رسولؐ لے آئیں ـــــ لے لو ـــــ جس سے روکیں ـــــ رک جاو ـــــ اور جب آپ نے اغماض بصر کیا ـــــ تو جس طرح اس ازم کی آماجگاہ (روس) بکھر بھی گیا اور عزبت و افلاس کے لامتناہی سلسلے سے دو چار ہوا تو پھر آپ بھی تیار رہیئے ـــــ

بات دراصل یہ ہے کہ مصیبت۔ پریشان حالی ـــــ اور تنگ دستی کی بنیادی وجہ گناہ ہے ـــــ دُکھ و درد کا اصلی سبب گناہ ہے ـــــ

Suffering is designed to continue so long as sin continues. The moment the violation ceases the cause of suffering is gone.

دکھ (درد۔ مصیبت۔ غم وغیرہ) اسی وقت تک باقی رہتا ہے جب تک گناہ باقی رہتا ہے۔ گناہ چھوڑتے ہی دُکھ دور ہو جاتا ہے ـــــ کیونکہ دُکھ کا سبب باقی نہیں رہتا۔

یہ ایک یورپی فلاسفر کا قول ہے ـــــ ثابت یہ ہوا کہ تمام رزایل اور بہیمانہ اوصاف کی بنیادی وجہ گناہ ہے ـــــ گناہ نہ کرے ـــــ تو زندگی رنگین ہے ـــــ جونہی گناہ کا صدور ہوا تو تمام شیطانی حرکات کا ظہور اور وقوع پذیر ہونا ناگزیر

بن جاتا ہے ـــــ اور جب ایسا ہوتا ہے ـــــ تو چہرہ کریہہ المنظر بن جاتا ہے۔ ـــــ اس کے سر دپیر سے بدبو آجاتی ہے ـــــ اس کا پورا وجود ناقابل دید بن جاتا ہے۔ گویا گناہ ایک جڑ ہے ـــــ وجود انسانی میں آگ آیا تو جتنے بھی اسکی شاخیں نکلیں گی وہ دکھ ـــــ درد ـــــ مصیبت ـــــ غربت ـــــ عسرت ـــــ بیماری ـــــ افلاس ـــــ چڑچڑے پن ـــــ غصہ ـــــ نفرت ـــــ عداوت ـــــ دشمنی ـــــ ڈاکہ زنی ـــــ جبر ـــــ استبداد ـــــ قہر ـــــ ظلم ـــــ تشدد ـــــ دشنام طرازی ـــــ پریشان حالی ـــــ رہزنی ـــــ آبرو ریزی ـــــ عدم رواداری ـــــ غیر منصفانہ فیصلے ـــــ کی صورت میں ہونگے۔

● گرفتاری

وجاءت سکرت الموت بالحق ما کنت منہ تحید ـــــ موت کی بے ہوشی کا وارنٹ حق کے ساتھ آگیا ـــــ یہ وہی بے ہوشی ہے کہ جس سے تو بھاگا کرتا تھا ـــــ نہیں چاہتا تھا کہ ایسی بے ہوشی کا سامنا کرنا پڑے آج کی زبان میں اسکو Agony of death. کہتے ہیں۔

اور یہ بے ہوشی ـــــ ابدی اور حتمی بے ہوشی آخر کار اپنے پنجوں میں لیکر ہی رہی ـــــ ماں ـــــ بہن ـــــ بیٹی ـــــ بیوی ـــــ بہو ـــــ بھائی ـــــ بچے ـــــ عزیز ـــــ اقارب اور سبھی جان پہچان والے پتھرائی ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں ـــــ ہر سعی لا حاصل ـــــ ہر کوشش بے کار ـــــ دوا دارو سے بات بنی نہیں ـــــ دعائیں بھی اثر پذیر نہ ہوئیں ـــــ مایوس چہروں پر آنسوں کی لڑیاں بہنے سے بھی افاقہ نہیں ہوا ـــــ دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہوا ـــــ کل

کا مہکتا سماں دبی دبی پژمردہ سسکیوں میں ڈوبنے پر تیار ــــ ہنستے کھیلتے چہرے پر دھول اڑنے لگی ــــ حرکتیں رک گئیں ــــ دھڑکنوں نے ساتھ چھوڑا ــــ خون کی روانی رک گئی ــــ آنکھوں کی روشنی چھن گئی ــــ سماعت نے کانوں سے رشتہ توڑا اور چشم زدن میں ابدی ــــ سرمدی اور دائمی بے ہوشی چھاگئی۔

فان اجاء اجلھم لایستاخرون ساعۃً ولا یستقدمون ــ (الاعراف)

جب گرفتاری کے لئے اجل آجاتی ہے تو سرمو ادھر ادھر کا فرق نہیں ہوتا ــــ یہ الٰہی دستور میں اسی بات پر تو مامور ہے کہ یہ ہمارے پاس آجائے اور آکے ہم کو لے جائے ــــ اور اس کے لیجانے میں کوئی روک نہیں ــــ کوئی رکاوٹ نہیں اس نے ہمیں سے تو کہا تھا فانی فیکم عودۃ حتیٰ لا یبقیٰ منکم احد ــــ میں تمہارے ہاں آتا جاتا رہوں گا مجھے تو تم سبھوں کو گرفتار کرنا ہے۔ معراج کی رات سرورؐ دوسرا نے اس سے پوچھا کیا تمہیں اتنا احاطہ ہے کہ تم ہر گھر پر نظر رکھ سکو ــــ؟ اس نے عرض کیا ــــ مامن دارٍ الاو انا التصفحہ کل یوم خمس مرات ــــ کوئی بھی ایسا گھر نہیں ہے کہ جہاں روزانہ میں پانچ مرتبہ نظر نہ کرتا ہوں۔

لہٰذا اس کی گرفتاری میں اتنا دم ہے کہ ہر طاقت اس کے سامنے بے کار ــــ اس کی گرفت اتنی سخت کہ پھڑ پھڑانا بے کار ــــ ہاتھ پیر مارنا فضول ــــ گھر والوں کے کہرام سے یہ ڈھیلا نہیں پڑتا۔ بچوں کے رونے سے اس کو ترس نہیں آتا ــــ جوانیوں پر ماؤں کے آنسوں سے یہ متاثر نہیں ــــ بہنوں کی ننگی کلایوں پر بھائیوں کی چوڑیاں چڑھانے پر اس کا اثر نہیں ــــ حیلوں اور بہانوں سے یہ بے نیاز ــــ یہ آتا ہے اور لے کے چلا ہی جاتا ہے ــــ اور جب آتا ہے تو اپنا نشان بھی نہیں

چھوڑتا ہے۔ کون ہے جو اس کی گرفتاری سے بچنے کی ضمانت فراہم کرے ـــــ؟ کس کی سفارشیں رنگ لائیں گی ـــــ؟ کس کا اثر و رسوخ کام آئے گا ـــــ؟ کس کی غم انگیز صدائیں اس کو روک پائیں گی ـــــ؟ کس تربت کی قسم بچا پائے گی؟

یہ گرفتاری ـــــ ناقابل بیان گرفتاری ـــــ رونگٹے کھڑے کر دینے والی گرفتاری ـــــ گردش دوراں کو منجمد کر دینے والی گرفتاری ـــــ قوت و دبدبہ کو پلک جھپکتے ہی ٹھوکروں سے اڑا دینے والی گرفتاری ـــــ زندگی کی طنابوں کو یکلخت توڑ دینے والی گرفتاری ـــــ اس قسم کی گرفتاری کہ ایک بار گرفتار ہوئے تو پلٹ کر دیکھ بھی نہیں سکتے ـــــ واپسی کا سوال ہی نہیں ـــــ چھوٹنے کا امکان نہیں ـــــ اور بھاگ جانے کی ریت نہیں ـــــ کر لیتے دل کی گہرائیوں سے دعا کہ اللہ بچائے اس گرفتاری سے لیکن ہر دعا بے کار ہے۔ کیونکہ یہ الٰہی فیصلہ ہے۔ جھکنا ہے سبھوں کو اس کے سامنے، نہ جھکیں تو جھکا دیے جائیں گے۔

• ھائڈ اوٹ

جان کنی کے اضطراب کے تار جب بج اٹھتے ہیں۔ تو اسکی صداؤں پر سبھی آجاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے۔ ارے گھر میں بے چارے کو ایڑیاں رگڑنے کے لئے خوامخواہ رکھا ہے۔ بہتر تھا کہ اسکو ہسپتال میں ایڈمٹ کیا جاتا ـــــ کچھ تو وطن سے باہر لے جانے اور بہتر معالج کو دکھانے کی تجویز پیش کرتے ہیں ـــــ اور کچھ دعاؤں کا سہارا لینے کا مشورہ دیتے ہیں ـــــ ہوتا یہی ہے کہ سبھی ان کی باتوں میں آجاتے ہیں ـــــ اور ملک الموت کے خوف سے ـــــ یا دائمی جدائی کی وجہ سے اسکو ہسپتال منتقل کیا جاتا ہے اور اسکو کسی وارڈ یا کسی پرائیویٹ روم میں

رکھا جاتا ہے۔ ڈاکٹر یا تو اسکو "ایمیجیٹ" آپریشن کرنے کو کہتا ہے ـــــ یا اسکو کسی Intensive care میں رکھنے کی تجویز رکھتا ہے ـــــ اب یہ ڈاکٹر کے "ڈائی گنوز" پر منحصر کہ کیا بہتر رہے گا ـــــ اگر مریض کی سانس اٹک اٹک کر چلتی ہے تو آکسیجن ماسک منہ پر رکھا جاتا ہے۔ تاکہ سانسوں کی لڑیاں ٹوٹ نہ سکیں۔ یہی حال کسی سیریس آپریشن میں بھی ہو جاتا ہے ـــــ آپریشن ٹیبل پر ہتھیار کھنکھناتے ہیں ـــــ کوئی معنوی تنفس کے آلے کو پمپ کرتا ہے تو کوئی اسکرین پر اس کی دھڑکنوں کو واچ کرتا ہے۔

اس طرح یہ مریض ہائی ڈاوٹ میں پہنچ جاتا ہے ـــــ گھر والے اس امید کو لئے ہوئے پروانہ وار ہسپتال آتے جاتے ہیں۔ کہ شاید جانبر ہی ہو جائے ـــــ فی الحال ہلکا سا اطمینان تو پیدا ہوا ـــــ اضطراری کشمکش میں ذرا سا سکون تو ہوا ـــــ اور خوش فہم ہیں کہ فی الحال آخری گرفتاری سے بچ تو گیا ـــــ اور ہوتا بھی یہی ہے کہ جب کسی انسان سے جرم سرزد ہو جاتا ہے۔ تو یہ گرفتاری کے خوف سے کسی پناہ گاہ میں چھپتا ہے۔ لیکن یہاں خود چھپنے سے تو رہا ـــــ کیونکہ اس کے ہاتھ پیر کب کا جواب دے چکے ہیں ـــــ اس سے اسکی تمام ہمتوں نے کب کا ناطہ توڑ دیا ہے۔ لہذا یہ چھپایا جاتا ہے اور چھپانے والے غیر نہیں اپنے ہی ہوتے ہیں۔ شاید اس گمان میں کہ فی الحال یہ آخری گرفتاری کی پہنچ سے دور ہے ـــــ مجبوری کیا کچھ نہ کرواتی ہے ـــــ زندگی کے شب و روز میں تو یہی سیکھ کر آیا تھا کہ جرم کرو اور روپوش ہو جاؤ ـــــ اس نے یہ فراموش کر دیا تھا کہ جس خاکدان میں اسکی اٹھان ہوئی ہے۔ اسکے حدود اربعہ محدود ہیں ـــــ اسکی حدبندیاں کائنات

کی وسعتوں کے سامنے کانپ رہی ہیں ـــــ پوری کائنات اللہ کے اقتدار اعلیٰ کے سامنے کب کی گھٹنے ٹیک چکی ہے ـــــ لہذا اسکو کہدیا گیا تھا۔ کہ بھاگ جا ـــــ بھاگ جا ـــــ جتنی تاب و توانائی اور قوت و طاقت ہے بھاگ جا ـــــ ہم بھی دیکھتے ہیں کہ تمہارے بھاگنے میں کتنادم خم ہے۔

اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ ـــــ (سنگلاخ ناقابل تسخیر ہائی ڈاوٹ) میں بھی روپوش رہو وہاں سے بھی تمہیں موت کا ہرکارہ گرفتار کریگا۔ (النساء)

انسان کی بساطِ حس اس قابل ہی نہیں کہ اسکو اس ہرکارے کی ہلکی سی دھمک بھی سنائی دے ـــــ لاکھ کوشش کریں ـــــ کتنی بھی "سینزیٹو" جدید مشین لے آئیں ـــــ لیکن ادراک بے بس ہو کر رہ جائیگا ـــــ سائنسی تجربہ گاہیں ہوں ـــــ یا ٹیلی ویژن اسکرین پر ابھرآنے والی دل کی ٹیڑھی میڑھی لکیریں ـــــ ای سی جی کی ہلکی لہریں ہوں یا سونوگرافی کے ملائم تاروں کی حساسیت ـــــ یہ موت کا ہرکارہ آیا ـــــ کام کیا ـــــ اور چلا ـــــ سبھی آپریٹ کرنے والوں کو بحر حیرت میں ڈال کر چلا گیا ـــــ اپنے اور بیگانے منہ تکتے رہے۔

Do you feel when the Angel of death enters a house, or do you see him when he takes out life of anyone? How does he take out the life of an embryo in the womb of his mother? Does he reach it through any part of her body or the spirit responded to his

call with the permission of Allah? Or does he stay with him in the mother's interior? How can he who is unable to describe a creature like this, describe Allah?

(Nahjul-Balagha, Sermon: 111)

جب یہ موت کا فرشتہ کسی گھر میں داخل ہوتا ہے تو کیا اسکا ادراک حس سے ہوسکتا ہے۔؟ جب کسی کی جان لے لیتا ہے تو کیا اسکو چشم بصیرت سے دیکھا جاسکتا ہے؟ یہ کسطرح ایک ماں کے پیٹ کی اندھیاریوں میں جنین کی روح کو قبض کرلیتا ہے ــــ؟ کیا یہ جنین کی روح قبض کرنے کے لئے اسکی ماں کے کسی عضو کے راستے یہ فعل بجا لانے کے لئے جاتا ہے ــــ؟ یا کیا یہ روح حکم الٰہی پر لبیک کہتی ہے؟ یا کیا یہ فرشتہ جنین ہی کے ساتھ سکونت پذیر ہے ــــ؟ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ جو اپنی جیسی مخلوق کو سمجھنے سے قاصر ہو وہ اپنے اللہ کی توصیف کرے۔ (نہج البلاغہ)

سنا آپ نے کہ کیا کہا جارہا ہے ــــ کہاں تک موت کے ہرکارے کی گرفت ہے ــــ ماں ــــ جس کی کوکھ میں بچہ پل رہا ہے۔ اس سے قطعی طور پر بے خبر ہے کہ بچہ حیات و ممات کے کس لباس میں ہے۔ گو کہ ماں کا عقل و شعور اپنی جگہ قائم و دائم ہے۔ ہوش و حواس بھی صحیح ڈھنگ سے کام کر رہے ہیں ــــ بیدار مغز بھی ہے ــــ لیکن موت کے فرشتے نے کب جنین تک

رسائی حاصل کی ۔ اس سے ماں لاعلم ـــــ بچے کے لئے ماں کا پیٹ بھی تو برج مشیدہ ہے ـــــ ممتا بھی بچا نہ پائی ـــــ موت کے ہرکارے نے یہ نہیں دیکھا کہ پھل ابھی کچا ہے ـــــ لہذا پکنے تک انتظار کرنا چاہیئے ـــــ وہ آیا اور کچے پھل کو توڑ کے چلا اور ایسے چلا کہ نشان پا تک نہ چھوڑے ۔

نہج البلاغہ کے اقتباس میں دیئے گئے سوالات پر آپ غور کیوں نہیں کرتے ـــــ صدیاں گزر گیئں اور بھی صدیاں بیت جایں گی ـــــ کائنات ہستی کی اینٹ سے اینٹ بھی بج جائیگی ۔ پھر بھی جوابات دینے سے عاجز و درماندہ رہا جائیگا ـــــ تحقیق و تدقیق کے جتنے بھی جدید پیمانے آپ تراشیں گے ـــــ کتنی بھی ایٹمک انرجی کو بروے کار لایں گے ـــــ سوال ہر ہر لمحہ قلب و جگر کے نہاں خانوں میں اضطراب پیدا کرتا رہے گا ۔

• انڈر کسٹڈی

رونے دھونے کی ماتمی مجلسیں ابھی تمام نہیں ہوئیں ـــــ ابھی تو رو رہے ہیں ـــــ ابھی تو سبھی دم بخود ہیں ـــــ کچھ دبی دبی یادوں میں گم ـــــ اور کچھ احساسِ افسوس میں حیرت زدہ کچھ تو اس جانے والے کی باتوں میں محو اور کچھ اپنی دنیاوی باتوں میں گم گشتہ ـــــ کسی کا چہرہ لٹکا ہوا تو کسی کا مکھڑا مسکراتا ہوا ۔ عجب متضاد حرکتیں ـــــ کچھ تو گزرنے والے کے اتار و چڑھاو کا تذکرہ لئے بیٹھے ہیں ـــــ اور کچھ اپنے ہی نشیب و فراز کی رٹ لگا کے بیٹھے ہیں ـــــ جن کا جوڑ بند الگ ہوا ـــــ وہ تو کہہ ہی رہے ہیں کہ افسوس داغِ مفارقت دے کر چلا گیا ـــــ بچوں کو دیکھو بے چارے یتیم ہوئے ـــــ

بیوی رانڈ ہوئی۔ بھائی کی کمر ٹوٹ گئی ــــ بیٹی کے ہاتھ پیلے نہ کرسکا۔ باپ بے سہلا ہوا ــــ ہائے افسوس گھر کا کمانے والا ہی چلا گیا ــــ یہ سب باتیں ہمارے بے سُدھ بُدھ پڑے ہوئے جسم و جان پر ہورہی ہیں ــــ ان باتوں میں ہم سب یکساں ہیں۔ لیکن مرتا ہے مرنے والا ــــ جاتا ہے جانے والا ــــ ہماری یہ چیخ و پکار ــــ یہ آہ و نالے ــــ یہ ستم زدگی ــــ یہ بہنے والے آنسوں اور یہ ہمارے پیٹنے والے سینے ــــ مرنے والے کے نہیں ہیں۔ قطعاً نہیں ہیں ــــ یہ سب کچھ صرف اپنے لئے ہے ــــ یہ غم و اندوہ کی مجلسیں ہم اپنے لئے سجاتے ہیں ــــ ہم اپنی بے چارگی پر نوحہ خواں ہیں ــــ یہ سبھی کچھ ہم اپنے آنے والے کل کے لئے کر رہے ہیں ــــ میت پر یہ سب کچھ ایک دکھاوا ہے۔ دنیا لبھانے کا طریقہ ہے۔

مناہیج الشارعین میں لکھا ہے کہ بصرہ میں جب ایک زاہد بستر مرگ پر آخری ہچکیاں لے رہا تھا۔ سبھی جان چکے تھے کہ بس آناً فاناً ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائے گا۔ تو سب گھر والے رونے لگے معاً زاھد کو قدرے افاقہ ہوا۔ اس نے باپ کو روتے ہوئے دیکھکر پوچھا ــــ آپ کیوں رو رہے ہیں۔؟ اس نے کہا کیوں نہ روؤں۔ تم جیسا بیٹا میرا عصائے پیری تھا۔ وہ مرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ ماں سے پوچھا کہ آپ کے رونے کا سبب کیا ہے ؟ اسنے جواب دیا تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی راحت تھا۔ مطمئن تھی کہ بڑھاپے میں تو میری خدمت کرے گا کیا پتہ تھا کہ مجھے ہی تمہارے سرہانے بیٹھ کر رونا پڑے گا۔ بیوی سے پوچھا تمہیں کیا ہوا کہ آنسو ہیں کہ تھمنے کا نام ہی نہیں لیتے ــــ ؟ اس نے جواب

دیا۔ کیسے نہ روؤں ــــ میں بیوہ ہونے کو آئی تھی اور میرے بچے یتیم بننے آئے تھے ــــ یہ سُنکر زاھد نے فریاد کی آہ! آہ!! سبھی اپنے لئے رو رہے ہیں۔ میرے لئے کوئی نہیں۔ اس حقیقت حال کو سنکر زاہد نے جان جان آفرین کے سپرد کی۔

یہ حال ہم سب کا ہے۔ اسی طرح ہم پر بھی رویا جائیگا ــــ اس سے اعراض نہ آپ کرسکتے ہیں نہ ہم۔ اس کے بعد اب بہکنے اور بھٹکنے کی کیا تُک ــــ روگردانی آخر کیوں ــــ منہ پھیر کر چلنے کا کیا مطلب ــــ راہ راست سے کج روی کس لئے ــــ متعین راہوں سے اغماضِ بصر کس کے لئے ــــ کیا بچوں کے لئے؟ کیا دولت کے لئے ــــ؟ کیا ان عالیشان حویلیوں کے لئے ــــ؟ سُنئے ہم کہاں جارہے ہیں ــــ

انّ القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النیران (الحدیث) بے شک مرنے کے بعد پہلی منزل ہے قبر جو یا تو جنت نشان ہے یا جہنم سوزان۔

کہیئے کیا پسند ہے ــــ گُل و سنبل کی عطر بیزی یا سوز جہنم کی عرق ریزی ــــ کیونکہ آخری آماجگاہ بہر حال اسی پر ہول مسکن میں ہے۔ اسمیں ہمارے انکار کی کیا وقعت ــــ ہمارے فرار کا کیا سوال ــــ اترنا ہے ہر ایک کو اسی میں ــــ ان ہی سناٹوں میں گم گشتہ ہونا ہے ــــ یہ صحیح ہے کہ ایسا چاہتا کوئی نہیں ہے ــــ لیکن نہ چاہنے سے ہم اس میں بسنے سے باز تو نہیں رہیں گے ــــ اس سے بہتر جگہ کا انتخاب کرلیتے ــــ مگر کیا ایسا ممکن ہے ــــ؟ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ ما من یوم جدید الا و الارض

تخاطبک و تقول یا ابن آدم تمشی علی ظھری و مصیرک فی بطنی و تذنب علی ظھری و تعذب فی بطنی ـــــ یا ابن آدم انا بیت الوحدۃ و انا بیت الوحشۃ و انا بیت الظلمۃ و انا بیت العقاریب و الحیات و انا بیت الھوان فاعمرنی و لا تخربنی ـــــ کوئی ایسا تازہ دن نہیں آتا ہے کہ جب زمین فرزند آدم سے نہیں کہتی ہے کہ اے فرزند آدم ـــ چلتا تو ـــ تو ہے میری پیٹھ پر اور آنا تو تجھے ہے میرے ہی بطن میں ـــــ کرے گناہ میری پیٹھ پر ـــــ سزا تو تجھے میرے ہی پیٹ میں بھگتنا ہے ـــــ اے فرزند آدم! میں تنہائی کا مسکن ہوں ـــــ میں وحشت کدہ ہوں ـــــ میں اندھیر نگری ہوں ـــ میں سانپ اور بچھوؤں کا گھر ہوں ـــــ میں کانٹوں کا بچھونا ہوں ـــــ اسکو پھولوں کی سیج بنانے کی کوشش کرو۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ القبر ینادی بخمستہ کلمات (۱) انا بیت الظلم فاحملوا الی سراجاً (۲) انا بیت التراب فاحملوا الی فراشا (۳) انا بیت الفقر فاحملوا الی کنزاً (۴) انا بیت الحیات و العقاریب فاحملوا الی طریاقاً (۵) انا بیت الوحدۃ فاحملوا الی انیساً۔

قبر روزانہ پانچ صدائیں دیتی ہے۔ میں اندھیروں کا گھر ہوں اپنے ساتھ چراغ لیکر آجانا (۲) میں مٹی کا مسکن ہوں اپنے ساتھ فرش لے آنا (۳) میں عزبت کدہ ہوں اپنے ساتھ خزانہ لے آنا (۴) میں سانپوں اور بچھوؤں کا بل ہوں۔ اپنے ساتھ تریاق لے آنا (۵) میں تنہائی کا وحشت کدہ ہوں اپنے ساتھ رفیق لے آنا۔

یہ جو کچھ کہا جارہا ہے کہ لے کے آجانا۔ سب رستگاری کے سامان ہیں ـــ

ناپائیدار دنیا میں مادّی وسائل سے قمقموں سے عشرت کدوں کو جگمگایا ــــــ ڈرائینگ روموں کی تزئین کاری میں لاکھوں کا سامان قرینے سے سجایا ــــ افلاس کی جھونپڑیوں کو مسمار کر کے فلک بوس عمارتیں تعمیر کیں ــــ ہلکی سی کاٹ پر ادویات کے Tubes جمع کئے ــــ تنہائی کی وحشت سے بچنے کے لئے شادی کر کے بچوں سے ہنگامہ آرائی کرائی ــــ

لیکن ابدی آماجگاہ، جسمیں آج نہیں تو کل جانا ہی جانا ہے ــــ کے لئے کیا سامان ذخیرہ کیا ہے ــــ ان پانچ چیزوں کے بغیر کہاں جائے گا ــــ کیا ہے کوئی صورت ان کے بغیر ــــ؟ آخری لمحے میں ان فیصلوں کا دم گھٹتا ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ آخری ہچکی پر یہ سامان میسر رکھ سکیں؛ اکھڑتی ہوئی سانسیں ہوں تو اتنی ڈھیر ساری چیزیں کیسے ڈھونڈ پائیں گے ــــ مہلت مانگتے ــــ کیا ملے گی ــــ اس کٹھڑی میں داخل ہوتے ہی ذرا سا دم لینے کی فرصت نہیں ہوگی ــــ کہتے ــــ ذرا ٹھہریئے ابھی ایک آدھ چیز لینی ہے ــــ مان لیں گے؟

لہٰذا فیصلہ ابھی اور اسی آن کرنا ہے ــــ وقت ہے۔ صحت ہے۔ ماحول ہے ــــ آزادی ہے اور اختیار بھی ہے۔ کہیں یہ سب کچھ چھوٹ نہ جائے اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں۔ اس لئے کہ آنے والا لمحہ ہمارے پاس تیزی سے آرہا ہے۔ اس کے آنے میں کوئی رکاوٹ ــــ رکاوٹ نہیں ــــ کوئی سنگ گراں حائل نہیں۔ اور نہ ہی انسان اس سے واقف ہے کہ یہ کب آئے۔

May Allah have pity on you. You should therefore hasten towards (the

preparation of) houses which you have been commanded to populate, and towards which you have been called and invited. Seek the completion of Allah's favour on you by exercising endurance in His obedience and abstention from His disobedience, because tomorrow is close to today. How fast are the hours of the day, how fast are the days in the months, how fast are the months in the years and how fast the years in the life.

(Nahjul-Balagha, Sermon: 187)

ترجمہ

" اے گروہ الناس ـــــ اللہ تم پر رحمت نازل کرے جن منازل کی تعمیر کا تمہیں حکم دیا گیا ان کی تکمیل میں سرعت لاؤ۔ اور ان منازل کی طرف راہ شوق پر گامزن ہو جانے کے لئے رغبت سے قدم بڑھاؤ۔ صبرو طاقت سے ان نعمتوں سے متمتع ہو جاؤ جو اللہ نے تمہیں عطا کی ہیں۔ نافرمانی کر کے ان نعمتوں سے محروم نہ ہو جاؤ۔ کل آج سے قریب ہے۔ دن کے لمحات کتنی

تیزی کے ساتھ گزرتے ہیں اور دن مہینوں میں اور مہینے
سالوں میں سرعت کے ساتھ بدلتے چلے جاتے ہیں اور عمر
کے سن و سال برق رفتاری سے آخری لمحہ پر منتج ہو جاتے
ہیں۔"

یہ علی بن ابی طالبؑ کا ارشاد تھا۔ یہ میں نے آپ کے سامنے اتمام حجت کے لئے رکھا سمجھنا نہ سمجھنا اب آپ کا کام ــــ عمل کرنا یا نہ کرنا آپ پر منحصر ــــ جتنے دن زندگی کے بیتتے جاتے ہیں ــــ عمر گھٹتی رہتی ہے۔ قد بڑھنے سے عمر نہیں بڑھتی ــــ ایک ایک انچ قد کیا بڑھا ایک ایک انچ عمر کا سکیل سمٹتا گیا ــــ اور جب عمر زیرو پر آگئی تو آخری جھٹکا بڑا ہی کربناک ہوتا ہے ــــ اچھا بھلا وجود چور چور ہو جاتا ہے۔ قد و قامت کے دبدبے کا تانا بانا بکھر جاتا ہے۔ پھر پیاس بہ لب ــــ بصیرت و سماعت سے محروم ــــ حس و حرکت سے عاری ــــ کیسی اندوہناک کیفیت سے دو چار ہوتا ہے ــــ پڑا رہتا ہے بستر پر ــــ سدھ بدھ کھو چکا ہوتا ہے ــــ پتہ ہی نہیں تھا کہ اس تیزی کے ساتھ زندگی کا پہیہ جام ہو کر رہ جائیگا ــــ پورے شریر میں خون کی روانی جو تھی ــــ تندرستی انگ انگ سے ہویدا تھی ــــ یہ اچانک کی "بریک" نے یکلخت روک کیسے لگا دی ــــ اور پھر پڑا رہتا ہے ننگے تختے پر ــــ سبھوں کے سامنے ــــ غم سہنے والوں کی نظروں میں ــــ جن سے پردہ کیا کرتا تھا اب ان ہی کے روبرو عریاں ــــ بے چارگی جسم کے انگ انگ سے ہویدا ــــ بیکسی رویں رویں سے نمایاں ــــ کون تن ڈھانکے ــــ کون عریانیت پر پردہ کرے؟

کون اسکی اس بے چارگی کا مداوا کرے ـــــ کون دل کے نہاں خانوں میں لگے زخموں پر مرہم رکھے ـــــ ؟

اسی کسمپرسی کی منظر کشی امام زین العابدینؑ نے ان الفاظ میں کی ہے

ـــــ یاسیدی ارحمنی صریعاً علی الفراش تقلبنی ایدی احبتی ـــــ

اے اللہ! اسوقت مجھے رحم فرمانا جب میرے احباب مجھے بستر پر کروٹیں بدلواتے ہونگے ـــــ وتفضل علی ممدوداً علی المغتسل یغسلنی صالح جیرتی

ـــــ اور اس آخری وقت میں بھی رحم فرمانا جب میرے نیک ہمسایہ مجھے آخری غسل دیتے ہونگے ـــــ وتحنن علی محمولاً قد تناول الاقرباء اطراف جنازتی۔

ـــــ اور اس وقت بھی رحم فرمانا جب میرے اقربا میرے جنازے کو اٹھائیں گے

ـــــ وجد علی منقولاً قد نزلت بك وحيداً فی حفرتی ـــــ اور تیزی کے ساتھ مجھے تنہا ایک گڑھے میں ڈال دیں گے وارحم ذالك البيت الجديد غربتی

ـــــ اے رحم کرنے والے اللہ۔ اس نئی غربت کی منزل میں مجھ پر رحم فرمانا۔

سنا آپ نے یہ خاصان خدا کس قدر ان منازل سے خائف و ترسان ہوا کرتے تھے۔ کیا اس سے بہتر تصویر کشی ممکن ہے ـــــ؟ یہی تو ہم سب کی کیفیت ہے

ـــــ ان ہی حقائق سے تو ہم سب کو گزرنا ہے ـــــ کوئی بھی دین و دھرم ان منازل سے انکار نہیں کرے گا ـــــ پھر بھلا بتائیے یہ بے خبری کا عالم کیوں

ـــــ؟ اس حتمی غربت کدے سے یہ اعراض کس لئے ـــــ؟ کیا اس مٹی کے بنے ہوئے گھروندے کہ جسکی تنگنائیاں اور تاریکیاں ضمیر کے پندار میں خوف و دہشت پیدا کی ہوئی ہیں ـــــ کے بغیر اور کوئی عشرت کدہ ہے کہ جہاں ہماری

آخری آرام گاہ متعین کی گئی ہے ـــــ؟ اگر ہے تو خدارا بتایئے ـــــ؟ اور اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو اے ارباب عقل و خرد ـــــ فاحذروا ضیقہ و ضنکہ و ظلمتہ و غربتہ ـــــ ڈرو! قبر کی تنگی سے ـــــ اسکے فشار سے ـــــ اسکی تاریکی سے اور اس کی غربت سے۔

جب ٹنوں مٹی تلے داب کے سب چلدیے ـــــ اپنے بے گانے ہوکر ـــــ احباب انجانے بنکر اور ہمسایے پرائے بنکر ـــــ عجیب اور وحشت خیز منزل میں یک و تنہا ـــــ بند کرکے، رخ پھیر کے چلے ـــــ

ابا سعید الخدریؓ یقول قال رسول اللہؐ اذا وضعت الجنازۃ فاحتملھا الرّجال علی اعناقھم فان کانت صالحۃً قالت قدمونی قدمونی وان کانت غیر صالحۃٍ قالت یا ویلھا این تزھبون بھا یسمع صوتھا کلّ شئ الا الانسان ولو سمعھا الانسان لصعق۔

ابا سعید خدری کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہؐ نے جب لوگ کسی کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں ـــــ تو اگر میت صالح ہو تو وہ کہتی ہے کہ جلدی چلو جلدی چلو اور اگر غیر صالح ہے تو کہتی ہے۔ ہائے افسوس کہاں لئے جا رہے ہو اور اس کی یہ آواز ہر شے سنتی ہے اور اگر انسان سنیں تو وہ غش کھاکر گر پڑیں گے ـــــ بخاری شریف جزو الثانی صـــ۱۱۹

اسی کتاب میں اسی جزء کے صـــ۱۰۸ پر ذرا یہ روایت بھی ملاحظہ کریں۔

عن انس عن النبیؐ قال العبد اذا وضع فی قبرہ وتوتی وذھب اصحابہ حتی انہ یسمع قرع نعالھم۔

انس بن مالک سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اکرمؐ نے کہ جب میت کو قبر میں رکھکر لوگ نکلتے ہیں تو قبرستان سے نکلنے والوں کی جوتیوں کی چاپ یہ میت سنتی ہے۔"

ہمارے قدموں کی بازگشت آخر کب تک اسکو سنائی دے گی ـــــ ہوگیا بے چارا ان آوازوں سے بھی محروم ـــــ اب یہ احساس اس کو تنہائی کی طرف لے رہا ہے ـــــ اس کی دھڑکنوں میں خوف و اضطراب ـــــ دور دور تک روشنی کا ہلکا سا جھماکا بھی نظر نہیں آتا ـــــ بس صرف حد نظر تک بکھرے ہوئے بوسیدہ استخواں ـــــ اور یہ اکو رہ رہ کے کرب کی دبیز تہوں میں لپیٹے جارہے ہیں ـــــ رورہا ہے ـــــ سنے کون ـــــ غم سے نڈھال ہوا جارہا ہے ـــــ دیکھے کون ـــــ چیخیں مار رہا ہے ـــــ کان دھرے کون ـــــ ہائے افسوس اس کسمپرسی پر۔

• انوسٹگیشن

امام صادقؑ فرماتے ہیں۔ لا یسئل فی القبر الامن محض الایمان محضاً او محض الکفر محضاً والاخرون یلھون عنھم ـــــ قبر میں ایمان محض یا کفر محض کے متعلق سوال کیا جائیگا مابقیہ اغماض نظر کیا جائیگا ـــــ اسلام کے دائرے میں رہ کر یا تو ایمان مل جاتا ہے۔ یا اس دائرے میں آکر اسکے قوانین کے اعراض سے کفر محض مل جاتا ہے ـــــ لہذا پوچھا جائیگا اس ایمان اور کفر کے بارے میں ـــــ بخاری شریف الجزءالثانی ص۱۰۰ میں روایت ہے کہ اتاہ ملکان فاقعداہ فیقولان لہ ما کنت تقول فی ھٰذا الرجل محمدؐ فیقول

اشہد انہ عبداللہ ورسولہ ___ میت کے پاس قبر میں دو ملک آتے ہیں ___ اسکو کھڑا کرتے ہیں پھر پوچھتے ہیں تو اس مرد محمدؐ کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ تو میت جواب دیتی ہے کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ وہ عبداللہ اور اللہ کے رسولؐ ہیں ___

زبان پر ذکر محمدؐ ہو اور دل میں کفر و نفاق۔ انشقاق و عدوان ___ شرک و عداوت سے بھرا ہو ___ تو گواہی کس کام کی ___ اسکا اس جیسا دعویٰ تو سورۃ المنافقون نے پہلے ہی رد کر دیا تھا ___ اب جس کسوٹی میں یہ بندھا پڑا ہے ___ یہی اب کھرے اور کھوٹے کی میزان ہوگی ___ دنیا میں "گواہی" دیکر تو چلتا بنا ___ لیکن یہاں کہاں چلے ___ یہیں سے راہوں کا تعین ہونا ہے ___ یہیں سے منزلوں کی سمتیں نظر آتی ہیں ___ سرورِ کائنات کا ارشاد گرامی ہے۔

انّ القبر اول منازل الاخرۃ فان نجا منہ فما بعدہ ایسر منہ وان لم ینج منہ فما بعدہ لیس اقل منہ ___ بے شک قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ اب جس نے بھی پہلی منزل میں نجات پالی اس کے لئے ما بقیہ منازل کو طے کرنا دشوار نہیں ہوگا اور جو پہلی ہی منزل پر مار کھا گیا اسکو آنے والے منازل انتہائی دشوار گزار ہونگے۔

لہذا یہ نہ سمجھ لیں کہ مٹی تلے داب کر یہ عہدہ بر آ ہوا ___ اور وقت کے بے رحم ہاتھوں کی چیر پھاڑ سے یہ گل سڑ کے مٹی کے ذروں میں تبدیل ہوا ___ اس کی بساط ہستی قبر ہی کی حد تک تھی۔ اور قبر میں اتر کر یہ رنج و غم اور فرحت و انبساط سے بری الذمہ ہوا۔ اور ذہن میں کل بلانے والا یہ سوال کہ جواب تب طلب

کرلیتے جب اسمیں جواب دینے کی صلاحیت ہوتی ـــــ یہ تو اب ٹوٹ پھوٹ چکا ہے۔ لہٰذا اس سے کسی بات کی توقع رکھنا کیا معنی ـــــ؟

لیکن کتنا خوش فہم ہے یہ انسان ـــــ اور کس طرح کی تسلیوں سے یہ اپنے آپ کو بہلا رہا ہے ـــــ سنیئے ـــــ دل تھام کر گوش بر آواز ہوجایئے۔

اذا ھالوا علیھا التّراب دخل الرّوح الیٰ حقویہ فعندَ ذالک ینظر یمیناً و شمالاً فلا یریٰ الّا ظلمات الثلاثۃ ـــــ ظلمۃ الارض ـــــ ظلمۃ العمل ـــــ ظلمۃ الوحشۃ ـــــ جب مٹی سے اس کی پہلی منزل (قبر) کو پاٹ دیا جاتا ہے۔ تو گلے تک اس کو روح ڈال دی جاتی ہے۔ تو یہ اپنے دائیں بائیں دیکھتا ہے ـــــ حد نظر تک صرف تین چیزیں نظر آتی ہیں۔ (۱) زمین کا پر ہول اندھیرا (۲) عمل کی گھٹا ٹوپ تاریکی (۳) وحشت کی خوفناک ظلمتیں۔

اس جواب نے تو ہر سوال کا گلا دبا دیا ـــــ ہر خود فریبی کا پردہ چاک کیا اندازہ کریں ـــــ یہ سابقہ اب کیسا ہے۔ کیا کرسکتے ہیں ـــــ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن سر و پیر خوف سے لرز رہا ہے ـــــ چراغ امید بجھ رہے ہیں ـــــ ہے نہیں کوئی کہ جسکو داستان غم سنایں ـــــ مونس و غمخوار ہوتے ـــــ تو روداد درد کی شمعیں تھوڑی دیر کے لئے جلاتے ـــــ قوتیں سلب ہیں ـــــ تمنائیں ماتم کناں ـــــ چاہتوں کا خون ہوا جارہا ہے ـــــ طلب کی دھڑکنوں نے زیر و بم کھودیا ہے ـــــ اور وحشت خیزی نے پورے وجود کو جھنجھوڑ کر رکھدیا ہے ـــــ لیکن کیا کریں ـــــ بند کرکے تو سب لوگ چلدیئے ـــــ اوپر مٹی کی چھت اور نیچے مٹی کا بستره اور چاروں طرف دبیز اور سیاہ مٹی

کی دیواریں اور اسمیں ہمارا جسم کفن کی سفید چادر میں لپٹا ہوا ـــــ نہا کے آئے تھے ـــــ سدر و کافور بھی ملے تھے ـــــ خیال تھا کہ تھوڑی دیر کے لئے نہانے سے تن بدن میں طراوت رہیگی اور سدر و کافور کی خوشبو سے یہ گھروندا معطر رہیگا لیکن اترتے ہی نہ طراوت رہی اور نہ خوشبو کا اتہ پتہ ۔

یا اللہ ! یہ کیسا قید خانہ ہے ـــــ ؟ کیا اسکے حدود اربعہ اسی قد و قامت کے بنتے آئے ہیں ـــــ ؟ ہمیں تو وسعتیں پسند تھیں ـــــ ہمیں تو پاؤں پسار کر بیٹھنے کی عادت تھی ۔ لیکن یہاں تو پیر پھیلانے پر دیواروں کے پہرے ہیں ـــ کروٹ بدلتے لیکن لحد کی تنگنائیوں نے ہماری ہر امید کا چراغ گُل کر دیا ۔

ہم اس گھٹن زدہ بستی میں تھے کہ اچانک آواز کی گن و گرج سے زمین کانپنے لگی ـــــ خاموشیوں کا سینہ چھلنی ہونے لگا ـــــ ایسا لگا کہ زلزلہ آیا ـــــ ہمارے وجود تلے مٹی سرکنے لگی ـــــ پر ہول ماحول اور ڈراونا ہوا ـــــ دفعتاً قبر کے بند کواڑ دھڑام سے کھلے ـــــ مٹی کا ذرہ ذرہ لرزہ بر اندام ہوا ـــــ اور کائنات کے خالق و مالک کے فرستادہ " انوسٹگیٹر " (منکر اور نکیر) سر پر آ کھڑے ہوئے ـــــ اللہ رے پناہ ـــــ یہ صورتیں ـــــ کہ جن سے پہاڑوں کا جگر چاک ہو جائے ـــــ سمندروں کا دل دہل اٹھے ـــــ اور زمین کا سینہ چھلنی ہو جائے ـــــ ارض و سما کی نبضیں رک جائیں ـــــ تمکنت اور وقار لئے ہوئے ـــــ جبار و قہار کا جلال لئے ہوئے پوچھنے لگے ـــــ

من ربّک ـــــ ؟ من نبیّک ـــــ ؟ من کتابک ـــــ ؟

من دینک ـــــ ؟ من قبلتک ـــــ ؟

رب کون ہے ــــ؟ نبیؐ کون ہیں ــــ؟ کتاب کون ہے ــــ؟

دین کون ہے ــــ؟ قبلہ کون ہے ــــ؟

یہ بھی پوچھیں گے ــــ کہ اے انسان! من عمرك ما افنيتة ــــ؟

و مالك من اين اكتسبته و فيما اتلفته ــــ یہ عمر جو تجھے عطائے رب تھی کس طرح گزاری ــــ یہ مال کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا ــــ؟

ہے جواب ہم میں سے کسی کے پاس ــــ؟ رب سے تو صبح و شام اعراض کیا تھا۔ کیا کہیں ــــ! نبیؐ سے برگشتگی ہر آن کی تھی ــــ کیا بولیں ــــ! کتاب تو زینت طاقچہ تھی ــــ کیا کہدیں ــــ! دین تو سستے میں بیچ آئے تھے ــــ کیا دام بولیں ــــ قبلہ سے تو پانچوں وقت بیر تھا ــــ کیسے زبان کھولیں ــــ!

بولو! عمر کے لمحات کہاں کہاں گزر بسر کئے ــــ؟ کیا حقیقت بیانی سے کام لیکر یہ کہدیں کہ رنگ و نور کی تھرکتی ــــ بل کھاتی اور لہراتی ہوئی حز مستیوں میں گزاری ــــ یا لبوں کو سی کر پتھرائی ہوئی آنکھوں سے سوال کرنے والوں کو تکتے رہیں اور جب ایک بار آواز کا جوالا مکھی پھٹ پڑے اور شعلہ ور آواز آئے ــــ مال کہاں سے لایا اور کہاں پر اسکو خرچ کیا ــــ؟ کیا جواب ہے ہمارے پاس؟ کیا متضاد سمتوں سے حلال و حرام مال کے حصول کا رونا روئیں ــــ یا حقوق اللہ و حقوق العباد پر ہاتھ صاف کرنے کی توجیہہ بیان کریں ــــ

اسی مال کے لئے تو عزتیں لٹ گئیں ــــ محرمات کا سر بازار سودا ہوا۔

حیا کی چلمنیں تار تار ہوئیں ـــــ اپنوں کی گردنیں کٹ گئیں ـــــ اپنے بے گانے اور پرائے اپنے بنے ـــــ رشتے پامال ہوئے ـــــ سادگی پر تصنع کی قبا پڑھی ـــــ اخلاق پر بداخلاقی نے ڈیرہ جمالیا ـــــ فروتنی کبر و نخوت کے تابوت میں بند کردی گئی ـــــ غرور نے پورے وجود کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔

یہی تو تھا اس کے مال کا مصرف ـــــ ان ہی راہوں کا تو راہی رہا تھا ـــــ یہ اسکے آنے اور جانے کے توازن پر رہنے کو ترجیح دیا کرتا تھا ـــــ لیکن آج ـــــ ہائے رے قسمت بلینس تو بنک میں ہی پڑی رہی ـــــ عشرت کدے تو دنیا کی نذر ہوئے ـــــ وہ زیبائش کے آلات دھرے کے دھرے رہے ـــــ ہائے وہ نرم و گداز بچھونے کیا ہوئے ـــــ یا اللہ کیسی غفلت چھا چکی تھی کہ آج کچھ بھی نہیں کہہ پاتے ہیں۔

کرہ ارض پر دو ہی قسم کے لوگ ہیں ـــــ اور دونوں کی سمتیں متضاد ہیں۔ دونوں کی منزلوں میں زبردست تفاوت ہے۔ حدیث نبویؐ میں آیا ہے۔ الناس اثنان واحد اراح وآخر استراح ـــــ

جب انسان دولت ایمان سے سرشار ہوکر اس بے ثبات دنیا سے چلا جاتا ہے تو یہ تمام بلیات سے نجات پاکر خوش و خرم دوسرے جہاں میں وارد ہوتا ہے اور جب انسان توشۂ کفر اٹھائے ہوئے دنیائے رنگ و بو کو چھوڑ کے نکلتا ہے تو یہاں کے برگ و بار ـــــ حیوانات اور انسان اس کے پنجۂ ظلم سے راحت پاتے ہیں۔ اسی لئے ارشاد کیا گیا کہ استراح عند الموت و اراح الکافر

عند الموت (معانی الاخبار ص۱۲۲)

اول الذکر لوگ تو وہی ہیں جن کے لئے قرآن حکیم میں آیا ہے۔ الذین امنوا و کانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الآخرۃ ـــــ جنہوں نے پرہیز گاری کی ان کو مژدۂ جانفزا دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی (الیونس) اور جب یہ لوگ آخرت کے سفر پر چل پڑتے ہیں تو پہلی ہی منزل پر انکو کہا جاتا ہے نم ـــــ نوم العروس ـــــ سوجا اور ایسے سوجا جیسے کہ دولہا سوتا ہے اور اگر موخر الذکر قسم کے لوگ ہونگے تو وان کان من اھل النار فمن النار یقال ھٰذا مقعدک حین یبعثک اللہ یوم القیامۃ ـــــ اگر اہل جہنم میں سے ہوگا تو اس سے کہا جائیگا یہ جائے آتشیں ـــــ تمہیں تب تک سہنی ہے جب تک نہ قیامت کے دن تجھے اللہ کھڑا کرے گا۔

دونوں منزلیں سامنے ہیں۔ اُدھر جانے سے پہلے اِدھر ہی بھرپور فیصلہ کیجئے گا ـــــ ورنہ وقت ہاتھ سے جاتا رہے گا اور آپ کف افسوس ملتے رہ جائینگے۔

• الف، آئی، آر

خیر اور شر دونوں کے نمایندے اسی زمین پر چلتے پھرتے ہیں ـــــ ان کی پہچان کرنا ازبس ضروری ہے ـــــ قبریں بسنے سے پہلے ہی سنبھلیں ـــــ جونہی اتر کر ڈیرہ ڈال دیا ـــــ سنبھلیں گے کیسے کیونکہ فریضے تو ختم ہوچکے ہونگے ـــــ بندشیں تو اٹھ گئی ہونگی ـــــ پہرے سے تو اب آزاد ہو گئے ہونگے ـــــ احکام کی پاسداری تو اب کرنی نہیں ـــــ نصیحتیں تو اب سننی نہیں ـــــ بس صرف ہم ہونگے اور ہمارے (انوسٹیگیٹر) منکر ونکیر ـــــ لہٰذا کہدیا جائیگا ـــــ

لکھو وہ سب کچھ جو تم کرکے آئے ہو ـــــ؟ کیا لکھوں؟ یہ اسکا جواب ہوگا ـــــ! جانتا ہے کہ کہدیا گیا ہے کہ وہاں لکھنا پڑے گا ـــــ لیکن اس سنے ہوئے کو ذہن سے جھٹک دے گا ـــــ وہ سب لکھو جو تم کرکے آئے ہو ـــــ؟ دوبارہ حکم ہوگا عذرخواہی بھی دیکھئے کہ کہے گا مجھے گنتی یاد نہیں ـــــ جس طرح وہاں بھولا کرتا تھا۔ آج بھی بھول بیٹھا ہوں ـــــ جناب! موت کی سختی سے کس کو یاد رہا۔ اسانے تو ذہن کے پردوں سے سب کچھ مٹا دیا ـــــ دل دہلا دینے والی آواز میں کہدیا جائیگا ـــــ اگر تم بھول بیٹھے ہو ہم تو نہیں بھولے ہیں ـــــ کیا تم نے اللہ کا یہ حکم نامہ نہیں سنا تھا احصاہ اللہ ونسوہ ـــــ اگرچہ یہ لوگ بھول بھی بیٹھے ہیں لیکن اللہ نے تو ہر چیز کا احصار کیا ہے (المجادلہ) ـــــ لہٰذا نہ لکھنے کا بہانہ کیسے چلے ـــــ پھر بھی ہکلا کر کہدیں گے ـــــ بھئی لکھتے ضرور ـــــ لیکن نہ کاغذ ہے نا ہی قلم اور نا ہی روشنائی ـــــ جواب ملے گا ـــــ کفن تمہارا کاغذ ہے ـــــ انگشت شہادت قلم ہے ـــــ اور لعاب دہن روشنائی ہے۔ اب تو تمہارا کوئی عذر ہے ـــــ؟ مجبور کیا نہ کرے ـــــ سب کچھ لکھدے گا ـــــ ہر چھوٹا بڑا عمل درج کرنا پڑے گا ـــــ ہر بُرا و اچھا عمل ضبط تحریر میں لانا ہوگا ـــــ نہ لکھتا ـــــ لیکن سامنے تو دو الوشگیبٹرز کی آنکھیں "واچ" کررہی ہونگی ـــــ اور جب لکھدے گا تو اسی کی لکھی ہوئی تحریر کو اٹھاکر اس کے گلے میں ڈال دیا جائیگا ـــــ و کلّ انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ و نخرج لہ یوم القیامۃ کتاباً یلقٰہ منشورا (ترجمہ) اور ہر انسان کا عمل ہم نے اس کے گلے کا ہار بنا دیا ہے اور قیامت کے دن اس کیلئے

ہم ایک نوشتہ نکالیں گے۔ جسے وہ پھیلا ہوا پائے گا ـــــ اس کے بعد اسکو کہدیا جائیگا اقرأ کتابك ط كفى بنفسك اليوم عليك حسيبًا ـــــ پڑھ لے اپنا نوشتہ آج کے دن اپنی ذات کا حساب لینے کے لئے تو خود ہی کافی ہے۔ (بنی اسرائیل)

سورۃ الکہف میں ارشاد ہوا۔ وعرضوا على ربك صفًّا ط لقد جئتمونا كما خلقنٰكم اوّل مرّة بل زعمتم الّن نجعل لكم موعدًا ٥ ووضع الكتٰب فترى المجرمين مشفقين مما فيه ويقولون يٰويلتنا مال هٰذا الكتٰب لا يغادر صغيرةً وّلا كبيرةً الّا احصٰها ووجدوا ما عملوا حاضرًا ط ولا يظلم ربّك احدًا ـــــ اور وہ تمہارے رب کے حضور صف بہ صف پیش کئے جائینگے (اور ان سے یہ کہا جائیگا) تم ہمارے پاس اسی طرح آگئے جیسا کہ ہم نے تم کو پہلی بار خلق کیا تھا۔ بلکہ تمہارا تو یہ گمان تھا کہ ہم نے تمہارے لئے کوئی وقت مقرر ہی نہیں کیا تھا اور اعمال نامے پیش کئے جائینگے اس وقت تم مجرمین کو دیکھو گے کہ جو جو کچھ (ایک ایک کے) اعمال نامے میں ہوگا اس سے وہ ڈرتے ہونگے اور کہتے ہونگے کہ ہائے ہماری خرابی یہ کیسا نوشتہ ہے کہ اس نے کسی چھوٹی یا بڑی چیز کو چھوڑا ہی نہیں جسے ضبط نہ کرلیا ہو ـــــ الحاصل جو کچھ انہوں نے کیا ہوگا وہ اسکو موجود پائیں گے اور تمہارا پروردگار کسی کے حق میں ظلم نہیں کرے گا۔ (الکہف)

ہر عمل تحریر میں آچکا ہے ـــــ اب یہ عمل
ہر چیز موجود ہے ـــــ
جس حال میں بھی کیا ہو ـــــ جہاں بھی کیا ہے ـــــ سری ہو یا جلی ـــــ۔

چاہے جانے انجانے میں کیا ہو ـــــ کچھ بھی نہیں چھوٹ جائیگا ـــــ سب موجود ملے گا ـــــ یہ گمان کیوں کیا جائے ـــــ کہ گناہ وہی ہو سکتے ہیں جنکی ممانعت کی گئی ہے ـــــ اور جو زبان زد عام ہیں۔ ان ہی گناہوں کے ارتکاب سے جو دامنِ ایمان پر دھبے لگتے ہیں ـــــ انکو آبِ توبہ سے دُھلنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا جب دھوئے جائیں تو پھر جان صاف چھوٹ جائیگی۔

آیئے مل کر اس دعائے نیم شبی پر غور کریں ـــــ اللّٰھمّ انّی استغفرك من كلّ ما خالفتك على ارادتك او ازال رحمتك من لحضات عيني و خطرات قلبي و حكايات لساني و حركات جوارحي ـــــ اے ارحم الراحمین ! میرے وہ گناہ بخش دے جو آپ کے ارادے کے خلاف وقوع پذیر ہوئے ہوں ـــــ وہ گناہ بھی بخشدے جن سے آپ کی رحمتیں مجھ تک پہنچ نہیں پارہی ہیں۔ اب چاہے یہ گناہ میری آنکھوں کی ان غلط حرکات کی وجہ سے ـــــ یا دل کی ان دھڑکنوں کی وجہ سے ـــــ یا میری جنبش لسان کی ان دجوہات کی وجہ سے ـــــ یا میرے جسم کی ان غلط کروٹوں کی وجہ سے سرزد ہوئے ہوں کہ جن میں تیری رضا نہیں تھی۔

دیکھا آپ نے نکتۂ عارفین ـــــ کن کن منازل کی نشاندہی کردی ـــــ لیکن ہم ہیں کہ کان کھجلائے جارہے ہیں ـــــ

اور اس پر طرہ یہ کہ یہ گناہ دن میں کئی بار ہم سے سرزد ہو رہے ہیں ـــــ جب تک جان میں جان ہے تب تک یہ گناہ ہم سے وقوع پذیر ہوتے رہینگے ـــــ اب یہ خیال کیوں کیا جائے کہ ان سے صرف نظر کی جائیگی ـــــ یہ بھی

الیف. آئی. آر میں درج کئے جائیں گے ـــــــ کہدیا گیا ہے کہ اگر تم لوگ بھول بھی بیٹھے ہو لیکن دانا و بینا کے علم میں یہ سبھی موجود ہے. وہ کیسے بھول سکتا ہے. احصاہ اللّٰہ ونسوہ.

• تفتیشی مرکز

کچھ حال تو آپ جان چکے ہیں کہ یہ مرکز عتاب و عقاب کیا ہے ـــــــ کچھ اور بھی ابھی کہنا سننا ہے ـــــــ ممکن ہے کہ پڑھتے ہی سنبھل جائیں ـــــــ جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے اعراض کرنے والا ہو ـــــــ دین کو ڈھکوسلا سے زیادہ وقعت نہ دینے والا ہو ـــــــ قرآن کو تمسخرانہ نظروں سے دیکھنے والا ہو ـــــــ سنت کو روندنے والا ہو ـــــــ سرتاپا کفر و شرک میں غلطاں رہنے والا ہو. جب اس عقوبت گاہ میں اترتا ہے تو انہ یسلط علی الکافرین فی قبرہ تسعۃ وتسعین تنیناً فینہشن لحمہ ویکسرن عظمہ یترددون علیہ کذالک إلی یوم یبعث ـــــــ مجرم پر قبر میں ننانوے سانپ مسلط کئے جائیں گے جو اسکا گوشت کاٹ کاٹ کر کھائیں گے اور اسکی ہڈیوں کو چکنا چور کریں گے اور یہ ہولناک عذاب اسکو اسوقت تک ہوتا رہے گا جب تک قبروں سے اٹھ کھڑا ہونے کا حکم جاری نہ ہوگا.

یہ ہمارے ہاں کے سانپ نہیں ہیں کہ جن کے کاٹنے کا علاج ہے

اور جن کے زہر کو دواؤں میں بطور شفا استعمال کیا جاتا ہے۔ جن کا نہ صرف کاروبار ہی کیا جاتا ہے بلکہ مزے لوٹ لوٹ کر کھایا بھی جاتا ہے۔

بلکہ لو ان تنینا منھا نفخ فی الارض لم تنبت زرعاً ـــــ اگر ان میں سے ایک سانپ زمین پر پھونک مارے گا تو روئے زمین فصل و پیداوار اگانے سے یکسر محروم ہو جائے گی ـــــ

لہٰذا یاعباد اللہ ان انفسکم الضعیفۃ و اجسادکم الناعمۃ الرقیقۃ التی یکفیھا الیسیر تضعف عن ھٰذا ـــــ اے بندگان خدا! تمہارے ضعیف نفوس اور نازک ابدان کہاں اس ہولناک عذاب و عقاب کی تاب و توانائی رکھتے ہیں ـــــ سنا آپ نے ـــــ خاصان خدا کیوں خائف و ترسان رہا کرتے تھے ـــــ کیوں ان کا چین و آرام لٹا رہتا تھا ـــــ ان کی آنکھوں سے بہنے والے آنسوں اور ان کے ابدان لرزہ بر اندام کیوں رہا کرتے تھے ـــــ وہ جب ماہی بے آب رہا کرتے تھے ـــــ تو آپ مطمئن کیوں؟ ان کے چہروں پر جب خوف و ہراس ہویدا رہا کرتا تھا تو آپ کے مکھڑے پر یہ مسکراہٹ کیسی؛ ان کی آوازوں میں جب بے تابیاں جھلکتی رہتی تھیں تو آپ کا یہ شور و غوغا کیسا ـــــ یہ سانپوں کا ذکر اسلئے تو نہیں تھا کہ ہمیں بہلایا جائے ـــــ

یہ پوری حقیقت شاہ مومنانؑ نے فرمائی ہے ـــــ ان ہی تحریری فرامین سے تو زندگیوں میں اعتدال آ جاتا ہے۔ اعمال میں توازن پیدا ہوتا ہے۔ خطوط شاہراہ متعین ہو جاتے ہیں ـــــ ان ہی خوفناک احساسات سے زوال پذیر حیات کے جزر و مد میں پُرسکون ٹھہراؤ آ جاتا ہے ـــــ لہٰذا کیوں نہ رک کے اور جھک کے طمع

کا گلا گھونٹ دیں ـــــ تاکہ اعتدال ہماری زندگی کو پُر کیف بنا سکے۔

اتنی ہولناک صورت حال کا سامنا ابھی کر ہی رہے تھے۔ کہ فشار قبر شروع ہوا ـــــ آخر یہ فشار قبر ڈر اور خوف کا مفروضہ تو نہیں ہے ـــــ؟ یہ آپ مجھ سے کیا سنیں یہ منظر قبر میں احاطۂ تحریر میں کیسے لے آؤں ـــــ میرا تو رواں رواں کانپ رہا ہے ـــــ میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ـــــ قلم لڑکھڑا رہا ہے ـــــ زبانِ قلم سوکھ رہی ہے ـــــ ہاتھوں کی حرکتیں رک رہی ہیں۔ ضبط تحریر کے وقت پورا ماحول ڈراونے سناٹے میں ڈوبنے لگا۔ لیکن کیا کیا جائے ـــــ قہر الٰہی سے آخر فرار کب تک اختیار کیا جائے ـــــ لہٰذا سنئے ـــــ دل کو تھام کر سنئے ـــــ حضرت علیؑ ہی کا ایک قول سُنا رہا ہوں۔ [اذا دفن قالت له الارض لا مرحباً بك ولا اهلاً لقد كنت من ابغض من تمشي على ظهري فاذ اوليتك فتعلم كيف صنعي بك فتضمه حتى تلتقي اضلاعه وفي الانوار فتضغطه ضغطة تخرج مخ رأسه من اضافير رجليه ـــــ جب دفنایا جاتا ہے۔ تو زمین دفن ہونے والے سے کہتی ہے۔ نہ تو اہلاً کا روا دار ہے اور نا ہی مرحبًا کا حقدار ہے۔ کیونکہ تو میری پیٹھ پر غضب سے مملو چلتا تھا۔ اب جبکہ تو آ ہی گیا ہے۔ اب دیکھ میں تجھ سے کیا سلوک کرتی ہوں یہ کہکر اسکو اتنا فشار دیتی ہے کہ میت کے چاروں اطراف ایک دوسرے میں پیوست ہوجاتے ہیں ـــــ اور ایک کتاب " انوار " میں آیا ہے کہ قبر میت کو اتنا فشار دیتی ہے کہ دماغ کا گودا سمٹ کر اسکے تلوؤں سے نکل جاتا ہے۔

دوستو! اس سے بچنا محال ہے ـــــ عزیزو! اس سے چشم پوشی کرنا خودفریبی

ہے ـــــ یہ حالت جانکنی کی حالت سے بھی سخت تر ہے ـــــ یہ موت کی آخری ہچکی سے بھی کربناک ہے اسکا سامنا تو ہر ایک کو (ـــ بغیر صالحین کے ـــ) کرنا ہے ـــــ اور ہر اس شخص کو کرنا ہے، جو یہاں سے چل پڑا ـــــ اب چاہیئے اس کی موت فضائے لسیط میں اسکو تنکوں کی طرح اڑا ے یا گہرے پانیوں کی تہوں میں تھپکی دے دے کر سُلائے ـــــ فشار تو لازمی ہے ـــــ اب یہ فشار کسی کو ماں کی گود میں ماں کے زور سے دبانے کی صورت میں ہو ـــــ یا حصے بکھرے ہو جانے کی صورت میں ہو ـــــ اس سے فرار نا ممکن ہے۔

خیال تھا کہ بلا ٹلی ـــــ اب ذرا سی راحت نصیب ہو ـــــ تاکہ وجدان دیکھے کہ آخر میرے اس قدو قامت کا یہ بھیانک حشر کیسا ہوا ـــــ اب جو نظر آیا ـــــ تو خوف و دہشت سے ضمیر کے پندار جھنجھنا اُٹھے ـــــ دیکھا کہ سرو پیر کی سمتیں بدل چکی ہیں ـــــ چپ و راست ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے ـــــ ہائے کیسا زمانہ آگیا ـــــ؛ کن لمحوں سے سابقہ پڑا ـــــ؛ یہ کس ماحول میں پھنس گئے ـــــ کہ چین ہی نہیں لینے دیتے ـــــ اِدھر آسمان سے کیا گرے کہ کھجور میں اٹک گئے فوراً پہنچا دیئے گئے "برزخ" کی کنڈلی میں ـــ ومن ورائھم برزخ الیٰ یوم یبعثون ـــــ اور ان کے پیچھے قیامت تک کا وقت برزخ ہے" ـــــ یہی منزل انہونی ہے ـــــ فہم و ادراک سے پرے ـــــ عقل و شعور کی دسترس سے باہر ـــــ اسلئے کہ اعضاء و جوارح مکمل ہونگے ـــــ تشکل و شمایل بھی پوری ہوگی ـــــ لیکن جسد خاکی کی محتاج نہیں ـــــ جسم کے خاکدان سے دور بہت دور بس آئینہ میں تصویر ظاہری کی

طرح ـــــ گو کہ یہ تشبیہ صحیح نہیں ہے ـــــ کیونکہ آئینہ کا عکس تو باہر کے منظر سے ابھر آتا ہے ـــــ اور برزخی شکل اور وجود اس قسم کی تشبیہ سے بھی ماوراء ہے ـــــ یہ جسم لطیف ہے اور اسی کو جسد خاکی میں کئے گئے بھید بھاو کی پرسش ہو گی اب جیسا بویا ہو گا ـــــ ویسا ہی کاٹے گا۔

رسولؐ خدا ارشاد فرماتے ہیں ـــــ ان احدکم اذا مات عرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشی، ان کان من اھل الجنۃ فمن الجنۃ وان کان من اھل النار فمن النار یقال ھذا مقعدک حین یبعثک اللہ یوم القیامۃ ـــــ جب آپ میں سے کوئی مرجاتا ہے تو رات دن اسکو لگاتار اپنی اصلی جگہ دکھائی جاتی ہے ـــــ اب یہ اگر اہل بہشت میں سے ہوتا ہے تو بہشت دیکھتا ہے اور اگر یہ اہل جہنم میں سے ہوتا ہے تو جہنم دیکھتا ہے اور اس کو بتا دیا جائیگا کہ یہ تمہارے ٹھہرنے کی جگہ اس وقت تک ہے جب تک نہ رب کریم قیامت میں تجھے پھر سے کھڑا ہونے کا حکم دے گا۔ (مجمع البیان جلد ۸ صفحہ ۵۲۶)

دیکھا آپ نے ـــــ سرورؐ دوسرا نے دونوں منزلوں کے خط و خال کس حسین پیرائے میں بیان فرمائے ـــــ آپؐ نے نیک و بد کی ابدی آماجگاہوں کی منظر کشی امت مرحومہ کے سامنے رکھی۔ اب ذرا اپنے آپ کو دنیاوی بندھنوں سے آزاد کر کے تصور کریں ـــــ عالم تنہائی ہے ـــــ چند ہی لمحے پہلے موت کی ہولناک سختیوں سے گزر کے آیا ہے ـــــ فشار قبر نے اس کے جوڑ و بند کو الگ کر دیا ہے ـــــ منکرین کے سوالات سے یہ حواس باختہ ہو چکا ہے ـــــ اب جہاں مقید ہے وہاں یمین و یسار میں کوئی بھی مونس و غمخوار نہیں۔

ہے ـــــ مدِ نظر تک ویرانیوں کے سناٹے ہیں ـــــ ایسا سماں ہے
کہ خاموشیاں چاک گریباں ہو کر دبی دبی سسکیاں ہر سو بکھیر رہی ہیں ـــــ
اور سامنے دو متضاد راستے ہیں ـــــ ایک پر نہریں رواں دواں ہیں ـــــ
حسن و جمال کی اٹھکیلیاں ہیں ـــــ آبشاروں کی ترنم خیزیاں ہیں گوناگوں اشجار
کی لہراتی مستیاں ہیں ـــــ باغ و بہاراں کی دل موہ لینے والی دلفریبیاں ہیں ـــــ
دلِ سوختہ کو بھرمانے والی نغمگیاں ہیں ـــــ جوڑ بند کے لئے مرہم پٹیاں ہیں ـــــ
اور دوسری طرف نار سوزاں کی لپکتی شعلہ خیزیاں ہیں ـــــ چیخ و پکار کی کراہٹ
خیزیاں ہیں ـــــ جلتے اجسام کی بدبودار حشر سامانیاں ہیں ـــــ بہتے پیپ کی
تعفن زدہ ندیاں ہیں ـــــ نت نئے عذاب و عقاب کی قہر مانیاں ہیں ـــــ
آہ و نالوں کی جگر سوزیاں ہیں۔

بھلا کون ـــــ اس دوسرے راستے کے راہرو کی اندرونی حالت کا اندازہ
کر سکتا ہے ـــــ؟ کون اسکے قلب و جگر سے اٹھنے والے طوفان کو بیان کر سکتا۔
ـــــ جب اِدھر تھا۔ تو کہہ دیا گیا تھا۔ خود بھی بچو اور اپنے اہل و عیال کو بھی بچاؤ ـــــ
لیکن نہ خود ہی بچنے کی سعی کی اور نا ہی اہل و عیال کو بچنے کے مواقع میسر رکھ سکا
ـــــ اب تو اُدھر پہنچا ـــــ وہاں بھی متعین راستے پر نہ چلتا ـــــ لیکن کون
مانے ـــــ اسکے باوجود آپ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ سب خوف وہیم کے ہتھکنڈے
ہیں ـــــ باقی کچھ بھی ہنیں ـــــ

لہٰذا آپ جناب امیرؑ کا یہ مختصر خطبہ سُنئے ـــــ فانکم لو قد عاینتم
ما قد عاین من مات منکم لجزعتم و وھلتم و سمعتم و اطعتم

ولکن محجوب عنکم قد عاینوا و قریب ما یطرح الحجاب و لقد بصرتم ان ابصرتم و اسمعتم ان سمعتم و هدیتم ان اھتدیتم و بحق اقول لکم و لقد جاھرتکم العبر و زجرتم بما فیہ مزدجر و ما یبلغ عن اللہ بعد رسل السمآء الا البشر۔

جو کچھ وہ دیکھتے ہیں کہ جو تم میں سے مرگئے ہیں تو تم گریہ وزاری کرتے اور ڈرتے۔ حکم الہٰی سنتے اور اسکی پیروی کرتے ــــ لیکن وہ عالم تمہاری نظروں سے اوجھل ہے اور جلد ہی یہ پردہ تمہارے سامنے سے ہٹا دیا جائیگا ــــ ہاں اب اگر تم چشم حقیقت بین اور گوش شنوا رکھتے ہو اور دل بیدار ہیں تو تمہاری راہوں کے نشان متعین ہیں اور حقائق بتا دیئے گئے ہیں ــــ براہ راست تم کو ہدایت کی گئی ہے ــــ میں تم سے حقیقت کہتا ہوں کہ عبرت کے وسائل روشن اور تابناک ہیں۔ جن چیزوں سے تم کو روکا گیا ہے اُن سے رُک جاؤ ــــ احکام الہٰی کو فرشتوں کے بعد انبیاءؑ کے سوا کسی اور نے نہیں پہنچایا ــ

اگر بصیرت پر تنے ہوئے پردے کو ہٹا دیا جائے ــــ اور گوش شنوا کے بند کواڑ کھول دیئے جائیں ــــ تو خفتگی اور خستگی کا علاج ہو سکتا ہے ــ اسلئے کہ توانا ضمیر ہی رک کے صحیح فیصلہ کر پاتا ہے۔ اور حکم الہٰی کے سامنے ہر پندار کو تیاگ کر جُھک جاتا ہے ــــ لہٰذا پر شور بستیوں اور ویرانوں کے سناٹوں میں سنبھل سنبھل کر اس منزل کی طرف سامان بھیجتا ہے کہ جہاں اس کی افادیت کا اندازہ یہاں رہ کر یہ نہیں کر پاتا ــــ یہ حقیقت اس کے سامنے کھل کے آتی ہے کہ اس پردیس میں ــــ جہاں تنہائی کا عالم ہے۔ ایک حقیقی وجود

میرے سامنے آکے کہے گا۔

یا ھذا کنا ثلاثۃ' کان رزقك فانقطع بانقطاع اجلك' وکان اھلك فخلفوك والفرفواعنك' وکنت عملك فبقیت معك اما ان اھون الثلاثۃ

اے (سننے والے سن) میں تین چیزیں تھا۔ ۱۔ رزق جو تجھ تک پہنچتا تھا۔ لیکن موت نے اسکو روک لیا۔ ۲۔ اہل و عیال ——— جنہوں نے تجھے یہاں لاکر چھوڑ دیا۔ اور خود منہ پھیر کر چل دیئے۔ ۳۔ عمل ——— میں تمہارے ساتھ باقی ہوں ——— جبکہ (حقیقت یہ ہے کہ) رزق اور اہل و عیال کے مقابلے میں ——— میں ہمیشہ تیرے سامنے کمتر رہا۔

کتنی پتے کی بات ہے ——— آخرالذکر چیز ہر ایک کے پاس ارزاں تری تو ہے ——— اسکی قیمت صبح و شام گرتی ہی رہی ——— اور گرانے والا کوئی اور نہیں ہم خود تھے ——— اسکی قیمت کا اندازہ ہمیں تب ہوا جب ہم مجبوریوں اور مقہوریوں میں گھر گئے۔ جب ہوش سنبھالا تھا۔ تب اس کو بے مول سمجھ کر نظر انداز کر دیا تھا۔ ——— جبکہ ہر گھڑی ——— ہر آن یہ اسکے وجود کا ہالہ بنائے ہوئے تھی ——— یہ اسکو جانتا تھا ——— لیکن انجان بن کر دھتکارتا رہا ——— وہاں پہنچ کر جب عمل پوچھے گا ——— کہ کیا میں بے قیمت تھا کہ نہیں ——— ؟ سر بگریباں ہے اب کیا بنے ——— یہ آج سوچتا تھا ——— لیکن آج تو اس نے سوچنا تج دیا ہے ——— اعراض کیا ہے اپنے اسکی افادیت سے ——— یہی وہ اسباب تھے کہ جنہوں نے کب کی اسکے ماتھے پر "مجرم" کی مہر لگا دی ہے ——— کل اس کی صورت قبیح ترین اور وحشت خیز ہوگی اس سے کہدیا جائیگا ——— کہ تجھے ننّو کوڑے

مار دیئے جایں گے ـــــ یہ گھگھیائے گا ـــــ گڑگڑائے گا ـــــ منت و سماجت کا دامن پھیلائے گا ـــــ اس پر اسکی حسرتوں کا بھرم رکھا جائے گا ـــــ اللہ کی رحیمیت سے ننّو کے بجائے ایک ہی تازیانے پر بات آ پہنچے گی ـــــ اور جب ایک تازیانہ اسکو مارا جائیگا تو اسکی خواب گاہ نار آخرت سے مملو ہو جائے گی۔

یہ کھیل تماشے کا تازیانہ نہیں ہے کہ جس سے دل بہلایا جاتا ہے ـــــ یہ عبرت کا تازیانہ ہے ـــــ اور یہی بانگ رحیل ہے ـــــ یہی نشان راہ ہے۔ ـــــ اسی سے اگلی منزل کا انتخاب کیا جاتا ہے ـــــ لہٰذا نہ صرف خود بلکہ اپنے بال بچوں کو بھی شب و روز کے جھمیلوں سے تھوڑی دیر کے لئے نکال لے آئے خرقۂ دنیا اتار پھینکئے ـــــ چاہتوں کے پیرہن کو چاک کیجئے ـــــ نظریہ ضرورت کی رنگ آرائیوں سے باز آجائے ـــــ امیدوں کے تاج محلوں کو مسمار کر دیجئے۔ ـــــ بھولی ہوئی آخرت کو ذہن کے اسکرین پر لے آئے اور دیکھیے ـــــ اور جانئے ـــــ!

You should know, as you do know, that you have to leave it and depart from it. While in it, take lesson from those "*who proclaimed `who is more powerful than we'*". (Quran, 41:15) but they were carried to their graves, though not as riders. They were then made to stay in the graves, but not as guests. Graves were made for them from the surface of the ground. Their

shrouds were made from earth. Old bones were made their neighbour. They are neighbours who do not answer a caller nor ward off trouble, nor pay heed to mourner.
If they get rain they do not feel happy, and if they face famine they do not get disappointed. They are together but each one apart. They are close together but do not see each other. They are near but do not meet. They are enduring and have no hatred. They are ignorant and their malice has died away. There is no fear of trouble from them and no hope of their warding off (troubles). They have exchanged the back (surface) of the earth with its stomach (interior), vastness with narrowness, family with loneliness, and light with darkness. They have come to it (this world) as they had left it with bare feet and naked bodies. They departed from it with their acts towards the continuing life and everlasting house as Allah has said:
...*As we caused the first creation, so will We get it return. (It is) a promise binding Us, verily We are doing it.*
(Quran, 21:104)

(Nahjul-Balagha, Sermon: 110)

آپ کو جاننا چاہیئے ـــــ اور آپ جان بھی چکے ہیں۔ کہ دنیا کو چھوڑ دیجیئے۔ اور دنیا سے کوچ کیجیئے اور اُن سے نصیحت حاصل کیجیئے کہ جو کہتے تھے کہ ہم سے زیادہ طاقتور اور کون ہے ـــــ پند حاصل کیجیئے کہ ان کو قبرستانوں کی طرف اٹھا کر لیا گیا ـــــ لیکن سوار کر کے نہیں کیونکہ سوار تو اپنی سواری پر جاتا ہے۔ ان کو قبروں کی فرودگاہوں تک پہنچا دیا گیا کہ ان کو مہمان نہیں کہا جاسکتا ـــــ ان کو اسی خاکدان میں سے قبر کی جگہ مہیا کی گئی اور مٹی ہی سے ان کے کفن بنائے گئے اور مردہ اجسام کو بوسیدہ ہڈیوں کی ہم سائیگی میں رکھا گیا ـــــ اور ہمسائے ایسے کہ کسی بات کا جواب تک نہیں دے سکتے۔ کبھی بھی کسی ستم رسیدگی پر دست روائی نہیں کرتے۔ ـــــ کسی کی آہ و زاری پر کان نہیں دھرتے ـــــ اگر ان منوں مٹی تلے سونے والوں پر بارشیں پڑتی ہیں تو یہ شادماں نہیں ہوتے ـــــ اگر کبھی خشک سالی آن پڑے تو یہ نا امیدی کا رونا نہیں روتے ـــــ اکٹھے ہو کر بھی تنہا ہیں ـــــ ایک دوسرے کے قریب ہونے کے باوجود دور دور ہیں۔ اتنا نزدیک ہونے کے باوجود ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے ـــــ ایک دوسرے کے خویش و اقارب ہیں لیکن پھر بھی اس رشتے سے غافل ہیں۔ بردباری اور کینہ توزی تو ان سے ختم ہو چکی ہے۔ اب یہ لوگ کسی چیز کو پا نہیں سکتے ـــــ حسد سے ان کے دل پاک ہیں۔ اب ان سے کسی کو خطرہ نہیں تاکہ یہ کسی کو نقصان پہنچا سکتے اور کسی کو ان سے امداد کی توقع نہیں۔ ان لوگوں نے دنیاوی مساکن قبروں میں بدل دیئے اور فراغت کو تنگدستی کا پیرہن پہنا دیا ـــــ روشنیوں کو اندھیروں میں دھکیل دیا۔ یہ اب ویسے ہی برہنہ بدن اور ننگے پا ہو کر رہ گئے جیسے کہ دنیا میں آنے کے وقت تھے۔ اور اسی طرح

اپنے اعمال کے ساتھ حیات جاودانی اور باقی رہنے والی سرائے میں بسنے کے لئے چل پڑے جیسے کہ اللہ سبحانہ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

ہم نے جس طرح ان کی پہلی تخلیق کی۔ ہم دوبارہ اسی طرح ان کو خلق کریں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے اور اس سے ہم غافل نہیں ہیں۔

جناب علیؑ نے آپ کے سامنے منہ بولتی حقیقت سے پردہ ہٹا کے رکھدیا ـــــ آپ جس آغوش وحی کے تربیت یافتہ تھے ـــــ وہیں سے ہمیں کہدیا گیا کہ راستے صرف دو ہی ہیں ـــــ ان پر پہلی ہی منزل پر نیک و بد کے بورڈ لگا دیئے گئے ہیں ـــــ نیکی پر چلنے کو ہم کہیں گے اور بدی پر چلنے کو شیاطین کہیں گے اب تجھے ہی فیصلہ کرنا ہے کہ کیا اچھا ہے اور کیا بُرا ـــــ نیکی کا خوگر بنے گا تو تمہارا فائدہ بدی کو گلے لگائے گا تو تمہارا نقصان ـــــ اور یہ صرف اور صرف اسلیئے تاکہ "کل" آپ کے عذرات کی زبان کو لگام دی جائے گی۔

اور ادھر سے اللہ کے کرم کا تقاضا تو یہی تھا۔ کہ بندہ بے لگام ہوکر بے ثبات راہوں پر سرپٹ دوڑتا نہ چلا جائے ـــــ اسلیئے انبیاء کو بھیجا تاکہ خواہشات کی منہ زوری کو روکا جائے ـــــ یہ الرحم الراحمین کے فیض و احسان سے بعید ہے کہ وہ اپنے بندوں کو حیرانی کے عالم میں چھوڑ دے ـــــ لہٰذا نفس امارہ کے اُبلتے آتش فشان پر رسولؐ بھیج کر برودت رکھنے کا سلیقہ سکھا دیا ـــــ ابلیس کے جتنے بھی نام آپ رکھیں ـــــ آپ "طمع" کے ہاتھوں مجبور ہوکر رکھ سکتے ہیں ـــــ اس کے رنگا رنگ جالوں میں سے رہائی پانے کے واضح احکامات بتلا کر اللہ تعالیٰ نے انسان کو کبھی بھی مایوس نہیں کیا ـــــ لیکن ہائے رے انسان۔ تیری کونسی کل سیدھی رہی ـــــ

تو ما ہے ماشہ بنا تو گا ہے تولہ۔ اپنے گریباں میں جھانکنا تو تو نے ہمارے اس اعلان کے فوراً بعد ترک کیا کہ جب ہم نے تجھ سے کہا تھا کہ

الم اعهد اليكم يا بنی آدم ان لا تعبدو الشيطان انه لكم عدو مبین۔ کیا ہم نے بنی آدم سے عہد نہیں لیا ہے کہ وہ شیطان کی تابعداری نہ کرے وہ (شیطان) تو ان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔

سورۃ الیاسین کی یہ آیت حجت تھی ـــــ لیکن اس حجت کے بعد بھی اگر تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ جب حق میرے پاس آیا ہی نہیں ـــــ تو میرے صحیح راستے سے بھٹکنا تو ایک فطری امر تھا ـــــ کتنا غلط پروپگنڈا ہے ـــــ اور کتنی دھوکہ دہی ہے ـــــ سنو! تمہارا رواں رواں ہماری ہر حجت پر ناقابل تردید دلیل ہے ـــــ تمہارے وجدان کی ہر تار پر ہمارے ہی کہے کی ناقابل تنسیخ دھمک موجود ہے ـــــ نہ تم بری الذمہ تھے ـــــ نہ ہو اور نہ ہی رہو گے ـــــ!

• خبرگیری

چلئے ذرا اس مجرم کی تھوڑی بہت خبر گیری کریں ـــــ ہم نے تو اسکو چھوڑ ہی دیا ـــــ اونہہ! اونہہ! ہم بھی کیسے بے گانے بنے ـــــ ہم نے ترک تعلق سے کام لیکر کچھ اچھا نہ کیا ـــــ ہماری یہ بے رخی بھی اچھی نہیں ـــــ یہی ایک تو نہیں گیا ـــــ کل ہمیں بھی تو جانا ہے ـــــ آج اگر اس کا حال واحوال نہ جانا ـــــ کل یہی کچھ پھر ہم سے بھی ہوگا ـــــ آخر اسکو ذہن کے پردوں پر سے محو کرنے کی کیا تک ـــــ کیا اسکے مرقد میں اترنے

سے ہمارے تعلقات اس سے منقطع ہوئے ـــــ؟ کیا اب یہ ہمارے لئے اتنا غیر ہوا کہ اس سے بات بھی نہیں کر سکتے ـــــ؟ کیا ادھر کا حال بتانا اور اُدھر کی روداد سننا سماج میں عار ہے ـــــ؟ نہیں نہیں ـــــ اسکے چھوڑ کر چلنے سے کیا ہوا ـــــ اسکے روٹھ کر جانے سے کیا فرق ـــــ یہ تو اب ہمارے دیرینہ فہرست " اسلاف " میں شامل ہوا ـــــ ہے کی منزل سے اگر نکل بھی چلا۔ لیکن " تھا " تو قیامت تک ساتھ نبھائے گا ـــــ اب اگر یہ " تھا " کا جامہ بھی اوڑھ گیا تو اسکا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ ہمارا " انگ " نہیں تھا ـــــ اگر کٹ بھی گیا پھر بھی ہمارے ہی جسم کا ایک حصّہ تھا۔ آیئے ذرا اسکی خبر لے لیں۔

آنحضرتؐ قبرستانِ بقیع میں پنجشنبہ کی عصر کو جاکر اس طرح فرمایا کرتے تھے۔

السلام علیکم یا اہل الدّیار ـــــ اے اہالیان قبر ـــــ ہمارا سلام ہو تم پر رحمکم اللہ اللہ تم پر رحم کرے۔

یہ سلام بظاہر سیدھا سادا سا ہے۔ لیکن ذرا سا غور کریں ـــــ دعا کی جارہی ہے۔ کہ اے قبروں میں محو خواب ہونے والو! ہم تمہاری سلامتی چاہتے ہیں۔ یہ سلام کہہ رہا ہے کہ جہاں یہ پڑا ہے، وہاں کا ماحول پُرخطر ـــــ ظلمت سے لبریز اور خوف و دہشت سے مملو ـــــ اسکا پورا ماحول سناٹوں کی دبیز چادروں میں لپٹا ہوا ہے ـــــ حشرات الارض کی بہتات سے بھرا پڑا ہے۔ لہذا سلامتی کی شدید ضرورت ہے اسکو ـــــ رحمت کا فیضِ باراں اسی ماحول میں چاہیئے۔

ـــــ ورنہ کہیے کس سے ـــــ سننے والا ہے کون ـــــ

حضرت علیؑ جب کسی قبرستان میں پہنچتے تھے ـــــ تو فرماتے تھے۔

یا اھل التربۃ و یا اھل الغربۃ ان منازلکم فقد سکنت و ان اموالکم فقد قسمت و ان ازواجکم فقد نکحن ھٰذا خبر ما عند نا

ـــــ اے مٹی کے ساکنو! اے غربت میں سکونت پذیر ہونے والو! تمہاری چھوڑی ہوئی جگہیں پُر ہوگئیں ـــــ تمہارا چھوڑا ہوا مال تقسیم کردیا گیا ـــــ تمہاری ازواج نے نئے گھر بسالئے ـــــ یہ یہاں کی خبر ہے۔

ہم نے تو اسکو اپنے ہاں کا حال و احوال ہر وقت اسی طرح سنایا ـــــ یہ سنکر اسکے دل پر کیا بیت رہی ہے ـــــ کون کہہ سکتا ہے ـــــ اس نے ہمارے اس احوال پر کتنی دردناک کروٹیں بدلیں کون بیان کرسکتا ہے ـــــ جب اس نے یہ حقیقت بیانی سنی ہوگی تو کون بیان کرسکتا ہے کہ اس کے قلب و جگر میں کتنے طوفان مچل اٹھے ہونگے ـــــ لیکن جہاں پر یہ بے بسی اور بے کسی سے بندھا پڑا ہے۔ اسکو کم از کم وہاں کا حال و احوال بتانا ہے ـــــ کیونکہ اس کو بولنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ـــــ کہنے پر بندشیں نہیں ـــــ اور جب زبان حال سے جواب دیا ـــــ تو کیا آپ کو سننے کی تاب ہے ـــــ؟ اور سنکر سہنے کی طاقت و ہمت ہے ـــــ؟ سنئے ـــــ دل کھول کر سُنئے ـــــ کہیں سن کے ہوش و حواس نہ کھو دیں ـــــ کہیں دل کی حرکتیں رک نہ جائیں ـــــ کہیں خون کی رفتار ٹھہر نہ جائے ـــــ اس کا پہلا اور آخری جواب صرف یہ ہے کہ۔

میرا حال کیا پوچھتے ہو ـــــ میں کیسے بیان کروں ـــــ کہ جب سے آپ لوگوں نے مجھے مٹی کے حوالے کیا ہے۔ میری صورت کو مٹی کی دبیز تہوں نے

قابلِ عبرت بنادیا ـــــ میری آنکھیں پگھل چکی ہیں ـــــ چہرے کا گوشت نوچ لیا گیا ہے ـــــ میری ڈراونی صورت میری روح مستعار کو رہ رہ کر بیم زدہ کرتی رہتی ہے ـــــ بدن کے انگ انگ سے بہنے والے خون اور پیپ نے بدبودار فضاؤں کو بھی دہلا کے رکھدیا ہے ـــــ ہڈیوں کے بوسیدہ اور کریہہ المنظر ڈھانچے کے انگنت سوراخوں میں سے نت نئے زہریلے کیڑے آمدورفت ہشت پہر کرتے ہیں ـــــ وجود کی کہنگی اور خستگی سے ہیبت کدہ ہلتا رہتا ہے اور انانی رہن الاعمال اور یہ میرا بدبودار وجود اعمال کی زنجیروں میں کس کے جکڑا ہوا ہے۔(الحدیث)

یہ حدیث ہے۔ قصہ نہیں ـــــ یہ حقیقت ہے ـــــ فرضی کہانی نہیں ـــــ لہذا آج نہیں تو کل یہی خبر ہم سے بھی سنی جائیگی ـــــ نادانیوں میں اسکا کیا کام ـــــ انجان پن آخر کب تلک ـــــ حقیقت بیانی اچھی صفت ہے ـــــ کھل کے بول دینا ہی عقلمندی ہے ـــــ ناپائیدار دنیا میں مصلحتیں آڑے آتی تھیں ـــــ رسوخ سدراہ ہو جاتا تھا ـــــ عزت و وقار روک رکھتا تھا ـــــ لیکن جہاں اب یہ قید ہے۔ وہاں اب کیا باک ـــــ وہاں شرم و حیا کس لئے ـــــ وہاں مصلحتوں کا کیا کام ـــــ وہاں بول کے تحقیر و تذلیل سے واسطہ نہیں ـــــ لہذا کھل کے بتا دینا ہی بہتر ہے ـــــ غلط بیانی مزید لے ڈوبے گی ـــــ خاموشی عذاب و عقاب کے نئے ابواب رقم کروائے گی ـــــ لہذا جو کچھ بھی اس پر گزری ہے۔ ہم سب کو صرف اس لئے بتلا دیا کہ ہم سنبھلیں ـــــ لہذا جب بھی آپ قبرستانوں کی طرف وارد ہوں تو ان خاموش بستیوں پر گہری نظریں جمائیں اور کہیں ـــــ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ـــــ السلام علی اھل لا الٰہ الا اللہ من اھل لا الٰہ الا اللہ یا اھل لا الٰہ الا اللہ بحق لا الٰہ الا اللہ کیف وجدتم قول لا الٰہ الا اللہ من لا الٰہ الا اللہ یا لا الٰہ الا اللہ بحق لا الٰہ الا اللہ اغفر لمن قال لا الٰہ الا اللہ و احشرنا فی زمرۃ من قال لا الٰہ الا اللہ۔

• تاریخ

پیشی دفعتاً لگ گئی ـــــ احساس بھی نہیں ہو پایا کہ اچانک تاریخ کا اعلان کیا جائیگا ـــــ نہ سال کا علم ـــــ نہ مہینے کا پتہ ـــــ نہ لمحے کی خبر ـــــ ادھر اعلان ہوا ـــــ اُدھر ہم تھرا اُٹھے ـــــ ہمارے تمام عذرات درماندگی کے یکلخت شکار ہوئے ـــــ اب کتنے ہی ہاتھ پیر ماریں۔ لیکن سبھی بیکار ـــــ آنکھیں پتھرا اٹھیں ـــــ بدن کا رواں رواں کانپنے لگا ـــــ بے پناہ خوف سے پاؤں اٹھتے ہی نہیں ـــــ خیال تھا کہ مٹی کے ذروں میں جب تبدیل ہی ہونا ہے تو پھر اٹھنے کا سوال ہی ناقابل یقین ـــــ ان بے قیمت ذرات میں سے اپنی ہی حالت میں واپس آجانا بعید از عقل ہے ـــــ جب تخلیقی ادوار کا عمل ہی نہیں تو پھر تکمیل جسم کس طرح ـــــ ؟ و ان تعجب فعجب قولھم ءاذا کنا ترابا انا لفی خلق جدید ـــــ اگر تمہیں کسی بات پر تعجب ہوتا ہے تو کفار کا یہ قول تعجب انگیز ہے کہ جب ہم گل سڑ کے مٹی ہو جائینگے تو کیا پھر ہم ایک نئے جنم میں آئیں گے ؛ اولٓئک الذین کفروا بربھم و اولٓئک الاغلال فی اعناقھم۔ ـــــ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کیا اور یہی وہ لوگ ہیں جنکی گردنوں میں طوق پڑے ہونگے۔

و قالوا ءاذا كنا عظاما و رفاتا ءانا لمبعوثون خلقا جديدا ـــــــ قل كونوا حجارة او حديدا ٥ او خلقا مما يكبر في صدوركم ـــــــ یہ لوگ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد جب ہم گل سڑ کے رہ جائیں اور ریزہ ریزہ ہو جائینگے تو کیا ازسر نو پیدا کر کے کھڑے کئے جائیں گے ـــــــ تم کہدو کہ مرنے کے بعد چاہیے تم لوگ پتھر بن جاو یا فولاد یا اور بھی کوئی چیز جو تمہاری نظروں میں سخت سے سخت تر ہو اور اس کا زندہ ہونا دشوار ہو ـــــــ پھر بھی وہ سب زندہ کئے جائیں گے۔ فسيقولون من يعيدنا ـــــــ عنقریب یہ پوچھیں گے کہ دوبارہ کون زندہ کریگا؟ قل الذي فطركم اول مرة ـــــــ تو کہدو کہ جس نے تمہیں پہلے خلق کیا فسينغضون اليك رءوسهم۔ اس پر یہ لوگ سر مٹکائیں گے تمہارے سامنے ويقولون متى هو آخر یہ کب ہوگا قل عسى ان يكون قريبا تم کہدو کہ عنقریب اور بہت جلد ہوگا۔ يوم يدعوكم فتستجيبون بحمده وتظنون ان لبثتم الا قليلا یہ وہ دن ہوگا جس دن اسرافیل کے ذریعے سے بلاوا آئیگا اور تم لوگ حمد کرتے ہوئے اسکی تعمیل کروگے (اور قبروں سے نکلو گے) اور خیال کروگے کہ مرنے کے بعد قبروں میں کم ٹھہرے۔ (بنی اسرائیل)

"فاستفتهم اهم اشد خلقا ام من خلقنا ط انا خلقناهم من طين لازب ٥ بل عجبت ويسخرون ٥ واذا رأوا اية يستسخرون ٥ وقالوا ان هذا الا سحر مبين ٥ ءاذا متنا وكنا ترابا وعظاما ءانا لمبعوثون ٥ اوآباؤنا الاولون ٥ قل نعم وانتم داخرون ٥ فانما هي زجرة واحدة فاذا هم ينظرون ٥ وقالوا يويلنا هذا يوم الدين ٥ هذا يوم الفصل الذي

کنتم بہ تکذبون٥" (الصافات)

پس اے رسولؐ تم ان سے پوچھو کہ ان کا پیدا کرنا دشوار ہے یا ان چیزوں کا جنکو ہم نے پیدا کیا۔ ہم نے تو ان کو لسدار مٹی سے پیدا کیا۔ بلکہ تم تو (ان کفار کے انکار پر) تعجب کرتے ہو اور وہ لوگ تم سے مسخراپن کرتے ہیں اور جب انہیں سمجھایا جاتا ہے تو سمجھتے نہیں ہیں اور جب کسی معجزے کو دیکھتے ہیں تو اسکو تمسخرانہ نظروں کے نذر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو بس کھلا ہوا جادو ہے۔ پھر جب ہم مرجائیں گے اور خاک اور ہڈیاں رہ جائیں گے تو کیا ہم یا ہمارے اگلے باپ دادا (پھر سے قبروں میں سے) ایستادہ کردیئے جائیں گے۔ اے رسولؐ تم کہدو کہ ہاں ضرور اٹھائے جاؤ گے اور تم ذلیل ہوگے اور وہ قیامت تو ایک للکار ہوگی۔ پھر تو وہ لوگ فوراً ہی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھنے لگیں گے اور کہیں گے ہائے افسوس یہ تو قیامت کا دن ہے۔ (جواب آئے گا) کہ یہ وہی فیصلے کا دن ہے جسکو تم دنیا میں جھوٹ سمجھتے تھے۔

سنا آپ نے کہ ہمارے توہمات کی قلعی کیسی کھول کے رکھدی ــــ اب یہ "کیسے" ــــ؟ کا سوال ہی کہاں رہا ــــ ہمارے ناممکنات پر ممکنات کی چھاپ ایسے ڈال دی ــــ کہ ہمارے الفاظ حلق میں ہی گھٹ کے رہ گئے ــــ ہمارے سوال بھی بتا دیئے اور اپنے حتمی جواب بھی سنا دیئے ــــ اب بھی اگر ہم ــــ دوبارہ جی اٹھنے کے سوال سے کلبلایں تو یہ قانون الٰہی سے اعراض ہوگا ــــ جو کسی بھی حال میں قابل معاف نہیں ہوگا۔

جب یہ تاریخ لگے گی ــــ تو لوگ اتنے مصروف ہونگے کہ حصول دنیا

کی لالچ نے ان کی سدھ بدھ سلب کرلی ہوگی —— لہٰذا پورے ماحول میں شور شرابا ہوگا —— ہر سو بے مقصد چیخ و پکار سے کان کے پردے پھٹے جا رہے ہونگے —— لوگ بے ہنگم راہوں پر رواں دواں ہونگے —— فرصتوں کے لمحات سمٹ چکے ہونگے —— آرام گاہوں میں طلب کے اضطراب کی وجہ سے نیندیں اڑی ہوئی ہونگی —— کچھ پانے کی بے چینیاں رگ و ریشے میں رچی بسی ہونگی —— اپنے بے گانے اور بے گانے ہمدوش ہونگے —— زر — زن اور زمین پر محاذ آرائی ہوگی —— ہر بڑا چھوٹے کو روندتا ہوا دوڑتا ہوگا —— عصمتیں سرِ بازار لٹتی ہونگی —— حیا دن دھاڑے بک رہی ہوگی —— عزت و احترام فخراً پامال ہوتا ہوگا —— اور یہ سب کب ہوگا — آثار تو مستقبل قریب کا پتہ بتا رہے ہیں۔ لیکن سال کیا ہوگا —— مہینہ کونسا ہوگا اور تاریخ کیا ہوگی نہ مجھے خبر نہ آپ کو علم —— یہاں کی تاریخیں ہم مرتب کرتے ہیں —— شمسی و قمری پیمانوں پر پرکھتے ہیں —— لیکن وہ آخری تاریخ جو لازماً لگنی ہے —— کا پتہ اس کے علم میں ہے جس نے کائنات کو تخلیق کرکے اپنے اقتدار اعلیٰ کا ثبوت ہر دور میں ہمارے سامنے رکھا۔ اس میں کسی کی شرکت نہ رکھی —— کسی کو ہم راز نہیں رکھا —— تخلیق اول کے "کن فیکون" کے تار بھی اسی سے بندھے ہیں اور "کل من علیہا فان" کی زنجیر بھی اسی سے منسلک ہے۔ وہاں ہلے تو عدم کو شہود ملے یہاں ہلے تو شہود کو عدم ملے۔

یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰہا ط قل انما علمہا عند ربی؛

لا یجلیہا لوقتہا الا ھو ط ثقلت فی السمٰوٰت والارض ط لا تاتیکم الا

بغتۃً ط یسئلونک کانک حفیٌ عنھا ط قل انما علمھا عند اللہ ولکنّ اکثر الناس لا یعلمون ـــــ اے رسولؐ ! تم سے لوگ قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا معین وقت کونسا ہے تم کہدو کہ اس کا علم تو میرے پروردگار ہی کے پاس ہے۔ وہ وقت پر اسکو ظاہر کر دیگا اور آسمانوں اور زمینوں میں سخت گھڑی ہوگی جو تم کو یکایک آلے گی۔ تم سے وہ اس طرح پوچھتے ہیں گویا تم ہی اس کے رازدار ہو تم یہ کہدو کہ اسکا علم تو خدا ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ (الاعراف)

ہوگئی بات ختم ـــــ سی دیئے گئے ہونٹ ـــــ اب لِم پوچھنا ہی کہاں رہا ـــــ لہذا اللہ جب چاہیے ـــــ اور اس کے چاہنے میں کسی اور کی چاہت کا کیا سوال۔

• کہاں سے لایا

ضروری ہے کہ عدالت میں حاضر ہونے کے لئے کہیں نہ کہیں سے اور کسی نہ کسی منزل سے نکل کر جانا ہی پڑتا ہے ـــــ نہ جاتے ـــــ لیکن تاریخ تو لگ چکی ہے ـــــ لہذا فیصلہ سننے کے لئے جانا ہی ہوگا ـــــ کیونکہ امید و بیم کی کشمکش میں پھنسے ہیں ـــــ کیا معلوم کہ تقدیر کیا رنگ لائے گی۔

ـــــ ونفخ فی الصّور فاذا ھم من الاجداث اِلیٰ ربھم ینسلون ٥ جب صور پھونکا جائیگا تو اسی دم یہ لوگ اپنی اپنی قبروں میں سے نکل نکل کر اپنے پروردگار کی طرف چل کھڑے ہونگے (الیاسینؑ) اب چاہے کائنات کے کسی بھی کرّے میں انکی قبر ہو ـــــ اب چاہے یہ قبر بے پتہ ہو یا با پتہ ـــــ تحت الثریٰ

میں ہو یا عرش کے کسی دور افتادہ کنگرہ میں ہو ——— ان کو اپنی اپنی جگہوں سے نکلنا ہوگا ——— نہ چاہتے ہوئے بھی نکلنا ہوگا ——— اب کیسے نکلیں ——— یہاں بھی نکلتے تھے۔ لیکن بن ٹھن کے ——— گردن تنی رہتی تھی ———

لیکن وہاں ——— خشعاً ابصارھم یخرجون من الاجداث کانّھم جراد منتشر ہ مھطعین الی الدّاع ط یقول الکافرون ھٰذا یوم عسر ——— اس دن آنکھیں نیچی کئے ہوئے قبروں سے نکل پڑیں گے گویا وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہیں اور بلانے والے کی طرف گردنیں بڑھائے ہوئے دوڑتے جاتے ہونگے۔ کفار کہیں گے یہ تو بڑا سخت دن ہے۔ (القمر) یوم یخرجون من الاجداث سراعاً کانّھم الیٰ نصب یوفضون ہ خاشعۃ ابصارھم ترھقھم ذلّۃ ط ذالك الیوم الّذی کانوا یوعدون ——— اس دن یہ لوگ قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے گویا وہ کسی جھنڈے کی طرف دوڑے چلے جاتے ہیں۔ ندامت سے انکی آنکھیں جھکی ہونگی۔ ان پر رسوائی چھائی ہوئی ہوگی۔ یہی وہ دن ہے جسکا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔ (المعارج)

یہ قانون الٰہیہ کی چند شقیں ہیں ——— ان سے بچنا محال عقلی ہے اور ان سے اغماض بصر کرنا خود فریبی ہے ——— جب ہم ہر حیثیت سے بندھے پڑے ہیں تو ہے کوئی ایسی جگہ جہاں انسان بچ کے جاسکے ———؟ ہے کوئی ایسا تہہ خانہ جہاں ہم چھپ سکیں ———؟ اختیاراً نہ سہی جبراً تو نکالا جائیگا ——— انگنت مخلوق ——— گورے کالے ——— چھوٹے بڑے ——— بادشاہ رعیت سیاہ سفید آقا اور غلام ——— ہر خطہ کے ہر ملک کے ——— ہر طرف کے

لوگ ـــــ علاوہ اس کے چرند و پرند حوش و طیور ـــــ جن و ملک۔ پری و دیو جہاں کہیں بھی مر کھپ گئے ہونگے ـــــ جس طرح بھی جان ـــــ جان آفرین کے حوالے کی ہو ـــــ سبھی کو نکالا جائیگا ـــــ اور جہاں سے یہ حیات کا سلسلہ چلا ہے اور جہاں تک رہے گا ـــــ سبھوں کو عدالت الٰہیہ میں حاضر ہونا ہے ـــــ اندازہ کریں کہ تعداد کیا ہوگی ـــــ ایک ہی دن ـــــ ایک ہی وقت اور ایک ہی لمحے میں سبھی حاضر دربار ہیں ـــــ عدالت کی کچہری تک دوڑتے ہوئے آئے ہونگے۔ کتنے لوگ پاؤں تلے آئے ہونگے ـــــ کون کہہ سکتا ہے ـــــ چہروں پر گرد و غبار ـــــ دلوں میں سہمی ہوئی دھڑکنیں ـــــ نبضوں میں گھبراہٹ کا عالم ـــــ تھکاوٹ سے پاؤں زمین پر ٹکتے نہیں ـــــ بدن چور چور ـــــ ابھی تو انٹروگیشن سنٹروں سے فراغت ملنے بھی نہ پائی تھی کہ اچانک نکالے گئے ـــــ تھوڑی دیر ستا لیتے ـــــ لیکن کون دم سنبھالنے کی مہلت دے ـــــ یاسیت کے تھپیڑوں نے قلب و جگر میں تہلکہ مچایا ہوگا ـــــ دکھتے جوڑ و بند سے ٹیس اُٹھ رہی ہونگی ـــــ مگر کیا کریں ـــــ کس کو حالِ دل سنائیں ـــــ کس سے بیتے ہوئے لمحات کا دُکھڑا بیان کریں ـــــ اسی حال میں ہر سُو اندھیرا ہی اندھیرا نظر آئے گا ـــــ کچھ بھی دیکھ نہیں پائیں گے ـــــ کتنا بھی آنکھیں ملے لیکن ایسا لگے گا کہ ظلمتوں نے ہر چراغ بجھا کے رکھدیئے ہیں ـــــ آپ ہی بڑبڑائے گا کہ میں تو اچھا بھلا دیکھا کرتا تھا۔ یہ آج مجھے کچھ بھی نظر کیوں نہیں آرہا ہے ـــــ میری آنکھیں روشن تو تھیں۔ یہ آج میں اندھا کیسے ہوا ـــــ ؟

ومن اعرض عن ذکری فانّ لہ معیشۃ ضنکاً ونحشرہ یوم القیامۃ اعمٰی قال رب لمَ حشرتنی اعمٰی وقد کنت بصیرًا ط قال کذالک أتتک اٰیاتنا فنسیتھا وکذالک الیوم تنسٰی وکذالک نجزی من اسرف ولم یؤمن بایات ربہ ولعذاب الاٰخرۃ اشدّ وابقٰی ـــــ جو میری نعیمت سے روگردان رہیگا اسکی زندگی تنگدستی میں گزر بسر ہوگی اور قیامت کے دن ہم اسکو اندھا کرکے اٹھائیں گے وہ عرض کریگا ـــــ اے میرے پروردگار تونے مجھے اندھا کرکے کیوں اٹھایا۔ حالانکہ میں آنکھوں والا تھا۔ خدائے تعالیٰ فرمائے گا ایسے ہی تو ـــــ تونے کیا تھا۔ یعنی جب ہماری نشانیاں تمہارے پاس آئیں تو تونے انکو بھلا دیا تھا اور آج کے دن اسی طرح تو بھی اسی حالت میں چھوڑ دیا جائے گا اور جو شخص زیادتی کرے اور اپنے پروردگار پر ایمان نہ لائے اسکو ہم اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں اور آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور پائیدار ہے۔ (سورۃ طٰہٰ)

ونحشرھم یوم القیامۃ علٰی وجوھھم عمیًا وّبکمًا وصمًّا ـــــ اور قیامت کے دن انکو ہم اندھے۔ گونگے، بہرے اور چہروں کے بل چلائیں گے۔ (سورۃ بنی اسرائیل)

مصیبتوں پر مصیبتیں۔ ـــــ بربادیوں پر بربادیاں ـــــ نہ دیکھ رہے ہونگے ـــــ نہ سن رہے ہونگے نہ بول رہے ہونگے ـــــ اور اس پر بھی بس نہیں بلکہ چہروں کے بل چلائے جائیں گے ـــــ ان میں کون سا ایسا ستم ہے جو اس بے ثبات دنیا میں سنکر سوہان روح نہیں ہے۔

عمر بھر زندہ رہے ـــــ پھر نہ جانے کب تک مرقد میں پڑاو ڈالے

رہے ـــــ جب برزخ کی راہ پیمائی سے نڈھال ہوکر چور چور ہوئے ـــــ عرصہ دراز گزر گیا ـــــ یقیناً بہت وقت آخری عدالت تک پہنچنے میں صرف ہوا ہے ـــــ جب سے عدم کی کوکھ سے کائنات بنی ـــــ تب سے یہ عمل لگاتار جاری و ساری ہے۔ اربوں سال سے زائد وقت ـــــ اور نہ جانے کب عدم کائنات کو اپنی آغوش میں سمیٹ لے ـــــ اس کے صحیح حساب سے ہر حساب داں درماندہ ہے ـــــ لیکن کانھم یوم یرونہا لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحٰہا (یہ لوگ) جب قیامت کو دیکھیں گے تو ان کو ایسے معلوم ہوگا کہ دنیا میں بس ایک شام یا اسکی ایک صبح ٹھہرے۔ (نازعات)

جب سے میں اور آپ ماں کی کوکھ سے نکلے ـــــ گوناگوں پرپیچ ـــــ پھولوں سے لدے ہوئے راستوں اور کانٹوں بھری پگڈنڈیوں پر چلتے رہے۔ کبھی گرے تو کبھی اُٹھے ـــــ کبھی زخم کھائے تو کبھی زخم دیئے ـــــ کبھی تھکے تو کبھی چلے ـــــ منزلوں پر منزلیں طے کیں ـــــ دُکھ سکھ بھی دامن سے لگے رہے۔ صحت و مرض نے پیمانہ سامنے رکھکر بھی تولا ـــــ لیکن یہ کیا ـــــ یہ پورا سفر صرف ایک شام یا ایک ہی صبح پر ختم ہوا۔ صبحیں کتنی آئیں اور شامیں کتنی گزری ہیں ـــــ لیکن آخر اتنے سارے عرصے کی طنابیں کیسے سمٹ گئیں۔

نحن اعلم بما یقولون اذ یقول امثلھم طریقۃ ان لبثتم الا یوما ـــــ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ وہ کیا کچھ کہتے ہیں ـــــ لیکن جب ان میں ہی کا ایک نیک سیرت بولے گا کہ (بھائی لوگو) تم دنیا میں بس ایک دن سے زیادہ نہ رہے۔ (سورہ طٰہٰ)

پوری زندگی کی پھیلی ہوئی تاریخ صرف ایک ہی صفحے کے اندر سماگئی۔ ــــــ نہ سال نہ مہینے نہ دن۔ نہ گھنٹے نہ منٹ کام آئے اور نہ ہی ہماری راہ پیمائی کے وقت پھولی ہوئی سانسیں ــــــ بس ہماری زندگی کی پوری داستان صرف اور صرف بارہ گھنٹوں میں ختم ہوکر رہی ــــــ کتنی گھٹ گئی ہماری عمر ــــــ! اور یہ تازیانہ ہے عقل سلیم کے لئے ــــــ

• عدالت

اللہ تبارک وتعالیٰ کی عدالت ــــــ لاتعد ولاتحصیٰ وسعت والی عدالت ــــــ حدود اربعہ سے عاری ــــــ نہ شرق و غرب کا پتہ نہ جنوب و شمال کا نام ــــــ کھلے میدان کے تصور سے بھی ماوراء کھلا میدان ــــــ نہ در کہیں نہ دیوار کہیں ــــــ حد نظر تک رخ بدلی ہوئی زمین ــــــ آسمان کا کہیں نام ونشان نہیں ــــــ انسانوں ــــــ حیوانوں ــــــ جانوروں ــــــ وحوش و بہائم ــــــ جن وملک ــــــ غرض جو کچھ بھی آغوش فنا سے ہمکنار ہوا ــــــ ان کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہیں ــــــ اضطراب سے ماحول کی نبضیں بیٹھی ہوئیں ــــــ وقت کی دھڑکنوں میں خوف کا ٹھہراو ــــــ تو ایک بار آواز گونجے گی ــــــ

یا دنیا این انهارك؟ و این اشجارك؟ و این عمارك ــــ؟ این الملوك و ابناء الملوك؟ این الجبابرة ــــــ؟ و این ابناء الجبابرة ــــــ؟ فلا یجیبه احد فیقول الله مجیباً لنفسه لله الواحد القهار لاشریك و لا وزیر ــــــ اے دنیا کہاں گئی تمہاری نہریں ــــــ؟

اور کہاں گئے تمہارے اشجار ــــــ ؟ کہاں گئی تمہاری عمارتیں ــــــ ؟ اور کہاں گئے تمہارے بادشاہ اور انکی اولاد ــــــ ؟ کہاں گئے جابرین اور کہاں گئی جابرین کی اولاد ــــــ ؟ کوئی ایک بھی جواب نہیں دے پائے گا ــــــ پس خاموشیوں کا سینہ چیر کر اللہ بنفس نفیس آواز دے گا ــــــ سب کچھ اللہ واحدالقہار ہی کا تو ہے۔ جسکا نہ کوئی شریک ہے اور نہ ہی وزیر۔ (الحدیث)

بلند و بالا پہاڑ ــــــ اونچی اونچی جگہیں ــــــ یہ پست و بلند راستے ــــــ آسمان سے باتیں کرنے والے کرّے تو خاک ہوچکے ہونگے ــــــ اور پوری عدالت میں رہنے کی جگہ مسطح بنی ہوئی ہوگی ــــــ مثل چاندی کے ایک طویل و عریض پرت کے مانند ــــــ آنحضرتؐ فرماتے ہیں "ارض القیامۃ نار" زمینِ قیامت آتشین ہوگی۔ یعنی آگ سے بنی ہوئی ہوگی ــــــ یہ آگ مایل بہ سیاہی ہوگی ــــــ اسلیئے ہر سو اندھیرا چھایا ہوا ہوگا ــــــ جہاں تک بھی نظر جاتی ظلمتوں کا راج تاج ملے گا ــــــ اسلیئے کہ روشنی جبھی پھیلتی جب آفتاب کی آمد ہوتی ــــــ لیکن "اذا الشّمس کوّرت" جس وقت آفتاب کی چادر کو لپیٹا جائیگا (التکویر) تو بھلا آپ ہی بتائیں کہ روشنی کا دم و خم کہاں رہے گا ــــــ اب یہ خیال جاگزین ہوا ــــــ کہ شاید چاند ہی روشنی کا فرض نبھائے گا۔ لیکن "وخسف القمر وجمع الشمس والقمر" چاند میں گہن لگے گا اور آفتاب و مہتاب اکٹھے کردیے جائینگے (القیامہ) دیکھا آپ نے دونوں قمقمے اپنی افادیت کھوچکے ہونگے ــــــ اب مایوسانہ نظریں ستاروں کی مدہم روشنی کی طرف اٹھیں مگر "واذا النجوم انکدرت" جب سارے نجوم گر پڑیں گے (التکویر)

"فاذا النجوم طمست" جب تاروں کی چمک جاتی رہے گی۔ (المرسلات)

"و اذا الکواکب انتثرت" اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے۔ (الانفطار)

یہ حال نظام شمسی کا ہوگا —— اب روشنی کہاں —— نہ آنکھوں کو چکا چوند کر دینے والی آفتابی چمک اور نا ہی پلکوں کو ہلکی ہلکی تھپکی دینے والی مہتابی دمک بھٹکے ہوئے لوگوں کے لئے ستاروں کی روشنی آج راہ نمائی کے فرض سے سبکدوش ہو چکی ہوگی۔

اب رہا سایہ نیلگوں شامیانہ —— جس نے ہمارے ہر عروج و زوال کو گہری نظروں سے دیکھا تھا —— "اذا السمآء انشقت" جب آسمان پھٹ پڑے گا (انشقاق) "یوم تکون السمآء کالمھل" جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کے مانند ہوگا (المعارج) فاذا انشقت السمآء فکانت وردۃ کالدھان۔

پھر جب آسمان پھٹ پڑے گا اور سرخ نری کی طرح لال ہو جائیگا۔

آگیا پورا منظر فوکس میں —— تباہی اور بربادی کی اس دوربین نے ہر تصویر کھینچ لی —— اب وہ نظارے کہاں جن کو روشنیوں کے ساتھ گہرا تعلق تھا —— آئین الٰہی نے عدالت کے صرف اوپر والے مناظر کی نشاندہی کی کہ جہاں ہم ہونگے وہاں حدت و حرارت کا اندازہ لگانا ناممکن ہے —— اور جہاں پر ہم سبھی بے کسی کے عالم میں کھڑے ہونگے —— اس بارے میں کیا کہدیا گیا ہے —— فاذا نفخ فی الصور نفخۃ واحدۃ وحملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ o فیومئذ وقعت الواقعۃ o وانشقت السمآء فھی یومئذ واھیۃ o والملک علی ارجائھا ط ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذ ثمانیۃ

جب یکدم صور پھونکا جائیگا اور زمین اور پہاڑ اٹھائے جائینگے۔ پھر یکایک چکنا چور کردیئے جائیں گے۔ پس اس دن تو قیامت واقع ہوگی اور آسمان پھٹ جائیگا تو وہ اس دن بالکل کمزور ہو جائیگا اور فرشتے اسکے کناروں پر ہونگے اور تمہارے پروردگار کے عرش کو اس دن آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہونگے ــــ (الحاقہ) ویسئلونک عن الجبال فقل ینسفھا ربی نسفاً فیذرھا قاعاً صفصفاً لا تری فیھا عوجاً ولا امتاً ــــ آپ سے وہ پہاڑوں کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ کہدیجئے کہ میرا رب ان کو اچھی طرح اڑا دے گا۔ پھر انکی جگہ چٹیل میدان کر دیگا جس میں نہ تم موڑ دیکھو گے نہ کوئی ٹیلا ٹیکرا (سورۃ طٰہٰ)

اذا رجت الارض رجاً ــــ جب زمین ایسی ھلادی جائینگی جیسا کہ ھلائے جانے کا حق ہے ــــ و بست الجبال بساً فکانت ھباءً منبثاً ــــ ریزہ ریزہ کردے جائیں گے پہاڑ پھر اڑتا ہوا غبار ہو جائیں گے۔ (سورۃ الواقعہ)

یہ ہے وہ میدانی کیفیت ــــ نہ ٹیڑھے میڑھے راستے ــــ نہ نشیب و فراز والی شاہرایں ــــ نہ ہری بھری پگڈنڈیاں ــــ بس حد نظر تک ہر برگ و بار ــــ ہر آب و آبشار ــــ ہر گل و گلزار سے بے نیاز ــــ صاف ــــ مسطح اور شعلہ فشاں زمین ــــ جس پر بلا کا اندھیرا چھایا ہوا ہے ــــ آنکھیں مل مل کے بھی کوئی مونس و غمخوار نظر نہیں آتا ــــ کیا کریں ــــ؟ کہاں جائیں ــــ؟ کچھ کر نہیں پائیں گے۔

جونہی اس وحشت خیز منظر سے ذرا سا تابِ دید حاصل ہوگا تو

وَ تَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً " زمین کو ایک کھلا ہوا میدان پاؤ گے۔ (الکہف)۔

یہ وہ میدان نہیں کہ جسکو ہم بار بار " مار " کے آتے تھے ـــــ جس کے گداز سینے کو دیکھکر ہم بہک اٹھتے تھے ـــــ اسکے حصول کے لئے کبھی ایٹم بم اور کبھی ہیڈروجن بم کی ساخت کے لئے ایٹمی ری ایکٹر نصب کرنے کی فکروں میں رہا کرتے تھے ـــــ اور ذہن میں توسیع پسندانہ عزائم کی وجہ سے بے گناہوں کے خون کو بہانے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے اور بھرم یہ تھا کہ یہ سب زمین ہماری ہے۔ اس پر ہمارے سوا جو بھی حق جتلائے گا ـــــ مارا جائیگا ـــــ اور اس حق کے حصول کے لئے ملکوں پر چڑھ دوڑے شب خون مارے ـــــ ایک آدھ " بھیگا " زمین کیا کوئی لے گیا تو ہم نے دار و رسن اسکا مقدر بنا دیا ـــــ اسی کے حصول پر ہم نے میراث پر ڈاکے ڈالے ـــــ اپنوں سے رشتے توڑے ـــــ جبکہ پتہ تھا کہ ہمیں صرف اس تمام حصے میں سے ایک ہی " گز " ملنے والا ہے ـــــ لیکن یہ یاد کی بساط ہی جب الٹ دی تھی۔ تو کون یہ دیکھتا ـــــ لیکن اُس تپتی زمین پر آتے ہی دل کے نہاں خانوں سے یہ آواز تو ضرور آئے گی۔ ـــــ وہ ہماری جانی پہچانی زمین کہاں گئی؟ جس کے ہم باسی تھے ـــــ ؟ اسمیں وہ نظارے کیا ہوئے جن کی مستیاں قلب و جگر کو بھر مار ہی تھیں ـــــ؟ وہاں لہلاتے مرغزار تھے ـــــ جھرنے اور آبشار تھے ـــــ دریاؤں کا حسن و جمال تھا ـــــ سمندروں کا جلال تھا ـــــ ہائے افسوس ـــــ یہ چٹیل میدان اور اس پر ویرانیوں کا تسلط ـــــ یاسیت کی پژمردگی ـــــ حدِ نظر تک اُبلتی۔ دہکتی اور بھڑکتی شعلہ فشانیاں ـــــ آخر یہ زمین کس کی ہے ـــــ؟

اس پر کس کا حق ہے ——؟ ابھی شاید اور کچھ کہتا کہ ہر طرف آواز گونجے گی۔

والارض جمیعًا قبضتہ یوم القیامۃ والسموات مطویٰت بیمینہٖ ——

قیامت کے دن تو ساری زمین اللہ کے قبضہ میں ہوگی اور سارے آسمان اس کی مٹھی میں بند ہونگے (الزمر)۔ کیوں ——؟ اسلئے کہ اقتدار یہاں بھی اسی کا ہے اور وہاں بھی اُسی کا ہوگا —— اسمیں دخل دینے والا دنیا سے بھی بے دخل ہوکر ذلیل ہوا اور آخرت میں بھی رسوا ہوگا۔

● کس طرح نکالا

یوم تبدّل الارض غیرالارض والسّمٰوات وبرزوا للّٰہ الواحد القھار۔

—— جس دن اس زمین کو دوسری زمین میں بدل دیا جائیگا اور آسمان بھی بدل دیے جائینگے اور اللہ واحد القہار کے روبرو لوگ کھڑے ہونگے۔ (ابراہیم)

یاایھا النّاس اتّقوا ربّکم انّ زلزلۃ السّاعۃ شیئ عظیم ٥ یوم ترونھا تذھل کلّ مرضعۃ عمّآ ارضعت وتضع کلّ ذاتِ حملٍ حملھا وتری النّاس سکٰری وماھم بسکٰری ولکنّ اللّٰہ عذاب شدید۔ اے گروہ الناس! اپنے رب سے ڈرو۔ بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن یہ وقت دیکھو گے تو ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پلانے کو بھول جائیگی اور ہر حمل والی اپنے حمل کو فراموش کرے گی —— اور لوگ دیکھیں گے کہ لوگ نشے میں ہیں۔ لیکن وہ نشہ نہ ہوگا۔ لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔ (الحج) یوم یجعل الولدان شیبًا —— اس دن بچے بوڑھے ہونگے۔ (المزمل) ووجوہٌ یومئذٍ علیھا غبرۃ ترھقھا قترۃ اولٰئک ھم الکفرۃ الفجرۃ —— اس دن چہروں

پر گرد پڑی ہوگی اور سیاہی چڑھ آئی ہوگی یہ لوگ کافر و فاجر ہونگے۔ (عبس)
ولاتحسبن اللہ غافلاً عما یعمل الظالمون انما یوخرھم لیوم تشخص فیہ الابصار ٥ مہطعین مقنعی رؤسھم لا یرتد الیھم طرفھم وافئدتھم ھوآء ٥ ـــــ جو کچھ ظالم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو ان سے غافل نہ سمجھنا ان کو اس دن تک مہلت دی گئی ہے جس دن ان لوگوں کی آنکھیں پھٹی رہینگی سر اوپر کو اٹھائے ہوئے دوڑتے ہونگے ان کی نظریں پلٹ کر واپس نہ آئینگی اور ان کے دل بدحواس ہونگے۔ (ابراہیم) یوم یکون النّاس کالفراش المبثوث ـــــ قیامت میں پھیلے ہوئے پتنگوں کی طرح آدمی ہو جائیں گے۔ (القارعہ)
یوم یفرّ المرءُ من اخیہ ٥ و امّہ و ابیہ ٥ و صاحبتہٖ و بنیہ ٥ لکلّ امرئ منھم یومئذٍ شان یغنیہ ـــــ اس دن آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے، باپ سے، بیوی سے اور اپنے بچوں سے بھاگتا پھرے گا۔ اس دن ایک خاص حالت ہوگی جو اس کو اوروں سے بے نیاز کرے گی۔ (العبس) ـــــ
لقد احصاھم و عدھم عدًا و کلھم اٰتیہ یوم القیامۃ فردًا ـــــ
یقیناً اللہ نے ان سب کا احصاء کیا ہے اور سبھوں کو اچھی طرح گن لیا ہے اور یہ سب کے سب قیامت کے دن اکیلے اکیلے ہی حاضر ہو جائینگے۔ (المریم)۔
وتری المجرمین یومئذٍ مقرنین فی الاصفاد ـــــ آپ مجرموں کو طوق اور بیڑیوں میں جکڑا ہوا دیکھو گے۔ (ابراہیم)
کیا کہیں گے اللہ کی ان آیات کو ـــــ طاقت ہے تو بدل دیجئے ـــــ
کہہ دیجئے اشرف المخلوقات کی اتنی ذلت ـــــ اتنی رسوائی اور اتنی گراوٹ ہمیں

منظور نہیں ہے۔ آخر ہم صاحب عزت ہیں ـــــ یہ تو سراسر بے عزتی ہے ـــــ یقیناً آپ کہدیتے ـــــ لیکن مانے گا کون ـــــ فیصلہ تو ہو چکا ہے ـــــ اس میں آپ کو دخل دینے کا حق ہی نہیں ہے۔ ہوتا صرف ایک کا حال ـــــ نہیں ـــــ جو بھی انحراف کی زد میں آچکا ہو ـــــ اسی حال میں حاضر کیا جائے گا ـــــ کیا کریں ـــــ دکھڑا سنے کون ـــــ نظریں ہیں کہ خشک صحرا ـــــ چہرے ہیں کہ مٹی سے لدے ہوئے تودے ـــــ پورا وجود سُلگ رہا ہے اور یہ وجود نہ زمانے کی ستم ظریفیوں سے شکستگی کا شکار۔ نہ اس پر کہنگی کا سایہ اور نا ہی بوسیدگی کی چھاپ ـــــ ہاں برہنگی نے شرم سے پانی پانی کر رکھا ہے۔ بدن کے انگ انگ سے حیا کی وجہ سے کرب کی ٹیسیں اٹھ رہی ہیں۔ سنئے امام سجادؑ کیا فرماتے ہیں ـــــ ابکی لخروجی من قبری عریاناً ذلیلاً ـــــ مجھے تو اس وقت کو یاد کرکے رونا چاہیئے جب میں قبر سے عریان اور ذلیل ہو کر نکلوں گا ـــــ " یہ تنبیہہ ہے ہم سب کے لئے ـــــ کہ تمہارا ہر رنگ کا بدلتا چولا اترا ہوا ہوگا۔ لہٰذا تیار رہو اس دن کے لئے جب عریانیت سے تمہارا غرور بھرا سر جھکا ہوا ہوگا۔

ہم سب سے کہدیا گیا تھا ـــــ حجت تمام کردی گئی تھی ـــــ پس پردہ کچھ بھی تو نہیں رکھا گیا تھا ـــــ کہ

Beware, the next world is advancing, and either of them has sons i.e. followers. You should become sons of the next world and not become the sons of this world because on the

Day of Judgement every son would cling to his mother. Today is the Day of action and there is no reckoning while tomorrow is the day of reckoning but there would be no (opportunity for) action.

(Nahjul-Balagha, Sermon: 42)

ترجمہ:۔

آگاہ ہو جاو ــــ آخرت منہ اٹھائے ہوئے آرہی ہے ــــ دنیا و آخرت کو اپنے اپنے بچے ہیں۔ پس تمہیں چاہیئے کہ آخرت کے اولاد بن جاو ــــ دنیا کی اولاد بن کے نہ رہو ــــ کیونکہ کل قیامت کے دن ہر اولاد اپنے ماں باپ کے ساتھ ملحق ہو جائیگا ــــ آج عمل کا دن ہے ــــ حساب کا نہیں اور کل حساب کا دن ہے عمل کا نہیں۔ (نہج البلاغہ)

اب آخرت کی اولاد بننے سے کیوں انکار کیا جائے ــــ؟ کیا ڈر تو سبب نہیں ہے ــــ؟ دنیا نے بارہا اپنی اولاد کو دھتکارا ہے۔ جب یہاں اس نے غیریت برتی ــــ تو آخرت میں اسے توقع رکھنا خود فریبی نہیں تو اور کیا ہے۔ لیکن آپ چاروں طرف نظریں جمایئے ــــ آپ یقیناً یہی پائیں گے ــــ کہ لوگ پروانہ وار دنیا ہی کے پریوار میں شامل ہیں ــــ لہٰذا کل جب نکلنا پڑے ــــ تو دو ہی اقسام ہونگے کچھ تو دنیا کی اولاد بن کے ہونگے اور کچھ آخرت کی۔

- **پرھول راستہ:۔** ارشاد ہو رہا ہے ــــ فارحموا

انفسکم یاعبیدی ! فانّ الابدان ضعیفۃ و السّفر بعیدٌ والحمل ثقیل و الصّراط دقیق و النّار لظیٰ و المنادی اسرافیل وا لقاضی رب العالمین۔

اے بندگان خدا ! اپنے نفوس پر رحم کرو ــــــ کیونکہ ابدان ضعیف ہیں ــــــ سفر بہت ہی طویل ہے ــــــ بوجھ بہت بھاری ہے ــــــ صراط بہت ہی باریک ہے ــــــ آگ منہ کھولے کھڑی ہے ــــــ اسرافیل ندا دینے والے ہیں ــــــ قضاوت کرنے والا رب العالمین ہے۔ (حضرت علیؑ)

کہدیا گیا ہے آپ سے مجھ سے ہم سب سے کہ بدن ضعیف ہیں ــــــ یقیناً انسان تھک جاتا ہے ــــــ ٹوٹ کے بکھر جاتا ہے ــــــ بکھر کے سستا لیا ہے ــــــ اسلئے کہ صحت کے توازن میں فرق آرہا ہے ــــــ جوش جوانی کی جولا نگاہوں پر پیری کے سایے پڑنے شروع ہوجاتے ہیں ــــــ نت نئے حربوں سے اپنی زندگی کا اعتدال پر لے آنے کے لئے جُٹ جاتا ہے ــــــ باطنی کیفیتوں کو ظاہری رکھ رکھاو سے سنبھالنے کی سر توڑ کوشش کرتا ہے۔ امنگوں کو حالات کی نزاکت سے مجبور ہو کر بیسا کھیاں فراہم کرتا ہے ــــــ لیکن ــــــ لیکن ان صلاحیتوں کو کیا کرے جو نیم بسمل بنائے ہوئی ہیں ــــــ تھکی ہوئی عمر پلکوں کو بوجھل اور بیداری کو نیند کے دھاگوں میں پروئے جارہی ہے ــــــ ولید سے رضیع ــــــ رضیع سے فطیم ــــــ فطیم سے مدرج ــــــ مدرج سے یافع ــــــ یافع سے مراہق ــــــ مراہق سے شباب ــــــ شباب سے کھول ــــــ اور کھول سے شیخ دیکھتے دیکھتے بنا ــــــ یہ حالتیں تو لازماً ہونی تھیں ــــــ شب و روز تو گزرنے ضروری تھے ــــــ دکھ سکھ تو ان ادوار کا لازمہ تھا ــــــ مرض و

ہمت سے دو چار تو ہونا تھا ـــــ حوصلہ مندی تو ہر حال میں کسلمندی میں تبدیل ہونی تھی۔ اب تھک ہار کر بیٹھا بے چارا ـــــ ہر گُر جب آزمایا تھا۔ تو ہمتیں شکست و ریمت سے دو چار ہوئیں ـــــ اسی حال میں سفر طویل آیا۔ یہ وہ سفر جسکے انتہا کی خبر نہیں ـــــ جسکے منتہا کا علم نہیں ـــــ جسکی آخری منزل کب آئے کچھ پتہ نہیں ـــــ بہت سے زیادہ سے بھی پرے۔ پُر ہول۔ پُرخطر اور پُر خوف سفر انتہائی دشوار گزار ـــــ خاموشیوں سے بھرا ہوا سفر ـــــ نہ شور نہ شرابا ـــــ نہ روشنی نہ مینار ـــــ نہ سرائے نہ سنگ میل ـــــ نہ مونس نہ غمخوار ـــــ نہ یار نہ یاور ـــــ گرے تو اٹھائے کون ـــــ اونگھیں تو بیدار کرے کون ـــــ اکیلے ہی اکیلے اس سفر پر روانہ ہونا ـــــ ہر حال میں راستہ طے کرنا ہے ـــــ تھک جاتا تو بیٹھ جاتا پھر اٹھ کے چلتا ـــــ لیکن یہ سب کچھ نہیں ہے۔ بس صرف چلنا ہی چلنا ہے ـــــ بیٹھنے پر پہرے رکنے پر قدغن ـــــ دم لینے پر بندشیں ـــــ جب سے آدم آیا ـــــ اس سفر پر رواں دواں ہوا ـــــ تب سے چلا جارہا ہے ـــــ آج بھی چلتے ہیں اور قیامت تک چلنا ہے ـــــ عجیب راہ پیمائی ہے۔ سواری نہیں ـــــ اکل و شرب نہیں ـــــ پیاس سے جان بلب ہو تو ہو ـــــ پسینے سے شرابور ہو تو ہو ـــــ تمازت سے بدن تپتا ہو تو ہو ـــــ آرام کر لیتے تو چلتے ـــــ لیکن اجازت نہیں ـــــ دنیا میں بہت پیا ـــــ بہت کھایا۔ بہت آرام کیا ـــــ جو کھا پی کے چلے ـــــ سانس اکھڑتے ہی "بس" کی مہر زبان پر لگادی گئی ـــــ جس سواری پر اس سفر کی پہلی منزل پر آئے تھے۔

بس یہ قسمت تھی کہ ملی ـــــ پہلا قدم راستے پر کیا پڑا ان تمام ضروریات سے دست کش کر دیئے گئے ـــــ برہنہ پا ـــــ ننگے سر ـــــ چلتے ہی رہنا ـــــ الحمل الثقیل ـــــ بوجھ کندھے پر اور وہ بھی بھاری ـــــ ہلکا ہوتا تو لے دے کے اٹھا ہی لیتے ـــــ لیکن کمر جھکی جا رہی ہے۔ کم کرنا بھی چاہیں تو نہیں کر سکتے ـــــ کسی اور کا ہوتا تو پھینک کے کندھے ہلکا کرتے ـــــ کیسے چلیں ـــــ پاؤں ڈگمگا رہے ہیں ـــــ ہمت ہتھیار ڈالے جا رہی ہے ـــــ کہدیا گیا تھا کہ ہلکا لے کے چلو ـــــ لیکن ہم تھے کہ کان کھجلائے جاتے تھے ـــــ جبراً و کراھاً اٹھانا ہی ہے۔ "ومن اعرض عنہ فانہ یحمل یوم القیامۃ وزراً" جو قرآن کریم سے روگردانی کرے قیامت کے دن وہی بھاری بوجھ اٹھائے ہوئے ہوگا۔ (سورۃ طٰہٰ) تمام قوتوں کو جمع کرکے جوں توں کرکے اپنا بوجھ پیٹھ پر لاد ہی دیتا ـــــ لیکن ایسا لگتا ہے کہ پوری کائنات ہمارے پیٹھ پر پیر تسمہ پا کی طرح چپک گئی ہے ـــــ اپنے آپ سے بڑبڑائے گا کہ آخر یہ اتنا وزنی کیوں ہے ـــــ؟ وقال الذین کفروا للذین آمنوا اتبعوا سبیلنا ولنحمل خطایاکم ط وما ھم بحاملین خطیٰھم من شئ ط انھم لکٰذبون ० ولیحملن اثقالھم و اثقالاً مع اثقالھم ولیسئلن یوم القیامۃ عما کانوا یفترون ० اور کافروں نے ایمان والوں سے کہا کہ ہمارے راستے کی پیروی کرو اور تمہار[illegible] گناہوں کا [illegible]م اٹھائیں گے۔ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھا[illegible] اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بھی بوجھ اٹھائیں گے۔ جو افترا بازیاں وہ کرتے تھے قیامت کے دن ان کے بارے میں ان سے ضرور

بازپرس کی جائیگی (العنکبوت)

لہذا سجی ہوئی محفلیں دیکھئے کہ کہاں عصیاں کی گھٹائیں پروان چڑھ رہی ہیں اور کہاں ثواب کی فضائیں سانس لے رہی ہیں ـــــ یہ فیصلہ ابھی اور اسی وقت کرنا ہے ـــــ کل بوجھ ہلکا کرنے کی درخواست مسترد کی جائیگی۔ اپنا ہی کا بوجھ کیا کم تھا ـــــ کہ دوسروں کا بوجھ بھی اٹھانا پڑے ـــــ لیکن نہ اس کے ناتواں وجود کی طرف کوئی ملتفت ہوگا ـــــ اور نہ ہی اس کی تاب و طاقت کو خاطر میں لایا جائیگا ـــــ وہاں چاہے گا کہ اتنے سارے لوگ جو یہاں جمع ہیں ـــــ اخلاق اور انسانیت کے بھی کچھ تقاضے ہیں ـــــ کوئی میری بے بسی کی طرف ضرور دیکھے گا۔ اور رحم کرکے مجھ سے آدھا بوجھ لے لیگا ـــــ لیکن "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی" کوئی بھی اُٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ـــــ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰی حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَیْئٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی ـــــ اور کوئی بھاری بوجھ کم کرنے کے لئے کسی دوسرے کو بلائے گا تو اس میں سے ان پر کچھ بھی نہ لادا جائیگا گو کہ وہ اس کا قریبی ہی کیوں نہ ہو ـــــ (الفاطر)

بھیا! یہ یہاں کا ماحول نہیں ـــــ یہ یہاں کی ریت نہیں ـــــ یہ ہمارے سماج کا ماحول نہیں ـــــ یہ قیامت ہے قیامت ـــــ یہاں کے اندازے یہیں رہے ـــــ وہاں کا ماحول ہی کچھ الگ اور منفرد ہے۔

وَالصِّرَاطُ دَقِيْقٌ ـــــ! پل صراط باریک ہے ـــــ یہی جسر جہنم ہے۔ یہ بال سے باریک تر ـــــ شمشیر سے بران تر اور آگ سے تیز تر ہے ـــــ

وان منکم الا واردھا کان علیٰ ربک حتماً مقضیاً ـــــ تم میں سے ایسا کوئی بھی نہیں جو جہنم پر سے (پل صراط) نہ گزرے گا۔ (المریم) جہنم میں جانا ہو تو اسی پر سے ہو کر اور جنت میں جانا ہو تو اسی پل پر سے گزرتے ہوئے جانا ہے ـــــ مجرم لڑکھڑائے گا ـــــ اور "آزاد" بجلی کی سی تیزی کے ساتھ پُل پار کر لیگا ـــــ تصوّر کریں ـــــ نیچے جہنم شعلہ افشاں ـــــ اس کی لپیٹیں ہزاروں میل اٹھ رہی ہیں ـــــ حد نگاہ تک آتشیں دل ہیں ـــــ سوزاں گاہ کے دہکنے سے خوفناک آوازیں اُٹھ رہی ہیں ـــــ حرارت کروٹیں لے رہی ہے۔ ـــــ اس پار جو پل کو آنکھیں مل مل کر دیکھا ـــــ تو نظر ہی نہیں آیا ـــــ لیکن لوگ ہیں کہ پل کی طرف بڑھتے ہی جاتے ہیں ـــــ ایسا لگتا ہے کہ سبھی ہوا میں معلق ہیں ـــــ قدموں میں لغزش ـــــ آگے بڑھنے میں اضطراب ـــــ لیکن کیا کریں چلنا تو ہے ـــــ بھلا بتائیے کہ ارادے کا دامن ہاتھ میں کیسے رہ سکے گا ـــــ نہ گزرتے۔ لیکن مانے کون ـــــ راستہ بدل دیتے ـــــ لیکن راستے مفقود النظر ـــــ لہٰذا ہر حال ـــــ ہر صورت اور حیثیت سے اس پل پر سے گزرنا ہے ـــــ اسکی لمبائی کا اندازہ کون کرے ـــــ اسکی باریکیوں کو کون بیان کرے۔ اسکی گرم مزاجی کا تجزیہ کون کرے ـــــ اسکی تیز دھار کا پیمانہ کون تراشے۔

اس آیت کو سُنیں ـــــ کلا اذا دکت الارض دکاً دکاً ۝ وجاء ربک والملک صفاً صفاً ۝ وجایٔ یومئذ بجہنمۃ یومئذ یتذکر الانسان وانی لہ الذکریٰ ۝ یقول یٰلیتنی قدمت لحیاتی ۝ فیومئذ لایعذب

عذابہ احدٌ ۵ و لا یوثق وثاقہٗ احد ـــــ جب زمین توڑ توڑ کر چکنا چور کردی جائیگی اور تمہارا پروردگار (یعنی اللہ کا حکم) اور فرشتے صف بہ صف آموجود ہونگے اور جہنم لا حاضر کیا جائیگا۔ اس دن انسان نصیحت حاصل کریگا مگر اسوقت اس کے لئے نصیحت حاصل کرنا کہاں (مفید ہوگا) کہے گا کاش میں نے اس زندگی کے لئے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔ پس اس دن نہ تو کوئی خدا کا سا عذاب دے سکے گا اور اس کا جکڑنا ایسا ہوگا کہ کوئی اور اس طرح نہیں جکڑ سکے گا۔ (الفجر)

سرورؐ کائنات فرماتے ہیں۔ جس وقت تمام مخلوق کو قبروں سے نکال دیا جائیگا اولین و آخرین کو جمع کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس وقت جہنم کو بلائے گا۔ وہ ایک ہزار باگوں سے کھینچتا ہوا لایا جائے گا۔ ہر ہر باگ کو ایک ایک لاکھ فرشتے جو سخت اور تند مزاج ہونگے۔ پکڑے ہوئے ہونگے۔ ان کا غضب ناک انداز اور اسکی چیخ و پکار ایسی دہشت ناک ہوگی اور آوازیں ایسی ہولناک ہونگی کہ ــــ اگر اللہ جل سجانہٗ حساب کے لئے اپنی مخلوق کو زندہ نہ رکھتا تو سب کے سب مر جاتے ــــ پھر جہنم میں سے ایسی گردن نکلے گی جو تمام اہل محشر کو گھیرے گی۔ چاہے وہ نیک ہوں یا بد ــــ کوئی بھی اہل محشر ایسا نہ ہوگا جو نفسی نفسی نہ پکارتا ہوگا ــــ لیکن میں امتی امتی کہوں گا۔ اسکے بعد جہنم پر صراط قائم کیا جائیگا۔ جو بال سے باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ اس پر تین پُل ہونگے پہلے پل پر امانت اور صلہ رحمی ان کو روکیں گے۔ اگر یہاں سے نکل گئے تو دوسرے پل پر نماز روکے گی ــــ اگر یہاں سے بھی چھوٹ گئے تو تیسرے پل پر ان کی رسائی خدائے قدوس تک ہوگی۔ اسی پل کا نام "مرصاد" ہے

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "ان ربک لبالمرصاد" کوئی اس پل پر ہاتھوں کے بل چلتا ہوگا اور کوئی قدم قدم پر پھسلتا ہوگا اور فرشتے اسکے گردا گرد کھڑے ہوئے آواز دیتے ہونگے کہ اے پروردگار ــــ معاف فرما ــــ درگزر فرما اور ان پر اپنا فضل کرے۔ بچالے ان کو ــــ نجات دے انکو۔"

فرشتے لاکھ چلائیں ــــ ہماری بے کسی پر کتنا بھی شور مچائیں ــــ کیا ان کی سفارشیں رنگ لائیں گی ــــ؟ کیا فضل کیا جائے گا ــــ؟ کیا ان کی دعاؤں سے بچ پائیں گے ــــ؟ امانت خیانت میں گم گشتہ کردی ــــ صلہ رحمی ــــ قطع رحمی کے کند خنجر سے کاٹ کے چلے ــــ نماز پڑھی۔ لیکن نماز نما نہ اعمال کا پتہ ــــ نہ آداب کا پتہ ــــ صفوف ملے ہوئے لیکن دل پراگندہ ــــ صلواۃ کے فلسفے سنے ــــ لیکن ان سنے کردیے ــــ لہٰذا پہلے ہی پل پر لڑھک گئے ــــ اللہ اللہ کرکے اگر نکل بھی گئے تو دوسرے پل پر قدم ڈگمگانے لگے ــــ عجیب پریشانی سے دوچار ــــ حیرت سے آنکھیں ابلنے لگیں۔ سلگتا پل ــــ دہکتا راستہ ــــ تلوے سے سر تک دو نیم کرنے کے لئے منہ کھولے ہوئے ــــ اسکے بغیر پار تک جانے کا اور کوئی راستہ نہیں ــــ ہوتا تو نظریں بچا کر نکل ہی لیتے ــــ

وان منکم الا واردھا کان علی ربک حتماً مقضیاً ہ ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظالمین فیھا جثیاً ــــ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ جو جہنم کے پل پر سے نہ گزرے گا ــــ یہ تمہارے رب پر حتمی اور لازمی وعدہ ہے پھر ہم پرہیزگاروں کو بچالیں گے اور ظالموں کو گھٹنوں کے بل جہنم

یں گرا دیں گے۔ (المریم)

دونوں اصناف موجود ہیں ـــــ پرہیزگار بھی چلیں گے اور گنہگار بھی گزریں گے ـــــ خود کہہ رہا ہے کہ پرہیزگار آسانی سے پل کے پار پہنچیں گے اور گنہگار کی دست گیری کیوں ـــــ؟ کس لئے ـــــ؟ یہ جونہی چلے گا تو لڑھک کے یہ جہنم کے دہکتے ہوئے لاوے میں گر جائیگا ـــــ اب جیسا بوجھ لادے ہوئے ہو اتنا ہی تیزی کے ساتھ اترتا جائیگا ـــــ اور اترتے وقت شعلہ خیزیوں کا کیا حال ہو ـــــ استغفر اللہ

سرِ حلقہ اولیاء رات کی گہری تاریکیوں میں آنسوں کی لڑیاں بہاتے ہوئے کہتے تھے۔ آہ! من قلّۃ الزاد و طول السّفر و بعد الطّریق و عظیم المورد ـــــ آہ آہ!! توشہ سفر کم ہے ـــــ راستہ لمبا ہے ـــــ جادہ بہت دور ہے اور منزل سخت ہے۔

سید سجادؑ فرماتے ہیں۔ اللزاد ابکی ام لطول مسافتی ـــــ اے پروردگار! کیا میں توشۂ آخرت کی کمی پر گریہ کروں ـــــ یا لمبے سفر پر گامزن ہونے کے لئے گریہ کروں۔

میرے بھائی! ان کے اعمال تو ہر ایک کے لئے مشعل راہ ہیں۔ ان ہی کے فرامین سے برہم اعمال کی زلفیں سنورتی ہیں۔ یہ ان کا مارگزیدہ کی طرح گھٹا ٹوپ اندھیروں میں تڑپ تڑپ کر آنسوں بہانا ـــــ کروٹیں بدل بدل کر آنے والی منزلوں کی سخت گیریوں پر آہیں بھرنا ـــــ کیا ہمارے رک جانے اور سنبھلنے کے لئے کافی نہیں ہے ـــــ اگر ہے اور یقیناً ہے تو آ ـــــ تھوڑی دیر

کے لئے یہ خرقۂ دینا اتار پھینکیں اور دیکھیں کہ ہمارے کشکول میں کیا کچھ آیا ہے اور کیا کیا آنا باقی ہے —— تاکہ ہم بھی پرہیزگاروں کی صف میں شامل ہوکر سرخرو ہوسکیں۔

والنار لظی —— آگ منہ کھولے ہوئے سامنے ہے —— یہ آگ ہماری آگ کی طرح نہیں ہے —— اُس آگ کا ٹمپریچر کئی سنکھ گنا بڑا ہے —— اس کی سوز و تپش کا اندازہ کون کرے۔ سورۃ المرسلات کی یہ آیتیں ذرا ملاحظہ کریں —— ویل یومئذ للمکذبین ۰ انطلقوا الی ما کنتم بہ تکذبون ۰ انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب ۰ لا ظلیل و لا یغنی من اللھب ۰ انھا ترمی بشرر کالقصر ۰ کانہ جملت صفر ۰ ویل یومئذ للمکذبین ۰ ھذا یوم لا ینطقون ۰ ولا یؤذن لھم فیعتذرون ۰ ویل یومئذ للمکذبین ۰ ھذا یوم الفصل جمعنکم والاولین ۰ فان کان لکم کید فکیدون ۰ ویل یومئذ للمکذبین —— اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی شامت ہوگی —— ان سے کہا جائیگا کہ جس عذاب کو تم جھٹلایا کرتے تھے اسکی طرف چلو —— تین شاخ والے سایے کی طرف چلو۔ جو نہ ٹھنڈا ہے اور نہ آگ کی لپیٹ سے بچائے گا وہ آگ ایسی بڑی بڑی چنگاریاں پھینکتی ہوگی جیسے بڑے بڑے محل ہوتے ہیں —— گویا وہ زرد اونٹ ہیں —— اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی شامت ہوگی —— یہی وہ دن ہے کہ پریشانی کے مارے بول نہیں پائیں گے —— اور نہ ان کو اس کی اجازت دی جائیگی کہ وہ عذر و معذرت کریں —— اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی شامت ہوگی —— یہی تو فیصلے کا دن ہے کہ آج ہم نے تم کو اور تمہارے پہلے والوں کو اکٹھا کیا ہے۔

اگر تمہیں کوئی چال آتی ہے تو وہ چال آج مجھ سے چلو ــــ اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی شامت ہوگی۔"

سنا آپ نے جو ہم نے یہاں کہا ــــ وہ بھی بتادیا ــــ جو ہم نے یہاں سوچا وہ بھی کھل کے بیان کیا۔ اس پر طرہ یہ ہے آگ کا رنگ اور آگ کا قدوقامت بھی بتلا دیا ــــ پھر فرمایا۔ تم چالوں میں ماہر ہو ــــ آج بھی کوئی چال چل کے دیکھو ــــ ہم بھی دیکھیں کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے ــــ تم تو پینترے بدل بدل کر رنگ آمیزی کرنا جانتے تھے۔ آج بھی کوئی پینترا بدل کے آزماؤ ــــ دیکھیں کہ فریب کیسے دو گے۔

• القاضی رب العالمین

قاضی رب العالمین ہے ــــ دنیائے دنی کے قاضی تو مرقد میں اترتے ہی قضاوت سے سبکدوش ہوئے ــــ نہ یہ رہے نہ انکی قضاوت ــــ گوکہ ریٹائرمنٹ تک ان کی قضاوت کا ڈنکا بجتا تھا ــــ لیکن موت کیا آگئی ان کی قضاوت کا نشہ ہرن ہوا ــــ نہ وہ شنوائی رہی اور نا ہی حتمی فیصلے کی گن گرج ــــ اور آج یہ سب قاضی ــــ ارض و سماء کے لازوال قاضی کے سامنے رسن بستہ ایستادہ کھڑے ہیں ــــ یہاں جرح و تعدیل پر فیصلے ہوا کرتے تھے ــــ بحث و تمحیص کی بھول بھلیوں میں لوگ کھو جاتے تھے ــــ کوئی باگناہ تو کوئی بے گناہ مارا جاتا تھا ــــ کروڑوں کیا انگنت اسی طرح کے قول وعمل کے شکنجے میں پھنس کر دنیائے رنگ و بو کو چھوڑ کر چلے جاتے تھے۔ یہاں انصاف خون آلود ہوا کرتا تھا ــــ انگشت نمائی کی زد میں رہا کرتا تھا۔ خود غرضی و بے غرضی سے

ہو کر فیصلے ہوا کرتے تھے ـــــ لیکن آج اٹھا دیے گئے سب کے سب ـــــ قاتل بھی مقتول بھی ـــــ جج بھی ملزم بھی ـــــ راہرو بھی رہزن بھی ـــــ کسی کو حدِ اختیار سے باہر رہنے کا کوئی مقام نہیں ـــــ کہ چلو! آخری قضاوت کا وقت آچکا ہے ـــــ یہ اسرافیل کی صدا ہوگی کہ جسے کائنات کے رویں رویں کو لبیک کہنا ہوگا ـــــ اس آواز پر چلنا ہے نہ چلنے کا سوال نہیں ـــــ کہہ دیتے کہ کل چلیں ـــــ لیکن ہر امید کا دیا بجھ چکا ہوگا۔

• مقدمہ

تمام امتوں کو جمع ہونے میں وقت ہی کیا لگا ـــــ آناً فاناً سبھی حاضر ہوگئے۔ ـــــ ہر ملت ـــــ ہر دین ـــــ ہر دھرم ـــــ ہر عقیدہ کے لوگ ـــــ شش جہات میں رہنے والے ـــــ جن ـــــ ملک ـــــ حور و پری ـــــ انسان و حیوان ـــــ چرند و پرند ـــــ دیو و عفریت ـــــ کسی کو نہ چھوڑا ـــــ سب کو نکالا ـــــ ہر ایک کو لایا ـــــ سبھوں کو حاضر کیا ـــــ حال یہ ہے کہ قہرِ الٰہی سے سبھی لرزاں و ترساں ـــــ انجام کار سے ہر ایک پریشان پتہ نہیں کیا کچھ ہونے والا ہے ـــــ آج عبد و معبود آمنے سامنے ہے ـــــ لیکن نگاہ شوق سے بہت دور ـــــ تمنائے دید سے پرے ـــــ درک کے احساس سے بھی ماوراء ـــــ پھر بھی امید کی دھڑکنیں بڑی تیزی کے ساتھ اُٹھ رہی ہیں ـــــ کچھ پانے کی ولا سے رواں رواں سرشار ـــــ عشقِ حبیب سے تمنائیں رقصاں ـــــ لیکن اچانک "لن ترانی ـــــ!" کی تند و تیز دھار نے ماضی کے جھروکوں میں ہر خواہش کا خون ـــــ پہلے ہی کر رکھا ہے ـــــ ایسا لگا کہ ابھی تو اس

کے زخم ہرے ہی ہیں ـــــ سوچ کے چلے تھے کہ آج "سرِ مسوُل" سے پردہ سرک
اٹھے گا لیکن "لاتدرکہ الابصار ـــــ!" نے اوندھے منہ زمین پر گرادیا ـــــ
کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا کریں ـــــ لیکن کرنے سننے کو اب کیا رہ گیا ـــــ
آج ہی تو Final judgement کے لئے ہر ایک کو حاضر کیا گیا ہے۔

بہرحال پورے سو بھی نہ سکے تھے کہ اٹھائے گئے ـــــ بسم اللہ سنا کر
نہیں ـــــ بلکہ دفعتاً ـــــ یہ خیال بھی نہ کیا کہ "ہارٹ فیل" نہ ہو جائے ـــــ
بری طرح بیدار کرکے "چلو" کی ہیبت ناک گن گرج سے رونگٹے کھڑے ہوئے
ـــــ آنکھیں جو ملیں ـــــ تو اِدھر کے اُدھر کے ـــــ اگلے پچھلے ـــــ جانے انجانے
ہنکائے جاتے ہوئے ملے ـــــ آج واسطہ سے فیصلے کا کیا تعلق ـــــ صرف رب
دوجہاں ہونگے اور ہم ـــــ وہ فیصلہ سنائے گا اور ہم سنیں گے۔ اور فیصلے میں
وقت ہی کیا لگے ـــــ ایک ہی وقت ایک ہی آس اور ایک ہی لمحے میں سبھوں
کی تقدیر پر حرف آخر ثبت ہوگا ـــــ اب یہ کیسے مت کہے ـــــ اب یہ
کیونکر زبان پر مت لائے ـــــ جب ایک ہی وقت رزق رسانی کی جاسکتی
ہے ـــــ تو آج یہ ریت کیوں بدلے ـــــ رواج کا مزاج کیوں بگڑے۔

یومئذٍ یصدر النّاس اشتاتاً لیروا اعمالھم ۰ فمن یعمل مثقال
ذرّۃٍ خیراً یرہ ۰ و من مثقال ذرّۃٍ شراً یرہ ـــــ اس دن لوگ مختلف
حالتوں میں نکلیں گے ـــــ تاکہ ان کے اعمال ان کو دکھا دیئے جائیں ـــــ
پس جس شخص نے بھی ذرہ برابر نیکی کی ہو وہ اسے دیکھے گا ـــــ اور جس نے بھی
ذرہ برابر بدی کی ہو وہ بھی اسکو دیکھے گا ـــــ پھر "ولایظلمون فتیلا"

ان پر سوت برابر بھی ناانصافی نہ ہوگی و لا یظلمون نقیراً ان پر تل برابر بھی ظلم نہ کیا جائیگا ــــــ و لا یظلمون شیئاً ــــــ ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ کیا جائیگا ــــــ فالیوم لا تظلم نفس شیئاً و لا تجزون الا ما کنتم تعملون ــــــ اسی دن کسی کی جان پر ظلم نہ ہوگا اور تم لوگوں کو تو بس ان ہی کاموں کا بدلہ ملے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

پتہ چلا کہ اخلاصِ عمل پر جزاء و سزا کا انحصار ہے ــــــ ہر عمل پر رضائے رب دیکھی جائیگی ــــــ چھوڑا تو کچھ بھی نہیں جائیگا ــــــ سبھی سامنے ہوگا ــــــ چھوٹنے کا امکان تو یہاں ہوسکتا ہے ــــــ وہاں نہیں ــــــ سورۃ لقمان میں ارشاد ہوا ــــــ یا بنی انها ان تك مثقال حبة من خردل فتكن فى صخرة او فى السموات اوفى الارض يات بها الله ان الله لطيف خبير۔ یہ جناب لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا ــــــ اے فرزند! اگر نیکی یا بدی رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگی پھر وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں خدائے تعالیٰ اس کو حاضر کرے گا۔ بے شک اللہ رب العالمین باریک سے باریک تر چیزوں کا جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

دیکھا آپ نے ــــــ یہ اعمال کیوں ذخیرہ ہورہے ہیں ــــــ محض اسلئے کہ بتایا جارہا ہے کہ آج Absolute justice (حتمی انصاف) ہونے والا ہے ــــــ آج کائنات کی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس ابدی اور لازوال کرسی پر براجمان ہیں ــــــ آج مجرم کو بھی سزا ملے گی اور آج مظلوم کو بھی انصاف ملے گا۔

اب شب دیجور میں عمل کا صدور ہوا ہو ــــــ یا انہوں نے بن میں ہوا ہو

آپ کے علم میں ہو ـــــ یا آپ کے جہل میں ہو ـــــ سب منظر عام پر آئے گا ـــــ اب یہ چونک کے نہیں کہہ سکتا کہ یہ کب ہوا ـــ کیسے ہوا ـــ مجھے تو اس کی بھنک بھی کانوں میں نہ پڑی ـــــ نادانیوں کی راہوں پر آنکھ کیا جھپک پڑی کہ پکڑے گئے ـــــ اور ہمیں کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی ـــــ ان خودکردہ اقوال وافعال پر جب گرفت میں آگئے ـــــ تو سبھوں کے سامنے ـــــ عزیز واقارب کے روبرو ـــــ خاشعۃ ابصارھم ـــــ آنکھیں جھکی ہوں گی ـــــ ترھقھم ذلّۃ ـــــ ذلت چھائی ہوگی ـــــ ذالك الیوم ـــــ یہی وہ دن ہے کانوا یوعدون ـــــ جس کا تم لوگوں سے وعدہ کیا گیا تھا۔(معارج)

تعرج الملائکۃ والروح فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ ـــــ۔

فرشتے اور روح اسکی حضور میں حاضر ہونے کے لئے ایک ایسے دن جس کا اندازہ پچاس ہزار برس کا ہوگا چڑھ جائیں گے۔ (معارج)

قیامت میں ٹھہرنے کے مواقع پچاس ہونگے ـــــ ہر موقع پر ایک ہزار برس کھڑا رہنا پڑے گا ـــــ سرورؐ کونین فرماتے ہیں۔" اگر یہ مومن ہے تو ہر موقع پر اسکو احساس ہوگا کہ میں صرف اتنی دیر یہاں کھڑا رہا جتنی دیر دنیا میں ایک نماز واجب کے لئے کھڑا رہتا تھا۔"

اب اگر یہ مومن نہیں ہے ـــــ مجرم ہے تو اسکی حالت کا اندازہ کون کر سکتا ہے ـــــ ہزار ہزار برس اس پر خطر ماحول میں کھڑا رہنا اس کے لئے کتنی قیامتیں برپا کر سکتا ہے ـــــ مومن تو چل پڑے ہونگے اور یہ کلفتوں کے گرداب میں غوطہ زن اور اگلی پر ہول منزل سے خائف و ترسان ـــــ کچھ کہتا

ــــ لیکن سنے کون.

• وُکلا

کرم سے یہ بعید ہے کہ انسان کو سزا یا جزاء کی توجیہہ نہ بتائی جائے ــــ قاضی بے شک فیصلہ سنائے ــــ لیکن دعویٰ اور جواب دعویٰ ضرور سنے ــــ اگر کچہری میں لاتے ہی جزاء یا سزا کا اعلان کیا جائے ــــ تو شبہات و شکوک سے عدل مجروح ہوجاتا ہے ــــ بری یا سزا پانے پر مصالح اور تعلقات کی بحثیں چھڑتی ہیں ــــ عناد و پرخاش کی باتیں زبان زد عام ہوتی ہیں ــــ قابلیت اور ناقابلیت منظر عام پر آتی ہیں ــــ لیکن آج ــــ قیامت کی گھما گھمی میں انسان کی "مینٹلٹی" کا بھرم رکھا جائے گا ــــ بھرپور موقعہ دیا جائیگا ــــ تاکہ حسرتوں کے حیرت کدوں میں یہ کروٹیں نہ بدلے ــــ لہذا "دو وکیل" ــــ وکیل صفائی اور وکیل استغاثہ سے کہدیا جائے گا کہ آو ــــ اس حضرت انسان کی ازلی اور ابدی کارستانیوں کی رو داد اسکے سامنے رکھو ــــ ہمیں نہیں ــــ اسکو بتانا ہے کہ یہ کیا کچھ چھوڑ کے آیا اور کیا کچھ بھیج کے آیا.

دونوں وکیل وہاں کے نہیں ہیں کہ کہتے کہ ہم ان کو پہچانتے نہیں ــــ ہم ان کو جانتے تک نہیں. لہذا یہ ہمارا مقدمہ کیا لڑیں گے ــــ یہ وہی وکیل ہیں جو ہماری ماں کی کوکھ سے ہی ہمارے ساتھ دنیا میں آئے ــــ پھر رہتی زندگی کی ہر ہر ڈگر پر ہمارے ہی دم قدم رہے. نہ صحت میں ساتھ چھوڑا نہ بیماری میں الگ ہوئے ــــ جب ہم سو رہے تھے تو یہ بیدار تھے ــــ ابھرتی ڈوبتی زندگی میں یہ ہمارے دمساز تھے. تنہائی کا عالم تھا تب بھی ہمدوش تھے ــــ ہنگامہ خیزی

تھی تب بھی ہمراز تھے۔ وان علیکم لحافظین ہ کراماً کاتبین ـــــ تم لوگوں پر نگہبان مقرر ہیں ـــــ بزرگ لکھنے والے یعلمون ما تفعلون اور دونوں لکھنے والے جانتے ہیں کہ تم لوگ کیا کرتے ہو الانفطار ان لکھنے والوں کا نام اسلامی آئین میں "رقیب و عتید" ہے۔ دو لکھنے والے جو اس کے داہنے اور بائیں کندھے پر ہیں۔ اسکا کوئی بھی کام اور کوئی بھی قول لکھ لیتے ہیں ـــــ چلا کے کہئے یا دل ہی دل میں کہئے ـــــ خیال میں ہو یا مقال میں سبھی کچھ اندراج کرتے ہیں۔

داہنے کندھے پر حسنات کی فائل ـــــ یہ وکیل صفائی نے تیار کی ہے اور بائیں کندھے پر سیات کی فائل یہ وکیل استغاثہ نے مرتب کی ہے۔

کل روز سزا و جزاء دونوں وکلاء اپنی اپنی فائلیں پیش کرینگے ـــــ واذا الصحف نشرت ـــــ جب اعمال نامے کھولے جائیں گے ـــــ اور آج کھل گئے ـــــ علمت نفس ما احضرت ـــــ ہر نفس جان لے گا کہ وہ کیا کچھ لیکر آیا ہے۔ (التکویر) نہ جانتے ہوئے بھی جان لے گا۔ وحشرنٰھم فلم نغادر منھم احداً ـــــ ہم ان کو اس طرح جمع کر دیں گے کہ ان میں کسی ایک کو بھی نہ چھوڑیں گے۔ وعرضوا علیٰ ربک صفاً ط اور وہ تمہارے رب کے حضور میں صف بہ صف پیش کئے جائیں گے ـــــ لقد جئتمونا کما خلقنٰکم اول مرۃ ـــــ تم ہمارے پاس اسی طرح آگئے جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ خلق کیا تھا ـــــ بل زعمتم الن نجعل لکم موعداً ـــــ بلکہ تمہارا تو یہ گمان تھا۔ کہ ہم نے تمہارے لئے کوئی وقت مقرر ہی نہیں کیا ہے ـــــ ووضع الکتاب ـــــ اور اعمال نامے پیش کئے جائیں گے ـــــ فتری المجرمین مشفقین مما فیہ ـــــ اسوقت

تم مجرموں کو دیکھو گے کہ جو کچھ اعمال نامے میں ہوگا اس سے ڈرتے ہونگے ــــ
یقولون یٰویلتنا مال ھٰذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاھا ــــ
اور کہتے ہونگے ہائے ہماری خرابی یہ کیسا نوشتہ ہے کہ اس نے کسی چھوٹی یا بڑی
بات کو چھوڑا ہی نہیں کہ جسے ضبط نہ کیا ہے ــــ ووجدوا ما عملوا
حاضراً ــــ جو کچھ انہوں نے کیا ہوگا اسکو موجود پائیں گے ــــ ولا یظلم
ربک احداً ــــ تمہارا پروردگار کسی ایک پر بھی ظلم نہیں کرے گا۔ (سورۃ الکہف)

یہ کسی اور کا نوشتہ نہیں کہ جسکو ہم اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں۔ یہ وہی
نوشتہ ہے جو ہم نے لکھوایا ــــ عمل اب جیسا بھی کیا ہو اسکے مطابق ہی تحریر
سامنے آئے گی ــــ جتنے بھی کارنامے انجام دیئے ہوں وہ فائلوں میں مندرج
ہوچکے ہونگے ــــ چونکہ سّیات کی فائل وزنی ہوگی ــــ اسکا قدو قامت
دیکھتے ہی ہماری دنیاوی فطرت اُجاگر ہو جائیگی ــــ یوم یبعثھم اللہ جمیعاً
فیحلفون لہ کما یحلفون لکم ــــ جس دن یہ قیامت کی عدالت میں کھڑے
ہونگے (اپنی بدفعلی کی وزنی فائل دیکھیں گے) تو اس سے منکر ہونے کی اسی طرح
قسمیں کھائیں گے جس طرح تمہارے لئے کھاتے تھے۔ (سورۃ المجادلہ)

سنا آپ نے ــــ اس نے آخرت کو بھی دنیا سمجھ لیا ــــ شاید یہ
خیال کیا کہ چونکہ دنیا میں فریب اور دھوکہ دہی کے لئے جھوٹی قسمیں ہی اسکے سب
سے بڑے ہتھیار تھے ــــ جن سے جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنایا کرتا
تھا۔ آج بھی شاید ان قسموں پر کان دھرا جائے اور بندہ صاف چھوٹ جائے
ــــ لیکن یہ بھول رہا ہے کہ اس دن قیل و قال کی کوئی اہمیت نہیں ہے ــــ

اس کی فریب دہی اور ابلہہ پن کی کوئی وقعت نہیں ہے ـــــ لہٰذا اسکی قسموں کا گلا گھونٹ دیا جائیگا ـــــ اور اسکی دونوں فائلوں کو تول دیا جائیگا ـــــ

والوزن یومئذن الحق ۚ فمن ثقلت موازینہ فاولٓیک ھم المفلحون ـ

اس دن اعمال کا تولا جانا حق ہے ۔ پس جن کے حسنات کی فائل بھاری ہوگی وہی فلاح پائیں گے ـــــ ومن خفت موازینہ فاولٓیک الذین خسروا انفسھم (الاعراف)

ـــــ اور جنکی فائل ہلکی نکلے گی یہ وہی لوگ ہونگے جنہوں نے اپنا نقصان آپ کیا۔

ثواب زیادہ ہوں تو فلاح و صلاح کی راہوں کا رہرو ـــــ گناہ زیادہ ہوں تو عذاب و عقاب کے شورزاروں کا راہی ـــــ کیونکہ اسکو کہدیا گیا تھا کہ آخرت کے لیۓ زادراہ جمع کرتے جاو ـــــ زندگی میں کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے مت دینا ـــــ جس طرح سے بھی بن پڑے توشۂ آخرت سمیٹتے جاو ـــــ جس انداز سے بھی دل چاہے ـــــ متاع آخرت ذخیرہ کرتے جاو ـــــ مگر ہوا یہ کہ ـــــ کہ یہ ٹس سے مس نہ ہوا ـــــ کیا مجال کہ یہ سنبھل جاتا ـــــ اس نے تو اپنے ہاں کا مزاجِ زندگی دیکھکر کہا تھا۔ کہ ابھی کیا ہوا ـــــ ابھی تو جوانی کا پورا لطف اٹھایا جائے ـــــ پیری میں پھر دیکھا جائیگا ـــــ ابھی تو عمر پڑی ہے ـــــ ابھی تو حظ اٹھایا جائے ـــــ لیکن یہ بے چارا ـــــ قسمت کا مارا بے خبر تھا کہ اس کا کوئی بھی فیصلہ دیرپا نہیں ہے ـــــ اجل زندگی کے کسی حصّے سے بھی مختص نہیں ہے ـــــ یہ جب چاہے آسکتی ہے ـــــ اور اجل بھی واحد ذریعہ تو نہیں ہے کہ جولے ڈوبے ـــــ من یموت بالذنوب اکثر ممن یموت بالاجال ـــــ گناہوں سے جتنے زیادہ لوگ مرتے ہیں ـــــ اجل سے

اتنے نہیں مرتے (سفینۃ البحار) اور گناہوں کا دلدل ہی انسان کی ہستی کو نیستی کی آغوش میں سلانے میں پہل کرتا ہے اور جب ابدی اور سرمدی نیند میں ڈوبا۔ بیداری کے وقت نیا ہی نرالا ماحول پایا اور اسکے تمام کوائف سے یہ بے چارا نابلد نکلا۔

• فریاد

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو قانون جناب ختمی مرتبتؐ کی وساطت سے تم تک پہنچایا تھا۔ اسکے ساتھ تم نے کیا کیا ـــــ؟ اس قانون کی پاسداری تم نے کس حد تک کی ـــــ؟ اس پر کتنا عمل کیا ـــــ؟ بولو! جواب دو! ـــــ ابھی کچھ کہہ بھی نہیں پایا تھا کہ عدالت میں قانون الٰہی کی گن گرج سے زلزلہ طاری ہوا ـــــ اور ہر طرف یہ دل دہلا دینے والی آواز گونجنے لگی ـــــ الملک یومئذن الحق للرّحمٰن ط وکان یوماً علی الکافرین عسیراً ٥ اسدن سلطنت یقیناً خداوند کریم ہی کی ہے اور وہ دن مجرموں پر سخت ہوگا و یوم یعض الظالم علیٰ یدیہ یقول یٰلیتنی اتخذت مع الرّسول سبیلا ٥ اس دن ظالم اپنے دونوں ہاتھ دانتوں سے کاٹ کاٹ کے کھایے گا اور یہ کہے گا کہ کاش میں نے رسولؐ کا راستہ اپنا لیا ہوتا ـــــ یاویلتیٰ لیتنی لم اتّخذ فلاناً خلیلاً ٥ ہائے میری خرابی کاش میں نے فلانی کو یار نہ بنایا ہوتا۔ لقد اضلّنی عن الذّکر بعد اذ جاء نی جب میرے پاس ذکر آیا تو اس نے مجھے گمراہ کیا و کان الشّیطٰن للانسان خذولاً ـــــ اور شیطان ہے ہی انسان کو دھتکارنے والا وقال الرّسول یا ربّ انّ قومی اتخذوا ھٰذا القراٰن مھجوراً ـــــ اور رسولؐ اسوقت فرمائیں

گے کہ اے پالنے والے میری قوم نے اس قرآن کے ساتھ ناطہ ہی توڑ لیا تھا۔ (الفرقان) ہاتھ کتنے ہی کاٹیں ـــــ کہہ دیتے کہ خود تو نہیں گئے تھے بلکہ لئے گئے تھے ـــــ گمراہ خود نہیں تھے بلکہ کر دیئے گئے تھے ـــــ یار دوستوں کے سر اپنے کرتوت تھوپ دیتے ـــــ شیاطین ہی کو مورد الزام ٹھہراتے ـــــ لیکن مجسمۂ رحمت کی فریاد کو کیا جواب دیں ـــــ کیا یہ کہیں گے کہ یا رسول اللہؐ ہمارے گھروں میں قرآن رہا کرتا تھا ـــــ ہم نے ناطہ ہی کب توڑ لیا ـــــ ؟ اس دنیا میں ہمیں کہنے کو تو بہت کچھ ہوتا ہے ـــــ یہاں پرکھ کا پیمانہ تھوڑا ہی لگتا ہے۔ لیکن یہاں ہم جب بولنے پر آتے ہیں تو آسمان بھی سر پر اٹھا لیتے ہیں ـــــ لیکن وہاں یہ صدائیں جونہی ابھریں تو ـــــ تو ہمارے ہلتے لب رک گئے کچھ کہنے کی تمنائیں ماتم کناں ہوئیں ـــــ اور آرزوئیں نوحہ گر ـــــ اور پناہ بخدا! جب اللہ نے کہا تھا تو "لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی" ـــــ دیکھو رسولؐ کی آواز پر اپنی آواز اونچی نہ رکھنا (الحجرات) لہٰذا کوئی کیا کہہ سکتا اور ان کی صدا ہر صدا پر بھاری ـــــ ان کی یہ فریاد ہر فریاد سے بلند ـــــ انہوں نے ہمیں قرآن دیا تھا کچھ سیکھنے کے لئے ـــــ آداب زندگی سنوارنے کے لئے ـــــ لیکن ہم نے اسکو اتنا ارزاں سمجھا کہ جب چاہا کھوٹے سکوں میں اسکو فروخت کیا ـــــ اسکی تقدیس سربازار نیلام کردی ـــــ اسکی عظمت کی دھجیاں اڑا دیں ـــــ فرقوں میں تقسیم کر کے من چاہی تاویل سے اسکو بلبلانے پر مجبور و مقہور کر دیا ـــــ آیات کو مسالک کے حسن و قبح سے مسخ کر دیا ـــــ "یهدی للتی هی اقوم" کے لامحدود حدود و قیود سے لاکر جہیز کی صندوق میں بند کر دیا ـــــ

گھروں میں رکھکر بھی اس کو ایک آنکھ نہیں دیکھا ـــــ کیا کچھ نہ کیا ہم نے اس کے ساتھ کونسا ایسا ظلم ہے جو ہم نے اس کے ساتھ روا نہ رکھا ـــــ کبھی تفاسیر کی انگنت جلدوں تلے اسکو کراہنے پر مجبور کردیا ـــــ اور کبھی احادیث کی خوشنما روشوں میں گم گشتہ کردیا ـــــ اب یہ آپ نے کیا ـــــ یا میں نے ـــــ کیا تو سبھوں نے ـــــ یہ ناطہ توڑنے میں ہم سب برابر کے شریک ہیں ـــــ اس کے ابدی رشتے کے ساتھ ہر ایک نے یہی کیا ـــــ بھلے سے یہ تنہا بھی کیوں نہ رہا ـــــ

یہی قرآن تو تھا جو زخموں پر مرہم اور کراہوں پر مداوا رکھنے کے لئے آیا تھا ـــــ برہم زندگی کی زلفیں اسی سے سنورتی تھیں ـــــ بے نشان راہوں کے پاسبان اسی کی آیات تھیں ـــــ ٹوٹتی امیدوں کا سہارا تو یہی قرآن تھا ـــــ فیہ شفاء للناس تو اسی کا طرہ امتیاز تھا ـــــ اُخروی سرخروئی کی ضامن تو یہی کتاب تھی ـــــ لیکن کج فہمی کو کیا کیجئے گا کہ جس نے قدم قدم پر ہم سے فریب کیا ـــــ ہمیں خیال تھا کہ قرآن معصوم ہے اور معصومیت کا تقاضا یہ نہیں ہوگا کہ وہ برملا ہماری رسوائی کا باعث بنے گا ـــــ لیکن یہ کیا اس نے دائرہ عصمت میں رہ کر بھی ہماری پردہ دری کی ـــــ ہمارے وہم و گمان میں بھی یہ نہ تھا کہ یہ ہماری شکایت رسولؐ معظم سے کرے گا ـــــ یہ جب ہمارے ہاں تھا ـــــ تو ہم نے اس کو کبھی بولتے ہوئے نہ دیکھا ـــــ اور آج اسکو یہ زبان کہاں سے ملی ـــــ کہ یہ بڑی بے باکی سے ہم سے کہہ رہا ہے۔ کہ کیا ہم نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ سنبھل جا ـــــ؟ کہیں پھر وقت ہاتھ سے نہ چلا

جائے اور تم منہ تکتے رہ جاؤ گے ـــــ لیکن تم نے ہماری ہر صدا کو مجذوب کی بڑ سمجھ کر نظر انداز کیا ـــــ لہٰذا آج ہم ہیں اور تمہارے ہم نشین کا تیار کردہ چارج شیٹ ہے ـــــ ہم بھی دیکھیں کہ تم کیا کہتے ہو ـــــ

• چارج شیٹ

اس چارج شیٹ کے بغیر نہ یہاں کی عدالت میں فیصلہ ہوتا ہے اور نہ ہی وہاں کی عدالت میں فیصلہ ہوگا ـــــ اگر چارج شیٹ نہ ہو تو سزا یا جزاء التوا میں پڑتی ہے. اسی کی بنا پر فیصلے ہوا کرتے ہیں ـــــ آیئے مل جل کے دیکھیں کہ چارج شیٹ میں کیا کیا اندراج ہوا ہے اور اس کا کیا جواب ہے ـــــ

۱۔ من یشرک باللّٰہ فقد حرم اللّٰہ علیہ الجنۃ ـــــ جو شرک کرے اس پر جنت حرام ہے ـــــ یہ آیت پڑھی تھی ـــــ؟ نہیں معلوم (شرک درافعال شرک در ذات شرک در ذات) (سورۃ المائدہ)

۲۔ انہ لاییأس من روح اللّٰہ تعالیٰ الا القوم الکافرون (یوسف) اللّٰہ تعالیٰ سے کافرین ہی نا امید ہوتے ہیں ـــــ یہ آیت پڑھی تھی ـــــ؟ نمی دانم (رحمت الٰہیہ سے نا امید ہونا)

۳۔ ولایأمن مکر اللّٰہ الا القوم الخاسرون (الاعراف) اللّٰہ کے بدلہ سے مطمئن وہی لوگ رہتے ہیں جو خسارے میں ہیں ـــــ یہ آیت پڑھی تھی ـــــ؟ خبر نیست ـــــ (خوف الٰہی سے مطمئن رہنا)

۴۔ ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزآؤہ جھنم خالداً فیھا وغضب اللّٰہ علیہ ولعنہ واعدّ لہ عذاباً عظیماً (النسآء) جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل

کرے اسکی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیگا۔ اس پر خدا کا غضب اور لعنت بھی ہے۔ اس کے لئے سخت عذاب تیار رکھا ہے۔ یہ آیت پڑھی تھی ——— ؟

واللہ العلم (نفس محترمہ کا قتل)

۵۔ ان الذین یرمون المحصنت الغفلت المؤمنات لعنوا فی الدنیا والآخرۃ ولھم عذاب عظیم (النور) بے شک جو پاکدامن۔ بے خبر اور ایماندار عورتوں پر زنا کی تہمت لگائے۔ ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے ——— یہ آیت پڑھی تھی ——— ؟ ما ادری (زنا کی تہمت دینا)

۶۔ ان الذین یاکلون اموال الیتمٰی ظلماً انما یاکلون فی بطونھم ناراً ط وسیصلون سعیرا (النسآء) جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں اور عنقریب یہ لوگ واصل جہنم ہونگے ——— یہ آیت پڑھی تھی ——— ؟ عمل نہ کردم (مال یتیم کھانا)

۷۔ ومن یولھم یومئذٍ دبرہٗ الا متحرفاً لقتال او متحیزاً الیٰ فئۃ فقد بآء بغضب من اللہ وماوٰہ جھنمط وبئس المصیر (الانفال) جو شخص جہاد سے کترائے۔ یا کسی جماعت کے پاس جاکر موقع پائے اور جو شخص بھی اس (جہاد کے دن) سے پیٹھ پھیرے گا وہ یقینی خدا کے غضب میں آگیا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جو بُرا ٹھکانہ ہے ——— یہ آیت پڑھی تھی ——— ؟ علم نہیں ——— (جہاد سے فرار کرنا)

۸۔ الذین یاکلون الربٰوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس (البقرہ) جو لوگ سود کھاتے ہیں۔ وہ قیامت میں کھڑے نہ ہوسکیں

گے۔ مگر اس شخص کی طرح کھڑے ہونگے جس کو شیطان نے لپیٹ کر مخبوط الحواس بنادیا ہو ـــــ یہ آیت پڑھی تھی ـــــ؟ بتائی کسی نے نہیں ـــــ! (سود کھانا)

۹۔ ولقد علموا لمن اشتراہ ما لہ فی الاخرۃ من خلاق (البقرہ)۔ جبکہ یہ جان چکے ہیں (کہ سحر کیا ہے)۔ پس جو شخص ان برائیوں کا خریدار ہو وہ آخرت میں بے نصیب ہے اور بلا شبہ (اسکا) معاوضہ برا ہے ـــــ یہ آیت پڑھی تھی ـــــ؟ وقت ہی نہیں ملا ـــــ! (سحر کرنا)

۱۰۔ لا تقربوا الزّنا انّہ کان فاحشۃ وساء سبیلا (بنی اسرائیل) زنا کے پاس بھی نہیں جانا۔ بے شک زنا بے حیائی کا کام ہے اور بہت بُرا چلن ہے۔ یہ آیت پڑھی تھی ـــــ؟ متوجہ نہ ہوا ـــــ! (زنا کرنا)

۱۱۔ انّ الّذین یشترون بعھد اللّٰہ وایمانھم ثمناً قلیلاً اولٓئک لاخلاق لھم فی الاخرۃ ولا یکلّمھم اللّٰہ ولا ینظر الیھم یوم القیامۃ ولا یزکّیھم ولھم عذاب الیم۔ (آل عمران)۔ بے شک جو لوگ اپنے خدا سے کئے ہوئے عہد اور قسم تھوڑے ہی میں بیچتے ہیں۔ ان ہی لوگوں کے واسطے آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے اور قیامت کے دن خداوند تعالیٰ ان سے بات تک نہ کریگا اور نہ انکی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور نا ہی گناہوں سے پاک کریگا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے ـــــ یہ آیت پڑھی تھی ـــــ؟ پتہ نہیں ـــــ!
(قسم اور عہد کو توڑنا)

۱۲۔ ومن یغلل یات بما غلّ یوم القیامۃ (آل عمران) جو خیانت کرے گا تو جو چیز خیانت کی قیامت کے دن وہی چیز لے آنا ـــــ یہ آیت پڑھی تھی؟

نہیں معلوم ــــــ! (خیانت کرنا)

۱۳۔ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقوا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ (التوبہ)۔ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسکو راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے ــــــ اے رسولؐ انکو دردناک عذاب کی بشارت دیجئے۔

یہ آیت پڑھی تھی ــــــ؟ I Don't know ــــ! (زکواۃ روک رکھنا)

۱۴۔ ولاتکتموا الشھادۃ ط ومن یکتمھا فانہ اثم قلبہ الخ (البقرہ) ــــ اور گواہی کو نہ چھپاو اور جو لوگ گواہی کو چھپائیں گے۔ بے شک ان کے دل گنہگار ہیں ــــــ یہ آیت پڑھی تھی ــــ؟ کون جانے ــــ! (شہادت چھپانا)

۱۵۔ یاایھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔ (المائدہ)۔ اے ایمان والو! بے شک شراب جوا۔ بت اور پانسے تو ناپاک اور شیطانی کام ہیں ان سے بچے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ ــــــ! یہ آیت پڑھی تھی ــــــ؟ اعراض کیا تھا ــــــ! (شراب جوا وغیرہ)

۱۶۔ والذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض اولٓئک لھم اللعنۃ ولھم سوء الدار۔ (الرعد)۔ جو لوگ اللہ کے ساتھ عہد و پیمان کو پکا کرکے توڑتے ہیں اور جن باہمی تعلقات کو قائم رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے انہیں قطع کرتے ہیں اور روئے زمین پر فساد پھیلاتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے لئے لعنت ہے اور ان ہی لوگوں کے لئے برا گھر جہنم ہے ــــــ یہ آیت پڑھی تھی ــــــ؟ خدا جانے ــــــ! (باہمی تعلقات میں رخنہ اندازی اور فتنہ پروری)

۱۷۔ حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ الخ۔ (المائدہ)۔ لوگو! مرا ہوا جانور اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور کہ جسکو ذبح کے وقت اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام لیا گیا ہو اور گردن مروڑا ہوا اور چوٹ کھاکر مرنے والا اور جو گر کر مرجائے اور جو سینگ سے مارا جائے یہ سب تم پر حرام ہیں ـــــ یہ آیت پڑھی تھی ـــــ؟ رُخ پھیر کے چلا ـــــ! (حرام کھانا)

۱۸۔ والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم۔ (المائدہ)۔ چور خواہ مرد ہو یا عورت تم ان کے کرتوت کی سزا میں ان کے ہاتھ کاٹ دو یہ سزا ان کو خدا کی طرف سے ہے ـــــ خدا تو عزت و حکمت والا ہے ـــــ! یہ آیت پڑھی تھی ـــــ؟ یاد نہیں ـــــ! (چوری کرنا)

۱۹۔ وات ذی القربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا ہ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین ط وکان الشیطٰن لربہ کفورا ۔ (بنی اسرائیل) قرابتداروں ـــــ محتاجوں اور پردیسیوں کو ان کا حق دیدو اور خبردار فضول خرچی مت کیا کرو۔ کیونکہ فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں اور شیطان تو اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے ـــــ! یہ آیت پڑھی تھی ـــــ! بھول گیا ـــــ! (اسراف کرنا)

۲۰۔ فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور (الحج) ناپاک بتوں سے بچے رہو اور لغو باتوں (گانے بجانے) وغیرہ سے پرہیز کرو ـــــ یہ آیت پڑھی تھی ـــــ فرصت ہی نہیں ملی ـــــ! (گانا سننا)

۲۱۔ یا ایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم و لا
تجسسوا و لا یغتب بعضکم بعضاً ؕ ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً
فکرھتموہ ؕ۔ (الحجرات) اے ایمان والو! بہت سے گمان بد سے بچے رہو۔ کیونکہ
بعض بدگمانی گناہ ہے اور آپس میں ایک دوسرے کے حال کی ٹوہ میں نہ رہا کرو۔
اور نہ تم میں سے ایک دوسرے کی کوئی غیبت کرے ــــــ کیا تم میں سے کوئی
یہ پسند کریگا کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے ــــــ یہ آیت
پڑھی تھی ــــــ؟ واقف نہ شدم ــــــ! (غیبت کرنا)

۲۲۔ انما جزآء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فساداً
ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ؕ
ذالک لھم خزیٌ فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم ۔ (المائدہ)۔ جو لوگ
خدا اور اسکے رسولؐ سے لڑتے بھڑتے ہیں اور احکام کو نہیں مانتے ہیں اور فساد
پھیلانے کی غرض سے زمین میں دوڑتے پھرتے ہیں انکی سزا یہ ہے کہ یا تو ان کو
قتل کردو ــــــ یا پھانسی پر لٹکاؤ۔ یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں میں کاٹ
ڈالو یا ان کو شہر بدر کردو۔ یہ رسوائی تو انکو دنیا میں ہے اور آخرت میں عذاب
عظیم ہے ــــــ یہ آیت پڑھی تھی ــــــ؟ (فکر ہی نہ کی) ــــــ
(محاربہ اللہ اور رسولؐ کے ساتھ)

۲۳۔ ولا تصعر خدک للناس ولا تمش فی الارض مرحاً ؕ ان اللہ لا
یحب کل مختال فخور۔ (لقمان)۔ اور لوگوں کے سامنے غرور سے اپنا منہ نہ پھلانا
اور زمین پر اکڑ کر نہ چلنا ــــــ کیونکہ خدا کسی اکڑنے والے اور اترانے والے کو

دوست نہیں رکھتا ــــ یہ آیت پڑھی تھی ــــ؟ بصیرت نہ تھی ــــ! (تکبر کرنا)

۲۴۔ انّ الصّلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابًا موقوتًا۔ (النساء)۔ نماز تو مؤمنین کے لئے وقت معین پر فرض کی گئی ہے ــ یہ آیت پڑھی تھی ــــ؟ وقت ہی نہیں ملا ــــ! (نماز پڑھنا)

۲۵۔ یا ایھا الّذین اٰمنوا کتب علیکم الصّیام کما کُتب علی الّذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ (البقرہ)۔ اے ایماندارو! روزہ تم پر اسی طرح فرض کیا گیا ہے۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھا۔ تاکہ اس وجہ سے تم بہت سے گناہوں سے بچے رہو ــــ یہ آیت پڑھی تھی ــــ؟ سنائی کسی نے نہیں (روزہ رکھنا)

۲۶۔ وللّٰہ علی النّاس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً۔ ومن کفر فانّ اللّٰہ غنی عن العالمین۔ (آل عمران)۔ اور واجب ہے کہ رضائے خدا کیلئے وہ خانہ کعبہ کا حج کریں جنہیں وہاں تک پہنچنے کی طاقت ہو اور جس نے قدرت کے باوجود حج سے انکار کیا تو خدا سارے جہاں سے بے نیاز ہے ــــ یہ آیت پڑھی تھی ــــ؟ مصروف تھا ــــ! (حج کرنا)

۲۷۔ واما الّذین فسقوا فماوٰئھم النّار الخ۔ (السجدہ)۔ جن لوگوں نے بدکاری کی انکا ٹھکانا تو بس جہنم ہے ــــ یہ آیت پڑھی تھی ــــ؟ مست تھا ــــ! (فسق و فجور)

۲۸۔ وقضیٰ ربّک الّا تعبدوا الّا ایّاہ و بالوالدین احسانًا اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اُف ولا تنھرھما وقل لھما قولًا کریماہ واخفض لھما جناح الذّل من الرّحمۃ وقل ربّ ارحمھما

کما ربیانی صغیراً۔ (بنی اسرائیل)۔ تمہارے رب نے تجھے حکم دیا ہے کہ دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ سے نیکی کرنا۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچیں اور کسی بات پر خفا ہوں تو خبردار ان کے جواب میں اُف تک نہ کرنا اور نہ جھڑکنا اور جو کچھ کہنا ہو تو بہت ادب سے کہنا اور ان کے سامنے نیاز و انکساری کا پہلو جھکائے رکھو ان کے حق میں دعا کرو کہ میرے اللہ جس طرح بچپنے میں انہوں نے میری تربیت کی اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرمانا — یہ آیت پڑھی تھی —؟ یاد نہیں —! (اطاعت والدین)

۲۹۔ والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بهتاناً واثماً مبیناً۔ (الاحزاب)۔ جو لوگ مؤمنین اور مؤمنات کو بغیر کچھ کئے دھرے اذیت دیتے ہیں تو وہ ایک بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں — یہ آیت پڑھی تھی —؟ کیا معلوم — (بہتان تراشی کرنا)

۳۰۔ ومن الناس من یشتری لهو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذها هزواً اولٰئک لهم عذاب مهین۔ (لقمان)۔ اور آدمیوں میں سے کوئی کوئی ایسا بھی ہے جو بے ہودہ باتوں کا خریدار ہے کہ بغیر علم کے لوگوں کو راہ خدا سے بھٹکائے اور ان کی ہنسی اڑائے۔ ذلیل کرنے والا عذاب ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے — یہ آیت پڑھی تھی —؟ پتہ ہی نہ چلا — (آلات طرب وغیرہ)

یہ مختصر چارج شیٹ ہے یا وکیل استغاثہ کی مستحکم زنجیروں کا ایک طومار — سنایا جب — تو رواں رواں کانپنے لگا — دل کی دھڑکنیں ہیں یا پر شور طوفانوں کے تھپیڑے — رگوں کا دوڑتا ہوا خون ساکت و جامد —

پوچھنے والے کی طرف نظریں اٹھتی نہیں ـــــ ہمتیں ہیں یا رنگینگی کی چادریں ـــــ انکار کے پر جلے ہوئے ـــــ تردید کا دم ٹوٹ چکا ہے ـــــ وجدان اثبات سے چھلنی ہو چکا ہے ـــــ اسلئے کہ ان میں کونسا ایسا الزام ہے جس سے ہم اعراض کریں ـــــ جو کچھ ضبط تحریر میں آچکا ہے ـــــ یہ سبھی تو ہم نے کیا ہے ـــــ خیال تھا ـــــ کہ ابھی عمر پڑی ہے۔ فی الحال راحتوں سے دل بہلایا جائے ـــــ بعد میں توبہ کریں گے ـــــ ہم تو غافل ہی رہے ـــــ کہ جب آنے والا آتا ہے ـــــ تو ہماری توبہ دھرا کا دھرا ہی رہنے دیتا ہے۔

یقیناً ہم سب کو یہی کچھ دیکھنا پڑے گا ـــــ مڈبھیڑ تو ہونی ہی ہونی ہے ـــــ سبھی ہتھیار تو اسی دن ڈالنے ہیں ـــــ طمع کی تلخی تو اتر ہی جائیگی ـــــ کچھ پانے کی تمناؤں کا جنازہ تو اسی دن اٹھنے کو آئے گا ـــــ اب کیا ہو سکتا ہے۔ ہو گئے اس کے سب خواب چکنا چُور ـــــ ذلت اور رسوائی کا پیرہن پہنے ہوئے عبرتناک انجام لرزہ بر اندام کر رہا ہے ـــــ یہاں ہوش سنبھالتے ہی کہہ دیا گیا تھا۔

O' people who possess eyes and ears and health and wealth! Is there any place of protection, and shelter of safety, or asylum or heaven, or occasion to run away or to come back (to this world)? If not, *"how are you then*

turned away" (Quran, 06:59; 10:34; 35:03; 40:62) and whither are you averting? By what things have you been deceived? Certainly, the share of every one of you from this earth is just a piece of land equal to his own stature and size where he would lie on his cheeks covered with dust. The present is an opportune moment for acting.
(Nahjul-Balagha, Sermon: 82)

اے صاحبان ہوشیار ـــــ! اے چشم بینا اور گوش شنوا رکھنے والو! اے صحت و دولت رکھنے والو! کیا اللہ تعالیٰ سے گریز گاہ ـــــ رہائی کدہ ـــــ پناہ گاہ یا تکیہ گاہ میں پناہ لینے ـــــ یا فرار ہونے میں ـــــ یا دنیا میں پلٹ آنے کی کوئی صورت ہے ـــــ؟ جب ایسا نہیں ہے تو پھر کس چیز نے تم لوگوں کو فریب زدہ کر دیا ہے۔ جبکہ تم میں ہر ایک کے لئے اس زمین میں صرف اس کے قد کے برابر اس وقت حصہ مختص ہوتا ہے۔ جب وہ مرقد میں اتر جاتا ہے ـــــ آج سنہری موقعہ ہے۔ کل کے لئے ـــــ عمل کیا جائے۔

علیؑ شاہ مرداں کے اس بصیرت افروز ارشاد سے بد قسمت ہی کترا کے نکل جائے گا ـــــ اگر کئے گئے سوالات پر ذرا سا غور کیا جائے ـــــ تو ہماری

زندگی میں ایک ایسا انقلاب پیدا ہوگا جو عصیاں گاہوں کی دیواروں کو بھی ہلا کے زمین بوس کردے گا ——— لیکن دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ ایسا نہیں ——— اسلئے کہ جب الٰہی آئین ہی آنکھوں کو نہ بھایا تو جناب امیرؑ کا فرمان کیسے عزور کو جھکنے پر آمادہ کریگا۔

• توجیہات

چارج شیٹ کو دیکھکر گھبراہٹ کے عالم میں منہ سے نکلا ——— آپ نے ترجیحات بتلاکر حد ہی کردی ——— ہم تو ان کی توجیہات اس انداز سے کررہے تھے۔

۱۔ بھئی ہر بڑے کو ہم نے بڑا سمجھا ——— اسلئے بڑا سمجھا تاکہ چھوٹے اور بڑے میں امتیاز رہے ——— اور پھر جب ضرورت پڑی تو ان کے دروازوں پر جبہ سائی بھی کی ——— آپ نے ضرور سنا ہوگا کہ ضرورت کے وقت گدھے کو بھی باپ بنانا پڑتا ہے اور یہی ضرورت ہمیں ماتھا ٹکواتی تھی ——— اگر ایسا نہ کرتے تو ہمارا کام ہی نہیں نکلتا تھا ——— ہم نے ہاتھ پسار پسار کر ان ہی سے جھولیاں بھریں۔ اب اگر آپ کی لغت میں یہ شرک ہے تو ہم کیا کریں۔ باقی مسجدیں گواہ ہیں کہ ہم غیر سے نماز بھی پڑھا کرتے تھے۔

۲۔ بہت سے گناہ کرنے کے بعد ہم بخشش سے اتنے بدظن ہوئے تھے کہ توبہ فضول سی شئے بن تھی ——— ہم جب گناہوں کی بھٹیوں میں جل ہی رہے تھے تو اور بھی اگر جلائے جاتے تو ہمیں فرق کیا پڑتا ——— لیکن یہ بات ضرور تھی کہ ارحم الرّاحمین اور شفیعؑ المذنبین کے کرموں کی ڈور بندھی رکھی تھی۔ لہٰذا نہ وہ اپنے

بندے کو وہاں اور جلائے اور نا ہی حضورؐ اپنے ماننے والے کو جلتا ہوا پسند کریں گے۔

۳۔ زندگی بھر جب اعمال خسارے میں رہے —— بھٹکتے قدموں سے بہت سنبھالنا چاہا —— لیکن آپ کی آیات کی کوئی کل سیدھی ہی نہ تھی —— ہم بڑی بڑی تاویلات سے مقاصد کو پورا کرنا چاہتے تھے۔ لیکن ہر بار یہ رُخ بدل کر ہمیں ہماری نادانی پر ٹوکتی تھی —— انہوں نے ہم سے جب سمجھوتہ ہی نہ کیا تو اگر ہم نے ان سے رخ پھیر بھی لیا۔ تو ایسے میں ہم اگر حق بجانب ہیں تو پھر بھلا آپ ہی بتائیے کہ قصور کس کا ہے ——

۴۔ یہ ایمان والے سمجھتے کیا ہیں اپنے آپ کو —— ہشت پہر فرسودگی کا لباس زیب تن کئے ہوئے، ہمیں خوف دلا رہے تھے —— آخر آئے ہی کیوں تھے پھر دنیا میں —— ان کے کہنے پر چلتے تو ہم کہیں کے نہ رہتے —— ان گنے چنے افراد نے پورے سماج کے رگ و ریشوں میں ایمان بھرنا چاہا۔ ایک اتھل پتھل سی مچادی تھی —— کہیئے جناب یہ بے چینی کون برداشت کرلیتا —— لہٰذا ہم نے ان کا منہ بند رکھنے میں ہی عافیت سمجھی —— اب آپ کیا مطلب لیتے ہیں۔ یہ ہم کیسے کہیں۔

۵۔ آفس جاتے تو بھی عورتیں —— کالج و سکول جاتے تو بھی لڑکیاں ملتی تھیں —— کندھے سے کندھا مل بھی جاتا تھا —— تو کیا جاتا —— آنکھیں گردشیں کرتی تھیں تو کیا ہوتا —— زبان سے اگر کبھی کسی کے لیے پرکشش جملہ بے اختیار نکلتا تو کونسی قیامت ٹوٹ پڑتی —— بھئی بازاروں کے

بھید بھاؤ کے پیمانے ہم سے سنبھلے نہ جاتے تھے۔ ان ہی کو یہ گُر بخوبی آتا تھا ـــــ تو اگر رات گئے تک محترمہ نہ آتی تھی ـــــ تو ہم پھولے نہ سماتے تھے کہ لیا گیا روپیہ تو اب واپس آہی جائیگا اور ہماری چھتی پورا بازار سمیٹ کر ضرور لاتی ہوگی ـــــ بولئے! اس کی اگر آپ غلط توجیہہ کرنے لگے تو جناب ہمیں بڑا افسوس ہے۔

۶۔ ہم نے سائن بورڈ یا تو دکانوں پر اویزاں کئے تھے۔ یا بڑی بڑی فیکٹریوں کے دروازوں پر ـــــ یتیموں کے گھروں پر ایسے سائن بورڈ لگانا ہمارے ہاں کا دستور نہیں تھا ـــــ اگر لگا ہوتا تو سوچتے ـــــ جب لگا ہی نہ تھا تو اگر لے بھی لیا اسکا پیسہ تو پیسے پر بھی "یتیم" نہیں لکھا تھا ـــــ جب سرمایہ دار اور یتیم کے پیسے میں ہم نے نام لکھا ہوا نہیں دیکھا ـــــ تو حاصل کرنے میں ہم بخل کیوں کرتے۔ ہمیں تو ضرورت تھی ـــــ اب یہ کس راہ سے آتا ہے ہمیں اس سے کیا لینا دینا تھا۔

۷۔ آپ بھی عجیب بات کرتے ہیں ـــــ جان کس کو پیاری نہیں ہے ـــــ ہم نے پورا پریوار صحت کی بقا پر داؤں پر لگا دیا تھا اب آپ ہم کو اگر مروانے پر اُتر آئے تو یہ دشمنی ہے۔ آخر آپ کو ہم سے اتنا عناد کیوں تھا ـــــ دین کی بقا کے لئے اگر لڑنا ہی تھا تو دین ہمارا تھوڑا ہی تھا ـــــ جسکا تھا وہ کیوں نہیں لنگر لنگوٹھا کس کے خود آیا ـــــ پھر دین تو اچھا بھلا تھا ـــــ آفت بھی تو کوئی نہیں آئی تھی ـــــ اب کیا ہم رہ گئے تھے دین کے ٹھیکدار۔

۸۔ چور اچکوں کا زمانہ تھا ـــــ گھر میں رہے تو ڈر ـــــ باہر رہے تو خوف

—— بھئی ہماری دنیا ہی نرالی تھی —— یہاں تو زن پر قدغن تھی —— زر کی بات ہی نہیں —— لہذا جب زن اغیار کے ہاں رہا کرتی تھی تو زر گھر میں کیسے رکھتے —— اب اگر زر کسی لاک اپ میں رکھوایا اور اس رکھوانے میں وہاں سے کچھ اضافی رقم ملی تو ہمیں یہ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ آپ اسکو حرام مال سے کیوں تشبیہ دیتے ہیں۔

۹۔ بھئی دھندے کی بات جہاں آتی تھی۔ ہم فوراً لپک پڑتے تھے —— ہمیں تو کمانا تھا —— ہم نے دُکان میں ہر قسم کا مال سجائے رکھا تھا۔ اب کوئی امرت کا خریدار تھا تو کوئی زہر کا —— ہمیں تو بیچنے سے غرض تھی —— اب اگر ایک آدھ نسخہ کسی کی زبان طرازی کو بند کرنے کے لئے —— یا کسی دیرینہ جھگڑے کا سرے سے ہی قلع قمع کے لئے لکھ بھی دیتے تھے —— تو ہم سمجھتے تھے کہ یہ بھی عبادت کا انداز ہوگا —— لیکن آپ ہیں کہ اسکو سحر سے تعبیر کرتے ہیں —— بھئی یہ اپنی اپنی سمجھ ہے —— اسمیں میں کیا کرسکتا ہوں۔

۱۰۔ ڈشیں قرینے سے بھری ہوئی آتی تھیں —— رنگ برنگ کے ہرے سوکھے میوے پلیٹوں پر سجتے تھے —— مرغن غذاؤں کو دیکھتے ہی منہ سے رال ٹپکنے لگتی تھی —— اب آتیں الٹا کر نہ کھاتے تو لوگ کیا کہتے —— لہذا پیٹ بھر کر کھایا کرتے تھے —— کیا کہیں کہ شرارے رگ و ریشے میں کیسی چنگاریاں بھرتے تھے —— اب اگر قدم بہک بھی اٹھتے تھے —— تو صرف ہمارے ہی نہیں —— اسمیں ہماری ہم جنس بھی ان ہی چنگاریوں کو بجھانے پر بہکتی تھی —— بھئی ایجاب و قبول میں جب دونوں راضی ہوں تو آپ اسکو غلط انداز سے کیوں

پیش کرنے پڑتے ہیں۔

۱۱۔ کہتے ہیں کہ ہم سے نہ جانے کب عہد لیا گیا تھا ـــــ سچ تو یہ ہے کہ ہمیں آج تک پتہ ہی نہ چلا ـــــ جب کسی بات کا پتہ نہ ہو تو یہ کون وطیرہ ہے جو آپ اپنا رہے ہیں ـــــ ہم جہاں رہ کر آئے ہیں ـــــ وہاں موسم بدلتے رہتے تھے ـــــ لہٰذا مجبوراً ہم کو بھی بدلنا پڑتا تھا۔ ورنہ بے عزتی سوہانِ روح بن جاتی۔

۱۲۔ یہاں عموم خصوص مطلق اور عموم خصوص من وجہ کا ڈنکا ہر سو بجتا تھا ـــــ لیکن ہم تھے کہ ان بکھیڑوں میں پڑکر پریشانی مول نہیں لینا چاہتے تھے ـــــ اب جو آتا تھا ـــــ اپنا سمجھ کر لیتے بھی تھے اور خرچ بھی کرتے تھے ـــــ جب کبھی لئے ہوئے پر مطالبہ ہوا تو ہم نے "چوری ہوگیا" کے نسخہ پر عمل کرکے اپنے آپ کو محض آخرت کے خوف سے بچالیا۔ لیکن افسوس ہے کہ آپ اس پر بھی ہمیں کوس رہے ہیں۔

۱۳۔ ہاتھ تو آتا کچھ نہیں ـــــ اور آپ ہیں کہ مانگ رہے ہیں۔ کہ دیدو ـــــ! دیں کیسے ـــــ ہم نے خون پسینہ بہایا ـــــ رات دن کو ایک کیا ـــــ نیندیں حرام کیں ـــــ لوگوں کی نظروں سے بچا بچا کر پونجی جمع کی ـــــ بڑی مشکل سے سماج میں حصول زر سے نام کمایا اور آپ سر پر تلوار لٹکائے ہوئے بول رہے ہیں کہ اسی میں سے دیدو ـــــ تمہارا بھلا ہو جائیگا آخر تو یہ کیوں نہیں سمجھتا ہے کہ یہ کم ہوا تو ہماری نیند اڑ جائیگی ـــــ اور تو ہماری نیند خراب کرنے پر کیوں تُل گیا ہے۔

۱۴۔ جب ہر طرف کذب وافترا کا چرچا ہو تو ہم ہی رہ گئے تھے کہ آ بیٹا بڑھ جا سولی پر رام بھلی کریگا ـــــ اسی سے تو ہم نے توازن کو قائم رکھا تھا ـــــ سچ تو یہ ہے کہ ہم جھوٹ اور سچ کو روپیہ پیسہ سے تولتے تھے ـــــ اور ہماری طبیعت پر کتم شہادت کا لبادہ بھی اگر چڑھ گیا تو آپ اسکو اتروانے کے در پے کیوں تھے ـــــ ہماری عزت کا بھی آپ کو ذرا برابر بھی احساس نہیں تھا۔ بھئی مراسم سدراہ ہوا کرتے تھے۔

۱۵۔ جب زہر غم رگوں میں سرایت کرتا تھا۔ تو ہم سر ٹکرانے پر مجبور ہوا کرتے تھے اور جب ایسا کرتے تو سوسائیٹی میں ہماری انسلٹ ہوتی ـــــ لہذا غم غلط کرنے کے لئے یہ حلق میں انڈیل دیتے تھے ـــــ رہ گیا سٹے کا بازار ـــــ یہ بازار ہم اپنے وقار کے مطابق ہی چنتے تھے ـــــ سڑک چھاپ بننے سے تو پولیس کی نظروں میں آتے تھے ـــــ لہذا ماڈرن کلبوں میں اسلئے شرکت کرتے تھے کہ وہاں سماج کے اونچے طبقات سے بھی روشناس ہوتے تھے اور قانون کی دسترس بھی باہر رہا کرتے تھے ـــــ اور جن کو آپ شیطانی کام بولتے ہیں۔ یہی تو ہمارے ہاں اونچے درجے کے لوگوں میں شمار کرتے تھے ـــــ اور ہم اس درجے سے ہٹ کر جینا نہیں چاہتے تھے۔

۱۶۔ جن سے ہماری وابستگی تھی ـــــ یہ ہمارے ہی چنے ہوئے ساتھی تھے اور بڑی مشکل سے یہ سب کچھ ہم نے پالیا تھا ـــــ ان سے اعراض کیسے کرتے ـــــ ہم نے اپنوں کو چھوڑا ـــــ صرف ان ہی سے قطع تعلق کیا ـــــ ہم نے ہمیشہ " ہم " ہی کے کہنے پر زندگی گزاری ـــــ اور اگر اس

"ہم کہنے میں تجاوزات بھی ہوئے ـــــ تو ہم کیا کرتے ـــــ اب آپ اس کو نہیں مانتے ہیں تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ یہ عہد و میثاق تو اللہ والے ہی جانیں ـــــ ہمیں اس سے کیا لینا دینا۔

۱۷۔ ہمارے ہاں یہ سب کچھ کسی مریض کو ڈاکٹر لوگ بولتے ہیں ـــــ کہ یہ نہ کھاؤ وہ نہ کھاؤ ـــــ صحت مند تو بری الذمہ ہوا نہ ہم بیمار تھے ہی کب کہ آپ ایک لمبا نسخہ لکھے بیٹھے ہیں ـــــ ماشآءاللہ ہوٹلوں میں قرینے سے ٹیبل بوائے جب ہمارے سامنے کھانا چنتا تھا۔ تو ہم مزے لے لے کر کھایا کرتے تھے ـــــ مینو پر ہم نے کبھی بھی یہ لکھا نہیں دیکھا کہ کس قسم کا کھانا لا رہا ہے ہم نے بس صرف "یدِ مسلم" کے نسخے پر عمل کرنا اپنا فریضہ سمجھا۔ حلیت سے ہمیں لینا دینا کیا تھا ـــــ ہم نے ہر گوشت کو گوشت سمجھ کر کھایا ـــــ اگر آپ بھی کبھی کھاتے تو آج تک انگلیاں چاٹتے ہوتے۔

۱۸۔ غیروں کے ہاتھ لگنے سے کیا بہتر یہ نہ تھا کہ ہم ہی اُٹھا لیتے ـــــ حلال سے کیا کچھ بننے والا تھا۔ اب اگر عزت بچانے کے لئے ہاتھ بھی مارا ـــــ تو کیا قباحت تھی ـــــ جب ہم اوروں کی بھری جیبیں دیکھا کرتے تھے۔ تو ہم کروٹیں بدلتے تھے ـــــ چھینا جھپٹی کا آزمودہ نسخہ نہ اپنا لیتے تو امیدوں کے دیئے کیسے جلتے ـــــ عجیب بات ہے کہ آپ ہمارے اس فلسفے سے نالاں ہیں۔

۱۹۔ شادی بیاہ پر لین میں لگی ہوئی دیگیں ہی ہماری عزت وقار کا ضامن ہوا کرتی تھیں ـــــ اب یہ پکایا ہوا لوگوں کے حلق سے پورے کا پورا نہ اترتا تھا۔

تو اسمیں ہمارا کیا دوش ـــــ اگر ہم ان جیسے معاملات میں ہم آہنگی نہ کرتے تو لوگوں کے طعنے کون سنتا ـــــ اب بچ بچا کر اگر کچھ رہ بھی گیا تو کیا پھینک دینے کے بجائے الماریوں میں بند کرتے ـــــ؟ ہم نے راتیں بتائی تھیں اسی لئے کہ زندگی بھر کی کمائی کو آشپاز کی تیار کی گئی بھٹی میں جھونک دیں ـــــ ہم نے گن گن کے نوٹوں کو جلا کر بتا دیا تھا کہ ہم بھی کسی سے کم نہیں ہیں ـــــ رہ گیا قرابتدار وہ اپنا بُرا بھلا خود سوچے۔

۲۰۔ دن بھر کی کلفتوں سے ہماری روح بھی ٹوٹ کے بکھرتی تھی ـــــ جسم کا علاج تو دوا دارو سے کرواتے تھے۔ روح کا علاج ان ہی ابھرتی۔ نکھرتی اور سنورتی تانوں سے کرتے رہے ـــــ اور یہ ہماری کمال عقلمندی تھی کہ ہم نے ان انسٹرومینٹوں کی خاموش تاروں سے نت نئے علاج دریافت کئے ـــــ کیا آپ بے خبر ہیں کہ ہم نے "گاؤ خانے" میں میوزک کی مدھرے سے ہی دودھ کی نہریں نکال لیں ـــــ اور اس ضرورت سے آپ نے اعراض کرکے کچھ اچھا نہ کیا۔

۲۱۔ ہمارے اس ذکر خیر کو آپ غلط رنگ دے کے کیوں پیش کرتے ہیں ـــــ ہم حال و احوال محض اسلئے سنایا کرتے تھے کہ دوسرا باخبر رہے۔ ہمیں تو اسی جیسے تجسّس کا زبردست شوق تھا ـــــ ہم رپوٹنگ کرنے پر اندر ہی اندر مطمئن رہتے تھے ـــــ ورنہ بغض و عداوت کے شعلے ہمیں بھسم کردیتے۔ دوسرے تک ہماری یہ عیب جوئی پہنچانا ہمیں فرزانہ بنا دیتی تھی۔

۲۲۔ ہم سے قسم لے لیں کہ ہم نے کبھی اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف محاذ قائم کیا ـــــ ہاں ان کے فرامین جب بار طبیعت ہوا کرتے تھے تو ہم ان

کی طرف ملتفت نہیں ہوتے تھے۔ نمازیوں میں ہم شامل رہے۔ لیکن کبھی کبھی مصروفیات روک دیتی تھیں ـــــ روزہ ہم نے رکھا ـــــ لیکن کیا کرتے چھوٹتے اسلئے تھے تاکہ معدہ خالی نہ رہے اور ہم "ایسی ڈٹی" کے شکار ہو جائیں ـــــ حج بھی خیر سے کیا کرتے تھے ـــــ لیکن اگر خرید و فروخت کے وقت رکن چھوٹ بھی جاتا تھا۔ تو ہماری گھریلو ڈیمانڈ کی وجہ سے ہوتا تھا یہ لڑائی تھوڑی ہی ہے۔

۲۳۔ اگر ہمارے قدموں کی چاپ سے زمین کا دل دھڑک اٹھتا تھا تو ہم کیا کرتے ـــــ کیا چلنا چھوڑ دیتے ـــــ ہمیں سماجی عادت نے مجبور کر رکھا تھا کہ تنی ہوئی گردن ہی انسانی شیوہ ہے اور جب جھکتی تھی تو پریشان حالی کے طعنے سننے پڑتے تھے۔ اور ہم پریشان تو تھے نہیں ـــــ لہٰذا آہستگی سے اور جھک جھک کے قاعدے سے ہمیں کیا لینا دینا تھا ـــــ منہ پھلانا تو ہم سے کھانے کے وقت ہی صادق آسکتا تھا۔ عام حالات میں ہمیں بھی پتہ نہیں کہ ایسا ہوا ہو۔

۲۴۔ آپ کی مسجد تھی کہاں کہ ہم جاکے وہیں نماز پڑھتے یہاں تو بھانت بھانت عقاید کی مسجدیں تھیں ـــــ جن کے ماتھے پر ان عقاید کے بورڈ چسپاں تھے۔ ـــــ پھر بھی ہم نے یہ نہیں دیکھا کہ یہ کس عقیدے کی مسجد ہے ـــــ ہم داخل تو ہوئے تھے نماز ادا کرنے کے لئے۔ لیکن عقیدہ جب ہم آہنگ ہی نہیں ملا تو اعتراضات کی بوچھاڑ کے بھوت کو دیکھ کر بے دخل ہونے میں ہی عافیت سمجھی ـــــ اب کیا خاک پڑھتے ـــــ ہاں گھر میں پڑھنے پر ٹی وی پر لگنے والی فلمیں آڑے آتی تھیں۔

۲۵۔ پورے ماہ کی بندشیں گیارہ ماہ کی بشاشت پر جب پیت جڑ ثابت ہوئیں۔

ــــــ تو ہم گھبرائے کہ لے دے کے چہرے پر صمت مندی پر ایک ماہ کا پہرہ ڈھول اڑائے گا ــــــ منہ لٹکا کے بیٹھنے میں ہمیں بڑی تکلیف ہوتی تھی ــــــ لہٰذا اس کی آمد آمد سے پہلے ہی ڈاکٹر کا نسخہ ہم گلے میں لٹکا کے بیٹھتے تھے ــــــ لیکن آپ دیکھ رہے تھے کہ کھاتے پیتے ہم ضرور تھے لیکن لوگوں سے نظریں بچاکر ــــــ کھل کے ہم نے توہین کا ارتکاب کبھی بھی نہیں کیا۔

۲۶۔ بند لاکر میں چابی تبھی لگتی تھی ــــــ جب ہمیں اسٹیٹس کی بحالی کا خیال آتا تھا ــــــ یہ حج پر روپیہ صرف کرنا اور حاجی صاحب کہلوانا ہمیں بالکل ہی پسند نہ تھا۔ ہم نے حج سے پہلے گنہگار کم دیکھے تھے۔ لیکن حج کے بعد ان صاحبان کے کرتوت استغفراللہ ــــــ ہم نے تو نہیں دیکھا ــــــ کہ ان کے چہرے آب توبہ سے دُھل اُٹھے ہیں ــــــ بھلے سے ہمیں بہتر ہیں کہ بے مقصد اپنی پونجی کو نہ لٹایا ــــــ

۲۷۔ بھئی روح کی تشنگی تو بتادی اور اسکا علاج بھی گوش گزار کیا۔ اب اگر جسمانی ضرورتوں کے سامان بھی بہم رکھے تو یہ ہمارا حق تھا ــــــ ہر سُو ایسے بازار کھل کے لگے تھے ــــــ ہم بھی اگر ایک آدھ دفعہ خریدار بنے تو کونسا پہاڑ ٹوٹ پڑا ــــــ محرمات پر تو پہرے آپ ہی نے لگائے تھے ــــــ ورنہ ہاتھ کون مارتا۔

۲۸۔ سٹھیا گئے تھے ــــــ قدم کہیں رکھنا تھا۔ رکھتے کہیں اور تھے۔ ہاتھ اٹھتے کسی اور کام کے لیے اور کرتے اور کوئی کام ــــــ ہمارے ہم شباب احباب کے سامنے ان کے اس رویے سے ہماری ناک کٹتی تھی۔ بھئی ہم تو لیبر روم کے

برتھ ٹیبل پر سے اُٹھ آئے تھے اور یہ لوگ گھاس پھوس پر ایک گنوار دائی کے رہین منت ـــــ یہ ہمارے ڈنر ٹیبل کو بھی دستر خواں سمجھ رہے تھے ـــــ بھلا یہ ماڈرن زمانے میں چل سکتا ہے. ہم انہیں ڈانٹ نہیں رہے تھے۔ تہذیب سکھا رہے تھے۔

۲۹۔ ہم تو ان کو چڑانے کے لئے ایسا کہا کرتے تھے ـــــ ان کا غصہ ہمیں بہت پیارا لگتا تھا ـــــ ہمیں کیا پتہ تھا کہ ان کے دلوں کو ٹھیس بھی پہنچتی ہے ـــــ ظاہراً تو یہ بزم سے اُٹھ کے چلے جاتے تھے ـــــ لیکن ہمیں ایسا لگتا تھا کہ یہ روٹھ کے تو نہیں گئے ـــــ پھر بھی ہم نے ان کا دل رکھنے کے لئے ماڈرن الفاظ ہی استعمال کئے ـــــ ہم نے تو کبھی اس بارے بھی چھری چاقو کا استعمال ہی نہیں کیا۔ ورنہ ہمارے خون آلود ہاتھ آپ نہ دیکھتے۔

۳۰۔ کاش آپ ہمارے نہانخانوں کے چھلنی شدہ ٹکڑوں کو دیکھتے ـــــ تو آپ یہ سب ہم سے نہ کہتے ـــــ جب درد حد سے گزرتا تھا تو پیانو اور رباب کے بجنے والی تار ہی ہمیں تھوڑی دیر کے لئے راحت میسر کرتے ـــــ سا ـ رے ـ گا ـ ما ـ پا ـ دا ـ نی ـ سا ہی کو الٹ پھیر کر کبھی روتے تھے اور کبھی ہنستے تھے ـــــ اور یہ ریت ہمارے ہاں کے لوگوں میں رچی بسی تھی اور ہم ان سے الگ تو نہیں ہیں. اب آپ اس پر بھی لٹھ لئے بیٹھے ہیں. تو ہم کیا کریں بھئی ـــــ میوزک ہم عبادت سمجھ کر ہی ہر انسٹرومنٹ سے ابھارتے تھے. اسلئے کہ ہم نے اس کے سیکھنے میں راتوں ریاضت کی تھی۔

دیکھا آپ نے چارج شیٹ پر لگے الزامات کی توجیہہ کس انداز سے

کرتا رہا ـــــ لیکن کان دھرے کون ـــــ اسکی یہ توجیہات سنے کون ـــــ اپنی طرف سے تو اس نے ہر ہر الزام پر بیان دیا ـــــ یقیناً یہی بیان بھی ہونا چاہیئے تھا۔ اب بے چارہ ایسا بیان نہ دیتا لیکن وجدان کو کیا کرے جسنے وہی بیان دلوایا ـــــ جو یہ دیتا آیا تھا ـــــ حق ـــ حق ہے۔ یہ دبانے سے نہیں دبتا ـــــ دنیا میں اسنے تو ہر حکم کی من پسند توجیہہ کی ـــــ ہر برے کام پر خود ہی مصنف اور خود ہی ملزم بنا رہتا تھا۔ کبھی اپنے آپ کو سہلاتا تھا اور کبھی اپنے کئے کو کوستا تھا ـــــ اسکی سیماب فطرت زندگی ہر وقت ڈولتی رہتی تھی ـــــ لیکن کاش اس نے کبھی بھی اپنی روح میں جھانکنے کی کوشش کی ہوتی تو اسکو علم ہوتا کہ نیک و بد کی دو متضاد راہوں کا اختیار کرنے کا حق تو اسی وقت اسکو دیا گیا تھا۔ جب اس نے صحیفۂ تخلیق پر بحیثیت مخلوق دستخط کئے تھے اور خالق ہونے سے انکار کیا تھا ـــــ لہذا اسکو ہر آں یہ دیکھنا چاہیئے تھا کہ جب میں حسن ہستی کے سانچے میں ڈھل کر آہی چکا ہوں تو مجھے "کرمنا بنی آدم" کے تاج کی لاج بھی رکھنی چاہیئے ـــــ جب میں دونوں ہاتھوں کی چابکدستی سے اللہ کے دسترخوان نعمت کو لوٹتا ہوں تو وہ اسکی راہ میں کام بھی کریں ـــــ اور جب میری طلیق لسان زبان گفتار کے جھرنے بہاتی ہے تو اسکو اللہ کی حمد وثنا میں رطب اللسان بھی رہنا چاہے ـــــ لہذا بلند مراتب کے حصول کے لئے مجھے جھک کے ـــ رک کے اور سنبھل کے اسی راہ کا انتخاب کرنا چاہیئے جس پر رضائے رب کی قندیلیں فروزاں ہوں لیکن ایسا کرے کیسے ـــــ طمع تو نس نس میں رچ بس گئی ہے ـــــ لالچ تو خون بنکر رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ لہذا طلب کا اضطرار اور اضطراب

رات دن ماہی بے آب کر چکا ہے ـــــ اس سے دست کش کیسے ہوجائے اس کے لئے تو اس نے کبھی باپ کو قتل کیا اور کبھی بیٹے کو بھینٹ چڑھایا ـــــ اسی مخمصے میں پھنس کر یہ دور اور بہت دور نکلتا چلا گیا ـــــ واپس آنا بھی چاہے تو نہیں آسکتا ـــــ اب یہ اُس منزل پر پہنچ جاتا ہے جہاں نہ یہ سن سکتا ہے نہ مان سکتا ہے۔ سن کے اگر مانے تو بلند مراتب کی خواہشیں اس کو روک دیتی ہیں ـــــ لہٰذا نہیں چاہتا ہے کہ وقار کی قبا تار تار ہو جائے ـــــ اس کی یہ جھوٹی دنیا ـــــ اور اس کا یہ بے مقصد ماحول جب اس سے یکلخت چھن گیا ـــــ تو بہت گھبرایا ـــــ لیکن اب کیا بنے ـــــ ہر ہر بات رد کی جا چکی ہے۔ ہر ہر الزام پر اندر ہی اندر اثبات سے لرز رہا ہے ـــــ پھر بھی کہہ اُٹھے گا ـــــ کہ کیا ان لگائے گئے الزامات پر آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے ـــــ ؟

• ثبوت وشہادت

مان لیا گیا اسکا سوال ـــــ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اس کا دنیا میں قدم قدم پر بھرم رکھا ـــــ اس کے ہر گناہ کی پردہ پوشی کی اور نہیں چاہا کہ اسکی رسوائی ہو جائے۔ لہٰذا آج کے دن بھی اسکی لاج رکھی گئی ـــــ یہ صرف اس لیے تاکہ بندہ یہ نہ کہے کہ مجھ پر لگائے گئے الزامات بے بنیاد ہیں ـــــ اس انسان کو اللہ نے تخلیق کیا تھا ـــــ وہ اسکی فطرت اور سرشت سے اتنا واقف ہے جتنا یہ انسان بذات بھی نہیں ہے۔ اللہ کے علم میں ہے کہ دنیا میں "کچھ کرکے" اس نے ہمیشہ نفی سے اپنا الو سیدھا کیا ہے اور ضمیر ہمیشہ اسکو ملامت کرتا رہا کہ تمہارے نفی نے طوفانوں کے بند توڑے ہیں ـــــ اس نفی کی طوفان خیزی میں انگنت مخلوق

ڈوب چکی ہے سپاہیوں کو پابہ جولاں بنادیا ــــ جابر و ظالم لوگوں پر امارت کے تاج رکھدیے ــــ آج بھی نفی سے سر ہلا رہا ہے ــــ لیکن کاش یہ جان لیتا کہ آج کا نفی لے ڈوبے گا ــــ اب "بے بس" زبان ہلاتا لیکن "الیوم نختم علیٰ افواھھم" (ان کے مونہوں پر مہر لگادیں گے) (الیاسین) نے اس کے رہے سہے اوسان بھی خطا کردیئے ــــ اِدھر عیز تھا نفی کو اثبات کی تلوار سے دونیم کرنے کے لئے ــــ لیکن اُدھر وہی آگے آئیں گے جن پر اسکو ناز تھا۔ جن کی نوک پلک درست کرنے کے لئے زمانے کی گردشیں روکنے کے سامان کرتا رہتا تھا۔

- پہلا گواہ ــــ وتکلمنا ایدیھم ــــ (یاسین)

  ہم سے ان کے ہاتھ ثبوت فراہم کرینگے۔

- دوسرا گواہ ــــ وتشھد ارجلھم ــــ (یاسین)

  ان کے پاؤں ثبوت دیں گے۔

- تیسرا گواہ ــــ شھد علیھم سمعھم ــــ (حم)

  ان کے کان گواہی دینگے۔

- چوتھا گواہ ــــ وابصارھم ــــ (حمٓ)

  ان کی آنکھیں شہادت دینگی

- پانچواں گواہ ــــ وجلودھم ــــ (حمٓ)

  ان کی کھالیں ثبوت دینگی

- چھٹا گواہ ــــــــ معھا سائق شھید ــــــ (ق)

ہنکانے والا اور ایک (فرشتہ) گواہ ہوگا۔

- ساتواں گواہ ــــــــ ولیوم نبعث فی کلّ امّۃ شھیداً علیھم

من انفسھم ــــــــ

قیامت کے دن ہر ایک گروہ میں سے انہیں میں کا ایک گواہ ان کے مقابل لاکھڑا کیا جائیگا۔

- آٹھواں گواہ ــــــــ ونزعنا من کلّ امّۃ شھیدًا ــــ (قصص)

ہم امت میں سے ایک گواہ یعنی پیغمبرؑ نکالیں گے۔

- نواں گواہ ــــــــ ویکون الرّسول علیکم شھیداً ــ (البقرۃ)

اور رسولؐ تمہارے بیچ میں ایک گواہ بنیں گے۔

- دسواں گواہ ــــــــ واللہ شھید علیٰ ما تعملون ــ (آل عمران)

جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسکا گواہ ہے۔

ہم سب نے ہر مقدمہ میں دیکھا ہے کہ گواہ کم ازکم دو چاہیئے۔ اور اگر گواہی یکساں ہو ــــ تو فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگتی۔ لیکن آخرت کی عدالت میں پورے دس گواہ ہیں ــــ اور ہر ایک کی گواہی میں ہم آہنگی ہے ــــ کوئی تعارض نہیں ــــ کوئی تناقض نہیں ــــ اول الذکر پانچ گواہ اس کے اتنے قریب کہ عشرت میں انہوں نے اسکو چھوڑا نہ امارت میں ــــ یہ ہشت پہر قریب ــــ ہر ہر لمحہ نزدیک ــــ آنے کے وقت سے جانے

کے وقت تک اس کے ہم نشین ـــــ بڑے وفادار ہیں ـــــ ہاتھوں سے
مال و منال لوٹتا تھا ـــــ پاؤں سے چلتا پھرتا تھا ـــــ کانوں سے سنتا تھا
ـــــ آنکھوں سے جلوہ گاہی کے نظارے دیکھتا تھا اور جلد کی پچاس لاکھ مسامات
سے گرم و سرد پسینے کا اخراج کر کے راحت کے سامان بہم رکھتا تھا۔ انہوں نے
ہمدوش اور ہم قدم رہنے میں ذرہ برابر بھی بخل نہ کیا ـــــ جہاں اٹھتا بیٹھتا
تھا تو یہ ساتھ تھے۔ جہاں سوتا جاگتا تھا تو یہ پٹے رہتے تھے ـــــ ہر آں ان
کی خاطر مدارت کرتا رہا۔ ان کی صحت پر پونجی کی پونجی لٹاتا تھا ـــــ کیا کچھ نہ
کیا تھا اس نے ان کے ساتھ ـــــ لیکن آج ان کی وہ اپنائیت کہاں گئی جن
پر اسے ناز تھا ـــــ لہٰذا پوچھ بیٹھے گا۔" لم شهدتم علینا ـ (حٰمٓ) ـــــ!
ارے تم لوگوں نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی۔ ؟ ـــــ ہمیں تو آج تک
پتہ تھا کہ تم صامت ہو لہٰذا بولتے نہیں ہو ـــــ بھئی یہ وفا کے تقاضے نہیں ہیں۔
ہم گرداب میں پھنسے جارہے ہیں اور آپ ہمیں ڈبونے پر کمر بستہ ہیں ـــــ کیا
ہم سے وہاں کوئی خطا ہوئی تھی ـــــ ؟ جسکی سزا آج آپ مجھے دے رہے
ہیں ـــــ ہائے افسوس! کاش مجھے پتہ چلتا کہ آپ زبان رکھکر بھی تماشائی
بنے رہیں گے تو میں تمہاری زبان ہی کھینچ لیتا ـــــ یہ زبان آئی کہاں سے
آخر ـــــ ؟ یہ جواب دینگے۔ انطقنا اللّٰہ الذی انطق کل شئ ـــــ (حٰمٓ)
جس اللہ نے ہر ایک کو گویائی بخشی اسی نے آج ہمیں زبان دیکر بولنے کی صلاحیت
دی ـــــ اب کیا کر سکتا ہے ـــــ ان کی زبان پر کیسے لگام چڑھائے
گا ـــــ ان کی وفا کا یہ بدلتا رخ ابھی پریشان کر ہی رہا ہوگا۔ کہ سائق آئے

گا ــــ شہید بڑھے گا اور پھر اپنے ہاں کا کوئی ہوگا ــــ پھنس گیا بے چارا عجیب مخمصے میں اور جب پیغمبرؐ شاہد بنکر آئے گا تو پتھرا جائیگا ــــ بکھرتے ہوش و حواس کو یکبار سمیٹنے کے لئے جونہی ارادہ کیا تو رسولؐ محترم کو دیکھکر گھگھی بند جائیگی ــــ امیدوں کی بلند و بانگ عمارت ریت کے گھروندے کی طرح بیٹھ جائیگی ــــ یاسیت کی گم گشتہ وادیوں میں ہاتھ پیر مارنے لگے گا ــــ نبض چھوٹ جائیگی ــــ دل دھڑکنا چھوڑ دے گا کہ ایک بار گرجدار آواز سے کانوں کے پردے پھٹ پڑیں گے ــــ کہ میری گواہی سنتے جاو ــــ! یہ جبار و قہار کی آواز ہوگی ــــ اس آواز سے زمین و زمن کا جگر پھٹ پڑے گا ــــ تردید بھی تردید کی جرأت نہیں کرے گا ــــ اب مرنے کی آرزو کرتا ــــ لیکن مرے گا نہیں ــــ اب مارے کون ــــ جو مارتا وہ بھی تو مرچکا ہوگا ــــ بری طرح اٹک گیا ــــ زمین پر پاؤں رکھنا محال ــــ تمازت برداشت کرنا وبال جان ــــ سارا ماحول بے گانگی کی دبیز چادر میں لپٹا ہوا ــــ حدنظر تک پرائی دینا ــــ اپنوں نے منہ پھیر لیا ــــ ساتھیوں نے ناطہ توڑ دیا ــــ ہر طرف انجانا پن ــــ بری طرح پھنس گیا ــــ اب پھڑپھڑانا بیکار کوشش ہاتھ پیر مارنا فضول سعی ــــ جکڑ لیا گیا ــــ گناہ کی زنجیریں ہیں کہ پوری ہستی کا ناقابل برداشت بوجھ جو سنبھالا نہیں جاتا ــــ متاع دنیا سے صرف کفن کے چند ہی گز لئے تھے ــــ ان کا بوجھ ہی کتنا تھا. لیکن آج یہ کیا ہورہا ہے ــــ یہ پاؤں اٹھتے کیوں نہیں ــــ میری گردن تو تنی رہتی تھی ــــ یہاں یہ جھکی جھکی سی کیوں ہے ــــ کیا سب آسمان و زمین

سر پر رکھ دیا گیا ہے؟ یہ کیسی مصیبت ہے کہ جس کے اظہار کے لئے مجھے مناسب الفاظ نہیں ملتے ــــــ؟ ان ہی گومگو خیالات میں چونک کے سنے گا۔

ونادیٰ اصحاب الجنۃ اصحاب النار ان قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقاً فھل وجدتم ما وعد ربکم حقاً ط قالوا نعم ج فاذن مؤذن بینھم ان لعنۃ اللہ علی الظالمین ہ الذین یصدون عن سبیل اللہ و یبغونھا عوجاً ج وھم بالآخرۃ کٰفرون ہ جنتی لوگ جہنمیوں کو صدا دینگے ہم نے تو بیشک جو ہمارے پروردگار نے ہم سے وعدہ کیا تھا ٹھیک پایا۔ تو کیا تم نے بھی جو تمہارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا ٹھیک پایا (یا نہیں) اہل جہنم کہیں گے کہ ہاں پایا تب ایک منادی انکے درمیان اذاں دے گا کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہو جو خدا کی راہ سے لوگوں کو روکتے تھے اور اسمیں خوامخواہ کجی پیدا کرنا چاہتے تھے اور روز آخرت سے انکار کرتے تھے۔ (الاعراف)

سنا آپ نے کہ کیا کچھ کہا جارہا ہے اور کیا جواب دیئے جارہے ہیں ــــــ ادھر وعدہ الٰہی سے منحرف ــــــ کہتا تھا کہ آج تک وہاں سے واپس کون آیا۔ جو کہتا کہ وہاں کیا کچھ ہوتا ہے ــــــ گو کہ یہ سوال اسکو بذات خود پریشان کئے دے رہا تھا ــــــ پھر بھی بھرم رکھنے کے لئے طفلِ تسلی سے زخمی ضمیر کو سہلاتا تھا۔ اور یہی اسکی نادانی تھی ــــــ کہتا تھا کہ ہم عقلمند ہیں۔ ہمارے منتخب کردہ راستے ہی صحیح جادۂ حیات ہے ــــــ باقی سب پُرخار پگڈنڈیاں ہیں ــــــ آؤ! ہم سب ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر ان حسین راہوں کے راہ رو بنیں جو ہماری فراست نے قائم کئے ہیں ــــــ اب اکیلے ہی چلتا تو بات تھی یہ تو اپنی سنتان کو

بھی ان ہی خارزاروں پر لئے پھرتا تھا ــــــ لیکن جونہی سانسیں پھولنے لگیں ــــــ اور دم ٹوٹنے لگا ــــــ تو سدھ بدھ نے ساتھ چھوڑا ــــــ تو اس وقت ہوش آنا شروع ہوا جب لعنت نے اسکے کانوں میں سیسہ پگھلا کر انڈیل دیا۔

یہی تو عدل خداوندی کا تقاضا ہے ــــــ گناہ پر گناہ کرنے کے بعد بھی اگر ہم سمجھتے ہیں کہ صاف چھوٹ جانے کے امکانات ہیں تو عدل مجروح ہوجائیگا ــــــ اور ثواب حاصل کرنا ایک بے مقصد چیز بن کے رہ جائے گا ــــــ عدل آج نہیں کل ذہن نشین ہوگا ــــــ اگر آج سمجھتے ــــــ تو پھر ہماری دلدوز داستاں ہمیں ہی کیوں سنائی جاتی ــــــ ہمیں تو خیال تھا کہ توبہ نہ کرکے فضل خداوندی سے صاف بچ جائیں گے۔ لیکن یہ کیا ــــــ یہاں تو گناہوں کا ایک طومار ہے ــــــ ہر ہر بات ریکارڈ کی جاچکی ہے۔ اب اپنے ہی آپ پر اگر بات اٹکتی ــــــ تو جوں توں کرکے سزا بھگت لیتے ــــــ یہاں نہ صرف اپنوں نے بلکہ اغیار نے بھی لے ڈوبا ــــــ یہاں تو ایک لمبی فہرست ہے ــــــ سطور کا تسلسل اور اوراق کی ترتیب صیقل شدہ تلوار کی طرح سر پر لٹکتی ہے۔

كَلَّآ إِنَّ كِتَابَ ٱلْفُجَّارِ لَفِى سِجِّينٍ ۝ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا سِجِّينٌ ۝ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ۔ (تطفیف) ــــــ سن رکھو ــــــ بدکاروں کے نامہ عمل سجین میں ہیں اور تم کیا جانو کہ سجین کیا ہے ــــــ (وہ) ایک لکھا ہوا دفتر ہے ــــــ

Ink remover ساتھ ہوتا تو مٹا دیتا ــــــ لیکن ہائے شومئی قسمت ما۔

- **مجرم**:۔ آئین الٰہیہ میں پچاس مرتبہ آیا ہے ــــــ اور جہاں بھی آیا

ہے تو دل دہلانے والے انداز میں آیا ہے ـــــ شعلہ ہائے جہنم ـــــ عذاب و عقاب ـــــ مصائب و آلام ـــــ صبر آزما سزائیں ـــــ چیخ و پکار ـــــ آہیں اور آنسوں ـــــ تمنائے موت ـــــ بھاگم دوڑ ـــــ کروٹیں بدلنے ـــــ اور واپس دنیا میں نہ آنے کے ذکر سے لفظ مجرم اور بھی زیادہ بھیانک نظر آتا ہے۔ ـــــ چند شقیں ذرا آپ بھی سُنیں ـــــ ممکن ہے کہ سنبھلنے کا موقع فراہم ہوسکے۔

۱۔ وترى المجرمين يومئذٍ مقرنين فى الاصفاد (سورۃ ابراھیم) اور تم مجرموں کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھو گے۔

۲۔ ورأ المجرمون النار فظنوا انهم مواقعوها ولم يجدوا عنها مصرفاً (سورۃ الکہف) اور مجرم لوگ دیکھ کے سمجھ جائیں گے کہ وہ اس آگ میں جھونکے جائینگے اور اس سے بچنے کی راہ نہ پائیں گے۔

۳۔ ونحشر المجرمين يومئذٍ زرقاً (سورۃ طٰہٰ) ہم مجرموں کو نیلی آنکھیں کرکے اپنے سامنے کھڑا کریں گے۔

۴۔ ويوم تقوم الساعة يبلس المجرمون (سورۃ روم) جس دن قیامت ہوگی مجرمین نا امید ہوکر رہ جائیں گے۔

۵۔ هٰذا جهنم التى يكذب بها المجرمون (رحمٰن) یہی وہ جہنم ہے جسکو مجرمین جھٹلایا کرتے تھے۔

۶۔ يعرف المجرمون بسيماهم فيوخذ بالنواصى والاقدام (سورۃ رحمٰن) مجرم لوگ تو اپنے چہروں سے ہی پہچانے جائینگے یہ سب پیشانی کے پٹے اور پاؤں پکڑ کر جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔

۷۔ ولایسئل عن ذنوبہم المجرمون (سورۃ القصص) مجرموں کوان کے گناہوں کے بارے میں کچھ بھی نہ پوچھا جائیگا۔

۸۔ وما اضلنا الا المجرمون (سورۃ الشعرا) ہمیں مجرموں نے گمراہ کردیا۔

آپ نے دیکھا کہ مجرم کی کیا صورت حال ہے ـــــ کچھ تو بتادیا اور کچھ اگلے اوراق میں آئیگا۔ سیدھی سی بات ہے کہ جہاں سے انسان چلا ـــــ وہیں سے اس نے سرکشی کرکے اپنے آپ کو کن ہیبت زدہ منازل پر گامزن کیا ـــــ جوانسان اچھے سے اچھے لفظ کا انتخاب اپنے آپ کے لئے کرتا تھا ـــــ اور اگر کوئی کسی لقب سے نوازتا تھا تو پھولے نہیں سماتا تھا ـــــ ہمیشہ یہی چاہتا تھا کہ لوگ Yes sir No sir سے ہی مخاطب ہو جائیں ـــــ لیکن یہ کیا ـــــ آج مجھے اس لقب سے پکارا جاتاہے کہ سرشرم سے جھک جاتاہے۔ کم ازکم اتنے سارے لوگوں کے سامنے اس نام سے پکارکر میری تضحیک نہ کی جاتی ـــــ ہائے میں اس دنیا میں اتنا غافل کیوں رہا ـــــ کاش میں نے اپنے ناتواں وجود کی ہمتوں کو پرکھا ہوتا ـــــ توآج یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔ میں انکار کے باوجود بری طرح پھنس گیا ہوں۔ نہ جانے اب کونسی سزا تجویز کی جائیگی۔

حضرت علیؑ نے اسی لئے ہماری بے بسی اور بیکسی کو دیکھکر فرمایاہے۔ اعلموا انہ لیس ھذا الجلد الرقیق صبر علی النار ـــــ فارحموا انفسکم فانکم جربتموھا علی مصائب الدنیا فرایتم فزع احدکم من الشوکۃ تصیبہ والعثرۃ تدمیہ والرمضاء تحرقہ فکیف اذا کان بین الطبقتین من النار

صحیح حجی وقرین شیطان ــــ "اے بندگان خدا! جان لو ــــ تمہارے ابدان پر جو نازک ترین جلد ہے اسکو جہنم کی تاب و طاقت نہیں ہے ــــ لہذا اپنی جانوں پر رحم کرو۔ کیونکہ تم نے تجربہ کرلیا ہے کہ تمہیں دنیا کی ناملائم باتوں کے سہنے کی طاقت نہیں ہے ــــ دیکھو! جب تم میں سے کسی کے بدن میں کانٹا چبھتا ہے۔ تو وہ فریاد کرتا ہے اور نیزے کی انی چھونے سے اس کا بدن خون آلود ہوتا ہے ــــ گرمیوں میں تپتی ریت اسکو داغ زدہ کرتی ہے ــــ پس وہ وقت کیسا ہوگا کہ جب تم جہنم کے طبقوں میں پھنس جاؤ گے اور شیطان تمہارا ساتھی ہوگا۔"

اگر اب بھی آپ نے تجربہ نہیں کیا ــــ تو آپ ضرور تجربہ کریں۔ موقعہ بھی ہے ــــ محل بھی ہے اور فرصت بھی ہے اور دل کھول کر دیکھیں ان حقائق سے انسان کسطرح چلا اٹھتا ہے ــــ ذرا سی گرمی میں پیاس سے جان بلب ہوجاتا ہے ــــ کانٹا چبھنے سے چیخ اٹھتا ہے ــــ ذرا سا زخم لگنے سے بلبلا اٹھتا ہے ــــ ہم ان معاملات سے روزانہ دوچار ہوتے ہیں ــــ اسکے بعد آپ یہ تصور کریں کہ میں میدان محشر میں کھڑا ہوں ــــ یہاں پیاس بجھانے والا آتا ہے ــــ لیکن وہاں کوئی نہیں آئے گا ــــ یہاں کانٹا نکالنے والا آتا ہے ــــ وہاں کوئی نہیں۔ کوئی بہتے خون پر مرہم رکھنے کے آتا ہے لیکن وہاں کوئی نہیں ــــ اور یہ کیفیتیں بڑھتی ہی بڑھتی ہیں۔ ذرا دیر کے لئے راحت نہیں ــــ اور اس پر یہ مصیبت کہ گلے میں چارج شیٹ آویزاں ــــ سامنے آگ کی ہزاروں میل اٹھنے والی لہریں ــــ یہاں ہے تو برودت بھی پریشان کئے دے رہی ہے اور حرارت بھی ــــ

جبکہ جانتا ہے کہ دونوں موسموں کے بندھن میں بندھے ہیں ـــــ لیکن وہاں موسموں کا کیا کام ـــــ حرارت پر برودت چھا نہیں سکتی ـــــ بھڑکتی ہوئی آگ کا مزاج نہیں بدلے ـــــ جھلکتے شعلے اور چھلکتے رہیں گے ـــــ اور آگ کی سوز و طپش سرمدی اور ابدی سامان لئے ہوئے مجرم سے کچھ کہہ رہے ہیں ـــــ ممکن ہے کہ یہ تصور آپ کو یکلخت جرم کی دنیا سے نکال لائے گا ـــــ اور آپ صالحین میں شمار ہونگے ـــــ لیکن کیا آپ یہ تصور دنیا کو تج کر کرسکیں گے ـــــ ؟

• آخری گرفتاری

گرفتار تو ہو ہی چکے ہیں ـــــ لیکن جب رزلٹ آوٹ ہوا ـــــ تو ہر پرچے پر" زیرو" انگارے کی دھک رہا تھا ـــــ لہٰذا اب نئے سرے سے جب گرفتار کر دیئے گئے ـــــ اور یہ آخری گرفتاری بڑی اندوہناک اور بڑی حسرت بھری گرفتاری ہے۔ کیونکہ ہر راہ مسدود ـــــ ہر کوشش بے کار اور ہر سعی لا حاصل ہو چکی ہے چھپ جاتے ـــــ کہاں چھپیں ـــــ بھاگ جاتے ـــــ کہاں بھاگ جائیں ـــــ ہر سو پہرے ہیں ـــــ زمین سمٹ چکی ہے ـــــ اب لوگوں کے اژدہام میں گم گشتہ ہو جاتے ـــــ لیکن نظروں میں آچکے ہیں۔ اب کہاں بچ کے جائیں ـــــ دل تیزی کے ساتھ دھڑکنے لگا ـــــ کلیجہ منہ کو آنے لگا ـــــ چندھیائی ہوئی آنکھوں سے جب دیکھنا چاہا تو ایک مرتبہ پورے بھرے ہوئے میدان میں آواز گونجنے لگی ـــــ خذوہ ـــــ اسکو گرفتار کر لو۔ فغلوہ ـــــ اسکو آہنی طوق پہنا دو ـــــ فاعتلوہ ـــــ پھر گھسیٹتے ہوئے لے جاو۔

انداز ہ کیجئے گا ـــــ آہنی طوق گلے میں ــــ گھسیٹتا ہوا لیا جارہا ہے
ـــــ اسکی حالت کا اندازہ کون کرسکتا ہے ــــ اسکی بے چارگی کیسے بیان کی
جاسکتی ہے ــــ اس کی گردن کے درد و کرب کی کیا تاویل کی جاسکتی ہے
ـــــ اور طوق کے لئے زنجیر کا ہونا لازمی ہے ــــ ورنہ گھسیٹ کے کیسے
لیا جائے گا ــــ یہ زنجیر کتنی کڑیوں سے بنی ہوئی ہوگی ــــ اسکی لمبائی کیا
ہوگی ــــ ثم فی سلسلۃ سبعون ذراعاً ــــ یہ زنجیر ستر گز لمبی ہوگی
ـــــ یہ گز ۳۶ اینچ کا نہیں ہے ــــ اس کی لمبائی ۷۰۰۰ میل فی گز ہے
ـــــ عجب بے بسی کا عالم ــــ سبھی دیکھ رہے ہونگے ــــ اتنے سارے
لوگوں کے سامنے یہ ذلت اور رسوائی کیسے سہہ سکتے ہیں۔ لیکن پھنس جو گئے ــــ
نہ چاہتے ہوئے بھی سہنا ہی پڑے گا ــــ ہے کوئی ایسا بدقسمت جو اس ذلت و
رسوائی کو برداشت کرے ــــ ؟ ہے کوئی ایسا بے حیا جو اتنے جم غفیر میں
اپنے آپ کو گھسیٹتا ہوا دیکھ سکے ــــ ؟ دنیا میں اگر اسکے ساتھ یہی کچھ ہوتا تو
یہ اس کے لئے موت سے بھی بدتر ہوتا ــــ اور اس سے بچنے کے لئے مال و
اولاد قربان کردیتا ــــ لیکن اب کیا کرے۔ کس کو دکھڑا سنائے ؟ کس کو روداد
غم بتائے ــــ ؟ کون زخموں پر مرہم رکھے ــــ ؟ باندھ لیا گیا ــــ خاندان کا
راج دلارا ــــ گھسیٹا گیا متاع دنیا میں مدہوش ہونے والا ــــ اب زنجیر
پر زور کرنا چاہا کہ کڑیاں ٹوٹ جائیں ــــ لیکن یہ کیا ــــ یہ کستی ہی چلی جاتی
ہیں ــــ طوق گلے میں اور اسکے ساتھ بندھی ہوئی زنجیر "سائق" کے مستحکم ہاتھوں
میں ــــ کھینچتا ہی لئے جارہا ہے ــــ ہر سُو رحم مفقود النظر ــــ پاس و لحاظ

کا شائبہ نہیں ــــــ سن و سال کی قدر نہیں ــــــ نہ ہمارے اسٹیٹس کو خاطر میں لایا جا رہا ہے ــــــ نہ ہمارے فخریہ خانداں اور عشیرے کی کوئی اہمیت ــــــ نہ کم سنی پر عار ــــــ نہ بڑھاپے کی پائمالی کا کوئی خیال ــــــ سلوک میں یکسانیت ــــــ پوچھ گچھ میں بے باکی ــــــ بس پورا منظر درد ناک چیخوں سے کراہ رہا ہے اور اندر اندر ہی رنج و غم کی آگ بری طرح سلگ رہی ہے۔

سنئے دل کے دریچے کھول کر کہ کیا کہا جا رہا ہے۔

They are emulating each other and proceeding in groups towards the final objective and the rendezvous of death, till when matters come to a close, the world dies and resurrection draws near. Allah would take them out from the corners of the graves, the nests of birds, the dens of beasts and the centers of death. They hasten towards the place fixed for their final return group by group, quiet, standing and arrayed in rows. They will be within Allah's sight and will hear every one who

would call them.

They would be having the dress of helplessness and covering of submission and indignity. (At this time) contrivances would disappear, desires would be cut, hearts would sink quietly, voices would be curved down, sweat would choke the throat, fear would increase and ears would resound with the thundering voice of the announcer calling towards the final judgement, award of recompense, striking of punishment and paying of reward.

(Nahjul-Balagha, Sermon: 82)

ترجمہ :- وہ ایک دوسرے کی پیروی کرتے ہیں اور یکے بعد دیگرے منزل و منتہائے مقامِ فنا کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ سب معاملات ختم ہوجائیں گے۔ اور دنیا کی عمر اختتام پذیر ہوگی ـــــ تو اللہ رب العالمین سب کو قبر کے گوشوں سے ـــــ پرندوں کے گھونسلوں ـــــ درندوں کے بھٹوں اور ہلاکت گاہوں سے نکال دے گا۔ گروہ در گروہ ـــــ صامت و ساکت ـــــ

ایستادہ وصف بستہ امرِ الٰہی کی طرف بڑھتے ہوئے اور اپنی جائے بازگشت کی جانب دوڑتے ہوئے ـــــ نگاہ قدرت ان پر حاوی اور پکارنے والے کی آواز ان سب کے کانوں میں آتی ہوگی ـــــ وہ ضعف اور بے چارگی کا لباس پہنے ہوئے ہونگے اور عجز و انکساری اور بے کسی کی ذلت ان پر چھائی ہوگی ـــــ حیلے اور ترکیبیں غائب اور نا امیدی منقطع ہو چکی ہوگی ـــــ دل مایوسانہ خاموشیوں کے ساتھ بیٹھتے ہونگے ـــــ اور آوازیں دب کر گم گشتہ ہو چکی ہونگی ـــــ پسینہ منہ میں پھندا ڈال دے گا ـــــ وحشت بڑھ جائیگی اور جب انہیں آخری فیصلہ سنانے، اعمال کا معاوضہ دینے اور عذاب و عقاب و اجر و ثواب کے لئے بلایا جائیگا ـــــ تو پکارنے والے کی آواز کی گن گرج سے ان کے کان لرز اٹھیں گے۔"

مجھے تو لگتا ہے کہ آپ اب سمجھ چکے ہونگے ـــــ آپ نے حالات کا اندازہ لگالیا ہوگا ـــــ اب آپ خوف و دہشت سے کانپ اٹھے ہونگے ـــــ اسلئے کہ ہم سب کو کانپ جانا چاہیئے ـــــ ہم اس لئے یہاں نہیں آئے ہیں کہ جو ہم آج تک سمجھ بیٹھے ہیں ـــــ اگر وہی سمجھ لیا جو خود ساختہ ہے ـــــ تو ہم سب مل کر ڈوب چکے ہیں ـــــ اگر خدا ساختہ سمجھ لیا تو ممکن ہے کہ اب بھی ہم تلافی کر سکتے ہیں۔ اسلئے کہ

People have been created as a proof of (His) power, have been brought up with authority, they are made to die through pangs, and placed in graves where they

turn into crumbs. Then they would be resurrected one by one, awarded their recompense and would have to account for their action, each one separately.

(Nahjul-Balagha, Sermon: 82)

(ترجمہ) یہ بندے اس کے اقتدار کے ثبوت کے طور پر خلق کئے گئے ہیں۔ اور غلبہ و تسلط کے ساتھ انکی تربیت ہوئی ہے۔ نزع کے وقت انکی روحیں قبض کر لی جاتی ہیں۔ اور قبروں میں رکھدیئے جاتے ہیں۔ جہاں یہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے ــــ پھر قبروں سے ایک ایک کرکے اٹھائے جائینگے اور عملوں کے مطابق جزا و سزا پائیں گے ــــ سب کو الگ الگ حساب دینا پڑے گا۔

• سزا

حساب ختم ہوا ــــ عذرات کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے۔ ہر التماس کا گلا گھونٹ دیا گیا ــــ ہر دامن گدائی رد کر دی گئی ــــ جھولی تو بھری ہوئی ہے ــــ لیکن گناہوں سے مملو ــــ ہاتھ تو ابھی پھیلے ہوئے ہیں لیکن عصیان سے لت پت ــــ ایک بار آواز آئے گی. ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ــــ اب اسکو جہنم میں پھانسی دو۔ (حاقہ) ــــ لیجئے فیصلہ سنا دیا گیا ــــ یہاں تذکرہ جہنم تو سنا کرتے تھے ــــ علماء ــــ فضلا ــــ مقررین و مفکرین بھی اس چیپٹر کو دہرایا کرتے تھے ــــ جب ان کے سننے سے دل میں ہوک سی

اٹھتی تھی تو دعا کرتے تھے ربنا نجنا من النار ـــــ اے ہمارے رب ہمیں آگ سے بچانا ـــــ اس دعا میں اپنے بھی ہوتے تھے ـــــ پرائے بھی ـــــ اِدھر اگر تھوڑی سی آگ چھو لیتی تھی۔ تو چیخ اٹھتے تھے ـــــ نت نئے مراہم سے تسکین کے سامان فراہم کرتے تھے ـــــ اپنا کوئی جلتا یا پرایا۔ تو تجاویز کی فہرست سامنے رکھتے تھے ـــــ لیکن آج ـــــ اسی آگ میں ڈال دینے کی سزا سنی ـــــ دماغ سزا سنتے ہی پھٹنے لگا ـــــ جلن کے احساس نے تن بدن میں شرارے بھر دیے۔ لیکن اب کیا بنے ـــــ رونے دھونے سے بات بنتی تو رو لیتے رحم کی اپیلیں ہر کورٹ سے رد ہو چکی ہیں ـــــ فضل الٰہی کو سبک سمجھنے سے ہی عدل الٰہی سے فیصلہ سنا دیا گیا ہے اور جو سزا بول دی گئی ـــــ ہے کوئی جو اسکی ترمیم کرے ـــــ ؟ کیا کسی کو حق تنسیخ حاصل ہے ـــــ ؟ ہاں اگر وہاں سزا سنانے والے سے اور کوئی بڑا ہوتا تو اُس سے سزا کم کرنے کی درخواست کرتے ـــــ لیکن ہے نہیں کوئی ـــــ جس نے سزا سنائی وہ یہاں بھی بڑا جج تھا۔ اور وہاں بھی بڑا جج ہوگا ـــــ لہٰذا سزا سننے کے بعد سزا بھگتنی ہے ـــــ کیونکہ اب چون و چرا کی کوئی بھی گنجائش باقی نہیں رہی ہے۔

• جیل

سزا کے بعد یہ ہماری آخری اور حتمی جیل ہے ـــــ یہاں کے جیل اور وہاں کے جیل میں زبردست فرق ہے ـــــ جس طرح دنیاوی جیل میں مجرم کو سیدھے دروازے سے اندر لیا جاتا ہے ـــــ اس طرح اخروی جیل میں ایسا نہیں

ہے ـــــ یہاں صرف ایک بڑا گیٹ ہوتا ہے لیکن وہاں "ادخلوا ابواب جھنم۔ (الزمر) ـــــ جہنم کی جیل میں حکماً دروازوں سے داخل ہو جاؤ۔ اور یہ کل کتنے دروازے ہیں۔ وان جھنم لموعدھم اجمعین لھا سبعۃ ابواب ط لکل باب منھم جزء مقسوم۔ (الحجر) ـــــ ان سب سے (یعنی مجرموں سے) جہنم کا وعدہ ہے جس کے سات دروازے ہیں ـــــ ہر دروازے کے لئے ان لوگوں کے الگ الگ داخلے ہیں۔

اب یہ جرم پر منحصر ہے۔ جیسا جرم ہوگا ویسا ہی دروازہ سامنے پائے گا ـــــ اور ہر صورت میں مقدر شدہ دروازے سے جہنم میں داخل ہونا ہے ـــــ اور یہ دروازے سیدھی لاین میں بھی نہیں ـــــ حضرت علیؑ نے ان کی توضیح ایک سوال کرنے والے کے جواب میں سیدھا ہاتھ اوپر اٹھا کر فرمائی کہ یہ دروازے ایک دوسرے کے اوپر نیچے ہیں۔

• جیل کی بارکیں

بارک ۱ = ھاویہ ـــــ واما من خفت موازینہ ۝ فامہ ھاویہ ۝ وما ادراک ماھیہ ۝ نار حامیہ۔ (القارعہ) ـــــ جس کے اعمال کا وزن کم ہوگا۔ تو اسکا ٹھکانہ ہاویہ ہے اور تم کیا جانو کہ ہاویہ کیا ہے۔ دہکتی ہوئی آگ ہے۔

بارک ۲ = سعیر ـــــ ونحشرھم یوم القیامۃ علیٰ وجوھھم عمیاً وّبکماً وصمّاً ط وماوٰئھم جھنم ط کلّما خبت زدنٰھم سعیرا۔ (بنی اسرائیل) اور قیامت کے دن ہم انکو اوندھے منہ محشور کریں گے اور وہ اندھے۔ بہرے اور گونگے

یہ تھی اس جیل خانے کی بارکیں ـــــ آیئے ذرا ان سب بارکوں کے اندر کا جائزہ لیں۔ تاکہ پتہ چلے کہ اس آخری قید خانے کی وسعتیں کس قدر ہیں ـــــ کیونکہ ہمیں تو وسعتیں پسند تھیں نا ـــــ تنگ جگہوں سے ہم ہمیشہ متنفر رہا کرتے تھے نا ـــــ اس طرح تو ہمارا جی متلایا کرتا تھا۔ جب ہم چاہتوں کے مطابق وسعت نہ پایا کرتے تھے ـــــ تو ہمارا دم گھٹنے لگتا تھا ـــــ ہم نے ہمہ وقت اپنے قد سے زیادہ طلب کیا تھا ـــــ اپنی قوت وسکت سے زیادہ مانگ کی تھی ـــــ خواہش کا پیمانہ کتنا بھی چھلکتا ہم مانگ کے اضطراب کی وجہ سے اسکو اور چھلکنے دیتے تھے ـــــ لیکن آج جس جگہ ہم "آباد" ہونے کے لئے آئے ہیں ـــــ نقل مکانی کرکے جس ابدی گھر میں سکونت پذیر ہونے کے لئے آئے ہیں۔ دیکھیں ـــــ کہ کیا یہ تنگ دائروں میں گھرا ہوا تو نہیں ہے ـــــ کیا اسکے حدود اربعہ ہماری قد وقامت کے برابر تراشے گئے ہیں۔ یا یہاں بھی پاؤں پھیلانے پر پہرے ہیں ـــــ اور جب داخل کردیئے گئے ـــــ تو پہلے قدم پر ہی بے موت مرگئے ـــــ ہائے افسوس! نہ کی ہوتی غلطیاں ـــــ نہ ہوچکی ہوتیں لغزشیں ـــــ نہ کی ہوتیں بے پروائیاں ـــــ تو یہ حال کیوں ہوتا۔

آیئے مل جل کر ـــــ سانس روک کر ـــــ لب سی کر اس جیل کی اندرونی کرب انگیز شعلہ فشانیاں سنیں ـــــ تاکہ وجدان کا جمود پارہ پارہ ہو جائے۔

حدیث قدسی نے اس دہکتی، بھڑکتی اور سلگتی جیل کی روداد کچھ اس طرح بیان کی ہے۔

یا بن آدم! کیف تعصونی و انتم تجزعون من حرّ الشمس والرمضاء وان

جهنم لها سبع طبقات فیها نیران تا کل بعضها بعضاً و فی کل منها سبعون الف وادٍ من النار و فی کل وادٍ سبعون الف شعبة من النار و فی کل شعبة سبعون الف مدینة من النار و فی کل مدینة سبعون الف قصر من النار و فی کل قصر سبعون الف دار من النار و فی کل دار سبعون الف بیت من النار و فی کل بیت سبعون الف بئرٍ من النار و فی کل بئرٍ سبعون الف تابوت من النار و فی کل تابوت سبعون الف شجرة من الزقوم و تحت کل شجرة سبعون الف وتدٍ من النار مع کل وتدٍ سبعون الف سلسلة من النار و فی کل سلسلة سبعون الف ثعبان من النار و طول کل ثعبان الف ذراعٍ و فی کل جوفِ ثعبان بحر من السم الاسود و فیها سبعون الف عقرب من النار و لکل عقرب سبعون الف ذنب من النار و طول کل ذنب سبعون الف فقارة و فی کل فقارة سبعون الف رطل من السم الاحمر"

اے فرزند آدم! تو کس طرح میری (اللہ) کی نافرمانی کرتا ہے جبکہ تجھے آفتاب کی تمازت اور ریگستان کی گرمی عاجز کرتی ہے۔ بے شک جہنم کے سات طبقات ہیں ــــ ان میں کھائیاں ہیں جو ایک دوسرے کو کھا جاتی ہیں ــــ ہر کھائی میں ستر ہزار آگ کی وادیاں ہیں۔ ہر وادی میں ستر ہزار آگ کے شعبے ہیں ــــ اور ہر شعبے میں آگ کے ستر ہزار شہر ہیں اور ہر شہر میں آگ کے ستر ہزار قصر ہیں۔ اور ہر قصر میں آگ کے ستر ہزار گھر ہیں۔ ہر گھر میں آگ کے ستر ہزار بیت ہیں۔ اور ہر بیت میں آگ کے ستر ہزار کنویں ہیں۔ ہر کنویں میں آگ کے ستر ہزار تابوت

ہیں۔ اور ہر تابوت میں آگ کے ستر ہزار زقوم کے درخت ہیں اور ہر درخت کے نیچے آگ کی ستر ہزار کھونٹیاں ہیں۔ ہر کھونٹی کے ساتھ آگ کی ستر ہزار زنجیریں بندھی ہوئی ہیں اور ہر زنجیر کے ساتھ آگ کے ستر ہزار اژدہے بندہیں۔ ہر اژدہے کی لمبائی ستر ہزار گز ہے۔ ہر اژدہے کے منہ میں کالے رنگ کے زہر کا ایک سمندر موجزن ہے۔ ان اژدہوں کے ساتھ آگ کے ستر ہزار بچھو ہیں۔ ہر بچھو کے آگ کے ستر ہزار دُم ہیں اور ہر دم کی لمبائی ستر ہزار ریڑھ کی ہڈیوں کے برابر ہے اور ہر ہڈی میں ستر ہزار رطل (ایک رطل چالیس تولہ) سرخ زہر بھرا ہوا ہے۔

فبنفسی احلف والطور وکتاب مسطور فی رق منشور والبیت المعمور والسقف المرفوع والبحر المسجور ـــ یا ابن اٰدم ! ما خلقت ھٰذہ النیران الّا لکل کافر وبخیل ونمّام وعاق لوالدیہ ومانع الزکواۃ واکل الرّبوا والزّانی وجامع الحرام وناسی القراٰن ومؤذی الجیران۔

پس مجھے قسم ہے اپنی ـــ قسم ہے مجھے طور کی ـــ اور پھیلی ہوئی جھلی میں لکھی ہوئی کتاب کی ـــ اور بیت المعمور کی ـــ اور بلند کی ہوئی چھت کی ـــ اور بھرے ہوئے سمندر کی ـــ اے فرزند آدم ! نہیں کئے میں نے یہ نیران (آگ سے لپکتی ہوئی کھائیاں) خلق ـــ مگر اس کے لئے کہ جو کافر ہو ـــ بخیل ہو ـــ عیب چین ہو ـــ عاق الوالدین ہو ـــ مانع زکواۃ ہو ـــ سود خوار ہو ـــ زانی ہو ـــ حرام جمع کرنے والا ہو ـــ قرآن بھول بیٹھنے والا ہو ـــ اور ہمسایوں کا اذیت دہندہ ہو۔

ابو ترابؑ نے اسی جبل کے متعلق فرمایا ہے ـــ نار حرھا شدیدٌ ـــ

شرابہا صدیدٌ ــــ قعرہا بعید ــــ وحلیہا حدید ــــ

عذابہا جدید ــــ آگ کی حدت شدید ہے ــــ پانی لہو سے بھرا

ہوا پیپ ــــ گہرائی بے انتہا ــــ لباس فولاد کا اور (اسپر) عذاب نیا نیا۔

یہ ہے قید خانہ اور اسکا اندرونی حال ــــ اور اسکی سختیاں اور اس کے

مصائب و آلام ــــ کب سنبھلا جائے ــــ؟ کب ہوش آجائے ــــ اور

کب اس سے بچنے کی تدبیر کی جائے ــــ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ہم اپنے

چہروں پر سے (انیس تھینریا) ماسک اتار پھینکیں ــــ اس سے تو ہم بے ہوش ہوچکے

ہیں ــــ اب اس نے اتنی خستگی طاری کی ہے کہ ہوش میں آنے کو جی ہی نہیں چاہتا

ہے ــــ کیا اب بھی اپنوں کی کراہیں تحت الشعور میں تہلکہ مچا نہیں رہی ہیں ــــ

اے ارباب بصیرت! ہم کب اپنے ضعیف ابدان پر رحم کریں ــــ؟ کب

اپنے ناتواں وجود کی بے بسی پر لاج آجائے ــــ؟ کیا "وہاں" کے انتظار سے

منہ پھیر لینے میں ہی عافیت ہے ــــ؟ کیا اس قید خانے سے باہر ہی ڈیرہ ڈالنے

کی کوئی راہ ہے ــــ اگر ایسا ہے تو ایک دوسرے پر رحم کریں رحم ــــ ہم سب

کو بھی اُسی راہ کی نشاندہی کریں ــــ دنیاوی رشتے کا بھرم رکھیئے ــــ بخیل

مت بنیئے ــــ کچھ کہیئے ــــ کچھ بولیئے ــــ کچھ سنایئے ــــ تاکہ ہماری

شامیں غم زدہ نہ ہوں اور ہماری صبحیں پرنم نہ ہوں ــــ اگر نہیں ہے ــــ

اور ہرگز بھی نہیں ہے ــــ تو پھر کس لمحے کا انتظار ہے ــــ؟ کس گھڑی

کے لئے چشم براہ ہیں ــــ؟ دیکھئے! وقت کسی کا زر خرید غلام نہیں ہے ــــ

یہ آزاد ہے ــــ اس کا بدلنا فطرت ہے ــــ اس کا گزرنا مزاج ہے ــــ

یہ ہمارے ہی سروں پرسے ہوکر گزرتا چلا جاتا ہے اور ایسے جاتا ہے کہ نشان پا بھی نہیں چھوڑتا ـــــ پلٹ آنا اسکی روایت نہیں ـــــ رکنا اس کی ریت نہیں ـــــ یہ نہ بیمار ہوتا ہے ـــــ نہ اس پر فطری اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ نہ یہ مرا ہے نہ مرے گا ـــــ اس نے ہمارے عروج کو بھی دیکھا اور ہمارے زوال کا بھی جائزہ لیا ـــــ نہ اس نے تھکنے کا بہانہ کیا اور نا ہی ہارنے کا ـــــ یہ ہر آں تندرست و توانا رہا ـــــ اس نے گوکہ زبان مقال سے ہمیں کچھ بھی نہیں کہا لیکن زبان حال سے ازل سے کہتا آیا کہ مجھے غنیمت جانو ـــــ میری قدر کرو ـــــ کہیں میں تم سے جدا نہ ہوجاؤں اور تم لوگ کف افسوس ملتے رہو گے۔ پکاروگے بھی ـــــ پھر بھی نہیں آؤنگا۔

• گارڈز

جیل کے اندرونی ماحول میں قیدیوں پر نظر گزر رکھنے کے لئے "گارڈز" تعینات کئے جاتے ہیں ـــــ تاکہ ایک تو قیدیوں کے فرار کے راستے مسدود رکھے جاسکیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی حرکات و سکنات پر بھی گہری نظر رکھی جائے۔ اس انتظام کے باوجود بھی کبھی کوئی قیدی گارڈز کی آنکھوں میں دھول جھونک کر فرار ہو ہی جاتا ہے اور جیل انتظامیہ ہاتھ مل کر رہ جاتی ہے۔

لیکن آخرت کی جیل ہمارے ہاں کی جیلوں سے منفرد ہے۔ اول تو آگ کی مہیب لپیٹوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا محال ہے۔ پھر اس جیل کا حدود اربعہ لا محدود ـــــ کتنا بھاگیں ـــــ اور کہاں سے بھاگیں ـــــ جدھر منہ اٹھتا ہے تو آگ کے سمندر ٹھاٹھیں مار رہے ہیں ـــــ اوپر نیچے آگ کے شعلوں کا

رقصِ مہیب ــــ راحت ہے نہیں کہ سوچ سکیں ــــ آرام ہے نہیں کہ پلاننگ کریں۔ فکر و عقل بھی سوزاں گاہ میں پھنک رہی ہے ــــ پھر اللہ نے بھی بتا دیا ہے کہ "علیہا ملآئکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون مایؤمرون" (تحریم) ــــ سخت اور مہیب فرشتے اس پر مقرر ہیں جو اللہ کی ذرا سی بھی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ہوتا ہے وہی کرتے ہیں۔

یہ گارڈز ہمارے بھیانک تصور سے بھی بھیانک تر ــــ ہماری فکر و عقل کے تصورِ ہیبت سے بھی کئی "سنکھ" گنا زیادہ مہیب تر۔ اور ان کی تعداد "علیہا تسعۃ عشر (مدثر) ــــ (دوزخ) پر انیس فرشتے مقرر ہیں ــــ اس جیل کا کنٹرولر یعنی ہمارے ہاں کی جیل کا سپرانٹنڈنٹ "خازن" کہلاتا ہے۔ جتنے بھی فرشتے اس کے Under ہیں وہ گوناگوں انٹروگیشن کرنے پر مامور ہیں۔

مجرم جب پھنس جائے گا۔ تو قید خانے میں اسکے پھنسے جانے کے ماحول کو قرآن حکیم کی زبانی سنیں کہ ماحول کی نبضیں کیوں کر اور کس طرح بیٹھ رہی ہیں۔

اذا القوا فیھا سمعوا لھا شھیقاً وھی تفور تکاد تمیّز من الغیظ (الملک) ــــ جب "مجرم" اس میں ڈال دیئے جائیں گے تو "قید خانہ" کی ایک ایسی گرجدار آواز سنیں گے اور وہ اسطرح جوش وغصّہ میں ہوگی جیسے کہ ابھی غصہ کی وجہ سے پھٹ پڑے گی ــــ اذا رأتھم من مکان بعید سمعوا لھا تغیظاً وّزفیراً ٭ واذا القوا منھا مکاناً ضیقاً مقرنین دعوا ھنالک ثبوراً۔ (الفرقان) ــــ جب یہ (قید خانہ) ان (مجرموں) کو دور سے دیکھے گا تو وہ اس انداز سے غضبناک ہوگا کہ اسکو جوش آئے گا اور وہ لوگ دور ہی سے اسکا جوش و خروش

سنیں گے۔

آنحضورؐ کے چھٹے جانشین سے "فلق" کے معنی دریافت کئے گئے تو آپؑ نے فرمایا کہ آتش جہنم میں ایک دراڑ ہے۔ جس میں ستر ہزار میدان ہیں اور ہر میدان میں ستر ہزار مکان ہیں۔ اور ہر مکان میں ستر ہزار کالے ناگ ہیں اور ہر ناگ میں اتنا زہر ہے کہ ستر ہزار مٹکے ایک ایک کے زہر سے بھر جائیں گے۔ اور تمام دوزخیوں کو اس پر سے گزرنا ہے۔

اسی طرح "غساق" کے بارے میں استفسار کیا گیا تو فرمایا جہنم میں ایک وادی ہے۔ جسمیں تین سو تیس قصر ہیں اور ہر قصر میں تین سو گھر ہیں اور ہر گھر میں تیس زاویے ہیں اور ہر زاویہ میں ایک ایک اژدھا ہے اور ہر اژدہے پر تین سو تیس بچھو ہیں اور ہر ہر بچھو پر تین سو تین زہر کے کانٹے ہیں اگر ان میں سے ایک بچھو بھی اپنے زہر کو تمام جہنم میں پھیلا دے گا تو اسکا زہر سب کی ہلاکت کے لئے کافی ہے۔

فرشتے تو تھے ہی انٹروگیشن کرنے پر مامور ــــ ان کے علاوہ آگ بھی ہے اور اژدھے بھی ــــ سانپ بھی ہیں اور بچھو بھی ــــ اور یہ سبھی گارڈز کے فرائض پر مامور ــــ بس ایک دفعہ داخل کیا ہوئے چھٹی کا دودھ یاد آجاتا ــــ لیکن یاد بھی بھسم ہو چکی ہوگی ــــ کروٹ کروٹ جلے جا رہے ہیں ــــ چیخ چیخ کر بھی سلگئے جا رہے ہیں ــــ چلا چلا کر بھی آگ میں جھونکے جا رہے ہیں۔ مونہوں ـ نتھنوں ــــ اور کانوں سے آگ کی لپٹیں نکل رہی ہیں ــــ تو اے صاحبان بصیرت! کیا مداوا کرنے کا کوئی امکان ہے؟ کیا ذرا دیر کے لئے ٹھنڈک پہنچانے کا کوئی سامان بہم ہے ــــ؟ یا ذرا دیر کے لئے راحت مل

سکتی ہے ــــــ؟ اگر نہیں ہے تو میرے گزشتہ لکھے ہوئے اوراق سے ابھی سبق حاصل کریں۔ کہیں وقت کا دم نہ ٹوٹ جائے اور ہم سب محو حیرت ہوجائیں۔

• لباس

جیل قانون میں جیل انتظامیہ قیدیوں کو جیل کا لباس پہنواتے ہیں ــــــ اور جو اس کے اپنے کپڑے ہوتے ہیں وہ محفوظ رکھے جاتے ہیں ــــــ لہذا جب ہمارے قانون نے یہ نہیں چاہا کہ قیدی جیل لباس پہنے بغیر ہی سزا کاٹے ــــــ اللہ کیسے چاہیئے گا کہ میرے قیدی میری قید میں بغیر پوشاک کے رہیں۔ لہذا دنیاوی پوشاک سے ہٹ کر بے مثل پوشاک تراش کر رکھدیا۔

سرابیلهم من قطران وتغشی وجوههم النار۔ (ابراہیم) ــــــ ان کے کرتے گندھک کے ہونگے۔ اور ان کے چہروں پر آگ لپٹی ہوئی ہوگی ــــــ فالذین کفروا قطعت لهم ثیاب من النار (الحج) جنہوں نے "جرم" کفر کیا ان کے کپڑے آگ میں تراشے جائیں گے۔

جلتے بدن پر گندھک کے کرتے جو آگ سے تراشے گئے ہوں ــــــ پہنے ہی پڑیں گے ــــــ نہ پہنتے تو پہنائے جائیں گے ــــــ کہدیتے کہ ہمارے بدن کی کھال تو نرم ہے ــــــ ہم نرم اور ملائم کپڑے پہنا کرتے تھے ــــــ ان کپڑوں کو لیکر کیا کریں ــــــ یہ تو کھردرے اور بدبودار ہیں ــــــ ہمیں تو اعلیٰ سے اعلیٰ سینٹوں سے دل لگی تھی۔ یہ بدبودار کپڑے رہنے دیجئے۔ خدارا ہماری نازک اندامی پر ظلم نہ کریں ــــــ کیا کوئی بات تسلیم کی جائیگی ــــــ؟ ہر حال میں پہننے ہیں اور پہن کر جو آگ کے شعلے لپکنے لگے تو ہماری چیخ و پکار صدا بصحرا ہوکر رہ جائیگی۔

• طوق، ہتکڑیاں اور بیڑیاں

یہ آگ اور گندھک سے تراشے ہوئے کپڑے ہی کیا کم تھے کہ طوق۔ ہتکڑی اور بیڑی بھی پہنائی جارہی ہے۔ اذا اغلال فی اعناقھم والسلاسل مایسحبون۔ ان کو (ہم) وزنی طوق اور بھاری زنجیروں میں جکڑ کر جہنم میں ڈال دیں گے ـــــ انا اعتدنا للکافرین سلاسلا و اغلالا وسعیرا ـــــ ہم نے مجرمین کے لئے زنجیریں، طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ وجعلنا الاغلال فی اعناق الذین کفروا ـــــ ہم جرم کرنے والوں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے۔

طوق، زنجیر اور بیڑیاں ایسے فولاد سے بنی ہونگی جو سرتاپا آگ برسا رہی ہوں گی ـــــ یہ یہاں کے فولاد کی طرح ہائی ٹمپریچر سے پگھلنے والی نہیں ہونگی ـــــ بلکہ حرارت سے انکا مزاج اور تیز ہوگا ـــــ یہ دہکتی ہوئی زنجیریں آگ سے اور دہکنے لگیں گی۔ اسلئے کہ یہ جہنم ہی کے شعلوں سے بنی ہوئی ہونگی ـــــ انّ لدینا انکالا وجحیما ـــــ یقیناً ہمارے پاس بیڑیاں اور آگ کا بنڈار ہے۔

• مارنے کا ہتھیار

ہاتھ تو چلتے ہی ہونگے ـــــ بدن تو ٹوٹ پھوٹ کے پھر سے بن رہے ہونگے ـــــ ورنہ بات آتی اور جاتی ـــــ لیکن ابھی راحت کہاں ـــــ ابھی سکون کہاں ـــــ ولھم مقامع من حدید کلما ارادوا ان یخرجوا منھا من غم اعیدوا بھا وذوقوا عذاب الحریق ـــــ مجرموں کو مارنے کے لئے لوہے کے گرز ہونگے جب بھی لوگ اس گھٹن زدہ ماحول سے نکل بھاگنا

چاہیں تو انکو پھر سے اسی ماحول میں دھکیل دیا جائیگا اور کہدیا جائے گا کہ عذاب کا لطف لے لو ــــ (سورۃ الحج)

چند ثانیوں کے لئے آپ نے سانس روک کر یہ پڑھ لیا ہوگا ـــــ ہم تو جلے ہی جارہے تھے۔ بدن میں ایسی کوئی جگہ ہی نہیں ہے کہ جس سے بدبو نہ آتی ہو اور اس پر یہ ظلم کہ گرز لئے سر پر کھڑے ہیں۔ جونہی سر پر ضرب پڑی تو اندازہ کرلیں کہ ہمارے جسم کی کیا حالت ہورہی ہوگی ـــــ اور یہ ضرب ایسی سخت ہے کہ جہنم کا کلیجہ بھی شق ہوکر رہ جائیگا۔

• بستر

دن بھر کی تھکان سے بدن چور چور ہو جاتا ہے۔ ٹوٹتے بدن کو ہر کوئی آرام دینے کے لئے بستر کا استعمال کرتا ہے۔ قسمت کے مارے پہنچ گئے دن بھر کی تھکاوٹ دور کر دینے کے لئے ـــــ لیکن یہ کیسا بچھونا ہے ـــــ ہمیں تو فوم کے گدوں پر لیٹنے کی عادت تھی ـــــ ہم تو تھکاوٹ ان ہی بستروں پر دور کیا کرتے تھے۔ لیکن یہاں اتنے سخت مصائب و آلام کے بعد لھم من جھنم مھادٌ ومن فوقھم غواش ـــــ ان کے لئے جہنم کی آگ کا بچھونا اور اوڑھنے کیلئے آگ کی چادر ہوگی۔ (اعراف)

پیروں تلے دنیا کا انگارہ کیا آگیا ـــــ تو درد و کرب سے چلا اٹھتا ہے ـــــ جب مکان میں کبھی آگ لگتی ہے۔ تو گھبرا کے یہ نہیں دیکھتا کہ کھڑکی سے کود دوں یا سیدھے جلتے ہوئے دروازے سے نکل کر اپنی جان بچاؤں لیکن آج کیا کرے ـــــ نہیں چاہتا کہ ایسے بستر ے پر لیٹوں ـــــ لیکن "حکم حاکم مرگ مفاجات" لیٹنا ہی

پڑے گا اب اوپر بھی آگ نیچے بھی آگ ـــــ "کیا کرے اور کیا نہ کرے" یہ سوچ تو اس سے پہلے چکی ہوگی۔

جب انسان کبھی جلتا ہے ـــــ تو کھال بدصورت بن جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ یہاں پلاسٹک سرجری کروانے کے بعد نقلی کھال چڑھا دی جائے ـــــ کیونکہ اصلی تو جل کر کریہہ المنظر بن چکی ہے۔ یہ خود سے واپس تو نہیں آسکتی ـــــ لیکن آخرت کی آگ سے جب ہماری کھال جل اٹھے گی تو کلما نضجت جلودھم بدلنٰھم جلودا غیرھا (النساء) جب ایک دفعہ ان کی کھال جل جائیگی تو ہم دوسری کھال ان کے بدنوں پر چڑھائیں گے۔ کیا اللہ کو پھر سے ہمارے حسن و جمال کو برقرار رکھنے کا ارادہ ہے ـــــ؟ یا اپنی تخلیق کا ڈنکا پھر سے بجانا ہے ـــــ؟ نہیں یارو نہیں ـــــ یہ صرف اس لئے "لیذوقوا العذاب ـــــ!" تاکہ عذاب کا تسلسل برقرار رہے۔

لہٰذا اے ارباب عقل و خرد! یہ جو عقل و شعور دیا گیا تھا۔ کیا کبھی ان سے کام لیکر سوچا تھا! کہ میرا مقصد تخلیق کیا ہے ـــــ؟ میں کیوں اور کس لئے اس بے ثبات دنیا کی چند گھڑیوں میں بھیجا گیا ہوں؟ میرا یہ بے مقصد دوڑنا آخر کیوں ـــــ؟ اللہ کی حجتوں نے اتنے سارے مصائب کس لئے جھیلے ـــــ؟ کیا میں اپنی پوری زندگی کے صرف ایک ہی پنے پر فکر آخرت کا خاکہ کھینچ سکا ـــــ؟ کیا انبیاءؑ کے آنے میں کوئی مصلحت تھی ـــــ؟ ان سوالات کے جواب فوراً تلاش کیجئے گا ـــــ کہیں آخری سوال پوچھنے پر آپ کی زبان بند نہ ہو جائے کہ جب پوچھا جائے۔

سألهم خزنتها الم یاتکم نذیر ــــــ ؟ (قید خانے کے نگہبان) ان سے سوال کریں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا ــــــ قالوا بلیٰ جاء نا نذیر ــــــ وہ کہیں گے کہ ہاں ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا ــــــ لیکن ــــــ فکذبنا وقلنا ما نزل اللہ من شیٔ ــــــ ہم نے ان کو جھٹلایا اور کہا کہ اللہ نے تو کوئی بھی چیز نہیں اتاری ہے ــــــ اسلئے ہم نے ان سے کہا ــــــ ان انتم الا فی ظلٰل کبیر ــــــ تم خود ہی بڑی گمراہی میں ہو۔ (سورۃ الملک)

اور یہی حقیقت بھی ہے ــــــ جو وہاں زبان پر آہی گئی ــــــ کیونکہ جب سے نذارت کا سلسلہ شروع ہوا تب ہی سے ہم ان کو جھٹلاتے آئے اور آج بھی اگر کوئی ان "نذیروں" کے فرمائے ہوئے کو تقاریر یا تحاریر کے ذرائع سے عوام کے سامنے رکھتا ہے۔ تو آج بھی جھٹلایا جاتا ہے۔ لیکن آخر کب تک ــــــ؟ سنئے اپنی روداد کہ کیا کہی جارہی ہے۔

وقالوا لوکنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر (الملک) (ہائے افسوس) کاش ہم سنتے اور سمجھتے تو (آج) جہنمیوں میں داخل نہ ہوتے ــــــ فاعترفوا بذنبهم فسحقا لاصحٰب السعیر (الملک) پس وہ گناہوں کا اقرار کریں گے جہنمیوں کو خدائے تعالیٰ (اپنی رحمت سے) دور کریگا۔ کاش ہمارا یہ جواب ہوتا کہ حتی المقدور ان کے کہنے پر عمل کیا۔ اسطرح ممکن تھا کہ فضل کیا جاتا ــــــ لیکن جواب وہی ہے جو یہاں تھا۔ گوکہ یہاں زبان سے اقرار اور دل سے انکار ہوا کرتا تھا۔ لیکن اس انکار پر اقرار کی چھاپ کچھ ایسی پڑی کہ مارے خوف و دہشت

کے گلا خشک ہوا۔

• پانی

خشک گلے کی طلب پانی کے سوا کیا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ جان بلب کو جانبر ہونا تو پانی کی ایک آدھ بوند میں ہی نظر آتا ہے ـــــ یہاں گرمیوں میں ریفریجریٹر سے ٹھنڈے پانی کا گلاس اسکو سامان تسکین فراہم کرتا رہتا ہے اور سردیوں میں نیم گرم پانی کے گلاس سے پیاس کا مداوا کرتا ہے ـــــ اور کل قیامت میں جب ہر سُو پانی کی چاہت تڑپائے گی ـــــ تو اسکی چاہت کی لاج رکھی جائیگی ـــــ پانی ملے گا اور ضرور ملے گا۔ لیکن کیسا پانی ـــــ؟ وسقوا ماءً حمیماً فقطع امعائھم (محمدؐ) وہ پانی اسقدر گرم ہوگا کہ ان کی انتڑیاں اور کھالیں ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائیں گی ـــــ وان یستغیثوا یغاثوا بماءٍ کالمھل یشوی الوجوہ بئس الشراب (الکھف) ـــــ جب وہ پیاس کی وجہ سے فریاد کریں گے تو ان کو ایسا پانی دیا جائیگا جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا جو چہروں کو بھون کے رکھدے گا کتنا ہی بُرا پانی ہے ـــــ ویسقیٰ من ماءٍ صدید یتجرّعہ ولا یکاد یسیغہ ویاتیہ الموت من کل مکان وما ھو بمیت (الکھف)۔ ان کو پیپ جو لہو سے مملو ہو کا پانی پینے کو دیا جائیگا اور زبردستی اس کو گھونٹ گھونٹ پینا ہی پڑے گا اور اس کو حلق سے بآسانی نہ اتارا جائیگا۔ اور اس کو ہر چار طرف موت ہی موت نظر آئے گی لیکن اسکے باوجود وہ مرے گا نہیں۔ تسقیٰ من عین آنیۃ (غاشیہ)۔ کھولتے ہوئے چشمے کا پانی ملے گا ـــــ لا یذوقون فیھا برداً ولا شراباً اِلاّ حمیماً و غساقاً (نباء) ـــــ کھولتے

ہوئے پانی اور غساق کے علاوہ کسی ٹھنڈی چیز اور پانی کا مزہ تک نہ چکھیں گے۔

یہ تو وہ پانی ہے جو ہمارے ہاں کے تراجم کی بنا پر آپ کے سامنے رکھا گیا ہے ـــــ لیکن غساق ـــــ کالمھل ـــــ صدید اور حمیم اصل میں کیا ہوگا اس کی کیفیت کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ جس پانی کا منبع آگ ہو ـــــ جو بذات خود آگ اگل رہا ہو اس کی تندی اور بدمزگی کو کون بیان کرسکے۔

تو کیا یہ پانی ہم سب پی سکیں گے ـــــ ہم جو یہاں پانی پیتے ہیں یہ ہیڈروجن کے دو حصوں اور آکسیجن کے ایک حصّے سے مل کر بنتا ہے ـــــ لیکن وہاں کا پانی کیا ان ہی سالموں سے بن جائیگا ـــــ؟ لہٰذا آج ہی سے اس پانی کو اخلاص ـــــ توبہ اور تقویٰ سے فلٹر کرکے رکھدیجئے تاکہ حلق سے اتارا جاسکے۔

• کھانا

پلیٹوں پر سجی ہوئی ڈشیں کھانے والو! ڈائننگ ٹیبلوں پر قرینے سے مرغن غذاؤں کے قاب رکھنے والو! نرم و نازک ڈنرسٹوں کو دستر خوان پر رکھ کر لنچ اور ڈنر لینے والو ـــــ! آو ـــــ ذرا کل کے کھانے کا سرسری جائزہ لیں ـــــ ہمیں تو عادت ہے نا ـــــ کھانا گھر والے پکائیں تو جائزہ ـــــ آشپاز پکائے تو بھی مشاہدہ ـــــ ممکن ہے کہ آخرت کے کھانے کا ذائقہ معلوم کرکے ہم کوئی دوسرا بندوبست کریں۔

انّ لدینا انکالاً وجحیماً و طعاماً ذا غصۃ و عذاباً الیماً۔ (مزمل)

یقیناً ہمارے پاس بیڑیاں اور آگ کے ڈھیر ہیں۔ اور گلے میں اٹک جانے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے ـــــ ولیس لھم طعام الّا من ضریع ۝ لایسمن

ولا یغنی من جوع۔ (غاشیہ) خار دار جھاڑی کے سوا ان کے لئے کوئی کھانا نہیں۔ جو نہ موٹائی پیدا کریگا اور نہ ہی بھوک مٹائے گا ـــــ لاٰکلون من شجر من زقوم (واقعہ) ـــــ یقیناً تمہیں جہنم میں تھوہڑ کے درخت سے کھانا کھانا ہوگا ـــــ ان شجرت الزّقوم ٥ طعام الاثیم ٥ کالمھل یغلی فی البطون ٥ کغلی الحمیم۔ (دخان) بے شک تھوہڑ کا درخت (مہلک خوراک) ان کو کھانا ہوگا وہ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں ابال کھائے گا۔ جیسا کہ کھولتا ہوا پانی ابال کھاتا ہے۔ ولا طعام الاّ من غسلین۔ (الحاقہ) نہیں ہے پیپ کے سوا کوئی کھانا وہاں فمالئون منھا البطون ٥ فشاربون علیہ من الحمیم۔ (واقعہ) پس وہ اسی طرح کھا کھا کے پیٹ بھریں گے۔ پھر اس کے اوپر کھولتا ہوا پانی پینا پڑے گا۔

ارحم حالنا یا ارحم الرّاحمین ـــــ الامان والحذر ـــــ دنیا میں دو بولنے والی ایسی اصطلاحات ہیں۔ جن کو خوف زدگی یا دامن قلب کی تنگی پر اظہار کیا جاتا ہے۔ ان سے اوروں کا دل پسیجے یا بہلے ـــــ لیکن بذات خود ان اصطلاحات کے مفاہیم میں وسعتیں ہیں۔ چاہیئے یہ اب اوروں کو اندرونی کیفیت سمجھانے کے لئے بولے جائیں ـــــ یا قبائے تصنع پہن کر اوروں کو فریب دینے کے لئے ادا کئے جائیں۔ لیکن اس کے باوجود دنیا کے اتار و چڑھاو کے ساتھ ان کا گہرا تعلق ہے ـــــ جب جامۂ حقیقت زیب تن کئے ہوئے ادا ہوتے ہیں۔ تو انسانیت مداوا کرنے کے لئے لپکتی ہے۔ اب یہ الگ بات ہے کہ کوئی رخ پھیر کر بھی چلتا ہے۔

لیکن وہاں جہاں موت کا پتہ بھی پانی پانی ہونے کو آیا ہے ـــــ وہاں

وہاں الامان والحذر سے بھی بات بننے والی نہیں ہے ــــ بن جاتی اگر کوئی کان دھرتا ــــ وہاں توسبھی یہی اصطلاحات دہراتے ہونگے ــــ کون کس کی سنے ــــ؟ کون کس کا مداوا کرے ــــ؟ وہاں تو سب پتھرا چکے ہونگے ــــ ہر ایک کی زبان لٹک رہی ہوگی ــــ پیاس سے پورا جسم تپتا ہوگا ــــ چیخوں سے سماعت کے پردے پھٹ چکے ہونگے ــــ آتش سوزاں سے بھوک کا مسکن دھک رہا ہوگا ــــ تمازت سے آنکھیں پگھل چکی ہونگی ــــ ان جان لیوا مناظر میں کس کو فرصت کہ ایک آدھ نظر سے دیکھے ــــ کیا بہتر نہیں ہے کہ ہم سب مل کر تج دیں ہر اس طلب کو جو ہماری بصارت کو زائل کرنے پر کمر بستہ ہو چکی ہے ــــ؟

● رشوت

رشوت تو ہماری گھٹی میں رچی بسی ہے ــــ جب سے ہم نے ہوش سنبھالا تو اس لاعلاج مرض کے شکار ہوئے ــــ کبھی من گھڑت داستانوں کو بتا بتا کر یہ کارخیر کرتے ہیں اور کبھی روپیہ پیسہ سے ــــ کبھی عصمتوں کے سوداگر بنتے ہیں اور کبھی منافقانہ اطوار سے کام نکال لیتے ہیں ــــ اسی پُرکشش ہتھیار سے تو ہم انہونی کو ہونی بنایا کرتے ہیں ــــ اور کبھی جی حضوری کے پلیٹ پر سجا کر کام کرواتے ہیں ــــ اس سے اسقدر ہم مانوس ہیں کہ جب کوئی بھی گرُ کامیاب نظر نہیں آتا ہے تو زر کیا چیز ہے زن بھی اس خوبصورت لفظ کے پانکپن میں حاضر کرتے ہیں ــــ ہمیں صرف کام نکلنے سے غرض ہے ــــ اگر دام میں حیا بھی بک جاتی تو ہم پاؤں پسار کر بیٹھتے ہیں ــــ جانتے

ہیں کہ "میرٹ" پاؤں تلے روندا جارہا ہے ـــــ حقوق دن دہاڑے لوٹے جارہے ہیں ـــــ کتنی امیدوں کے دیئے اس طرح بجھ گئے ـــــ ہم سب جانتے ہیں ـــــ یہ رشوت کا فارمولا اس قدر پُرکشش ہے ـــــ کہ آدمیت روئی ـــــ انسانیت سربگریباں ہوئی ـــــ پھر بھی اس سے دست کش ہونے کو کوئی تیار ہی نہیں۔ اسلئے کہ یہ رشوت اسکی فطرت ثانیہ بن چکی ہے۔

لیکن آج جہاں یہ بدقسمت اور بے عقل شکنجے میں پھنس گیا ـــــ وہاں رشوت کا گلا اسقدر دبا دیا گیا کہ یہ آہ بھی نہ کرسکے گی ـــــ کیوں ـــــ؟ اس لئے کہ وہاں

Merit پر انحصار ہے ـــــ Depend upon best work

ـــــ سے ہی حتمی درجے کا اعلان ہونے والا ہے ـــــ پھر بھی دنیاوی فطرت عود کر آئے گی ـــــ پینترا بدل کے کہہ اٹھیں گے ـــــ کہ پروردگار! ہمیں سزا نہ سنانا ـــــ ہم اس کے بدلے سب کچھ دینے کو تیار ہیں ـــــ یا اللہ جہنم میں نہ ڈالنا ـــــ اسکے بدلے جو کچھ بھی تو ہم سے مانگے وہ سبھوں کے سامنے ہم حاضر کریں گے ـــــ مگر لو انّ لهم ما فی الارض جمیعاً و مثله معه لیفتدوا به من عذاب یوم القیامة ما تقبّل منهم ـــــ اگر ان کے پاس دنیا کی تمام چیزیں بھی ہوں اور ان چیزوں کے ساتھ اور بھی (اتنی) چیزیں ہوں ـــــ تاکہ وہ ان کو دیکر عذاب سے بری ہوجائیں تب بھی قیامت میں یہ اشیاء دیکر بری نہ ہوجائیں گے۔ (المائدہ)

فلن یقبل من احدهم ملء الارض ذهباً ولو افتدیٰ به ط اگرچہ اتنا سونا بھی کسی کی گلوخلاصی کے لئے دیا جائے کہ جس سے زمین بھر جائے تو بھی

ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ (آل عمران)

دیکھا آپ نے کیا کہا جارہا ہے ـــــ لہذا کچھ بھی دیدے ـــــ کتنا بھی دیدے ـــــ حد احصاء سے باہر بھی دیدے۔ "لن" نفی ابدی ہے۔ اس "لن" نے تو اس کے رہے سہے حواس بھی باختہ کردیے ـــــ شمہ برابر بھی اسکی بات کا نوٹس نہیں لیا جائیگا۔

میرے بھائی! بری عادتیں کیا کچھ نہ کرواتی ہیں انسان سے؟ ـــــ ان ہی عادتوں کی وجہ سے تو چلائے جارہا ہے ـــــ یہ لیلو ـــــ وہ لیلو ـــــ اس دنیا میں جب غیر دست گیری سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے تو انسان کسی قریب ترین رشتہ دار یا عزیز ترین حبیب، سے چارہ جوئی کی درخواست کرتا ہے ـــــ یہ ایک "آس" ہے جس سے سابقہ ہمیں زندگی میں اگر بار بار نہیں تو کبھی کبھار ہو ہی جاتا ہے ـــــ کل وہاں اس "آس" کی رگ بھی پھڑک اٹھے گی ـــــ لیکن کاش مرنے سے پہلے سورۃ المعارج کو بغور پڑھا ہوتا ـــــ تو کل یہ "آس" یاسیت کا رونا نہ روتی۔

ولا یسئل حمیمًا حمیمًا ۝ یبصرونھم ط یود المجرم لو یفتدی من عذاب یومئذٍ ببنیہ ۝ وصاحبتہ واخیہ ۝ و فصیلتہ التی تؤیہ ۝ ومن فی الارض جمیعًا ثم ینجیہ ۝ کلا ط انھا لظی ۝ نزاعۃ للشوی ۝ تدعوا من ادبر و تولی ۝ وجمع فاوعی ـــــ (ترجمہ) وہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہونگے۔ کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا ـــــ مجرم تو آرزو کریگا کہ کاش اس دن کے عذاب کے بدلے اسکے بیٹوں اور اس کی بیوی اور اس کے بھائی اور اس کے اس کنبے کو کہ جس میں

یہ رہ رہا تھا اور جتنے آدمی روئے زمین پر ہیں سب کو لے لیں اور اسکی ہمان چھوٹ جائے۔ مگر یہ ہرگز ہرگز نہ ہوگا ـــــ وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی جو کھال کو ادھیڑ کر رکھدے گی اور ان لوگوں کو اپنی طرف بلاتی ہوگی۔ جنہوں نے دین سے منہ موڑ لیا اور مال جمع کیا اور بند کرکے رکھا۔

آئی بات ذہن میں ـــــ کہ منزل کتنی کٹھن اور دشوار ہے ـــــ بچے جو اس کے لئے متاع حیات ہوا کرتے تھے ـــــ عورت جو بیٹی بھی تھی ـــــ بیوی بھی ہوا کرتی تھی ـــــ اور پھر ماں کا عظیم درجہ بھی پالیتی تھی ـــــ اور بھائی جو دکھ سکھ کا ساتھی اور پشت پناہ بھی تھا ـــــ اور پھر وہ کنبہ جسکی تعمیر و ترقی کے لئے رات دن کا چین و آرام لٹاتا تھا ـــــ آج ان سے اتنی بے گانگی برت رہا ہے ـــــ کہ بچنے کے لئے ان سبھوں کو قربان گاہ پر چڑھانا چاہتا ہے ـــــ لیکن "نہیں" نے یکلخت گہری کھائیوں میں اوندھے منہ گرادیا ـــــ دھکے پر دھکے کھارہا ہے ـــــ پشیمانی پر پشیمانی مل رہی ہے ـــــ کیا کیجئے گا ـــــ؟ کیا گلو خلاصی کی اب کوئی صورت باقی بچی ہے ـــــ؟ سب کچھ تو اس نے اپنی طرف سے رشوت میں پیش کیا ـــــ جگر کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر بھی دیئے ـــــ ناممکن کو ممکن بنانے کی بھی ڈھیل ملی ـــــ اسکے باوجود خائب و خاسر ـــــ بات اپنی جگہ اٹکی ہوئی ہے ـــــ کوئی کچھ لیتا ہی نہیں ہے ـــــ کوئی آمادہ ہوتا ہی نہیں ـــــ کوئی بات سنتا ہی نہیں ـــــ! اور کوئی مانتا ہی نہیں ـــــ

آخر کوئی لے کیوں ـــــ سنے کیوں اور مانے کیوں ـــــ ضرورتیں تو ختم

ہو چکی ہیں۔ طلب تو مٹ چکی ہے ـــــ خواہشات تو آغوش فنا میں مرکھپ گئی ہیں ـــــ یہ یہاں کا ماحول تھوڑا ہی ہے کہ لینا ہی لینا ہے ـــــ یہاں لینے والے کو بھی ضرورت اور دینے والے کو بھی ضرورت لیکن وہاں دینے والے کو تو ضرورتوں پر ضرورتیں ہیں ـــــ لیکن لینے والا ہر ضرورت سے بے نیاز ـــــ نہ یہاں وہ رشوت لیتا تھا نہ وہاں رشوت لے گا۔

• فرار

مجرم کی اب آخری کوشش یہ رہتی ہے کہ جیل سے فرار ہی واحد راستہ ہے کہ جس سے راحت کی سانسیں میسر ہو سکتی ہیں ـــــ جیل کے اندر کے ماحول سے یہ چڑ چڑے پن کا شکار بنتا ہے ـــــ بات بات پر جھگڑا کرتا رہتا ہے ـــــ لہذا اس تمام بیماری کا علاج اس کے سامنے صرف یہی ہوتا ہے کہ یہاں سے فرار حاصل کیا جائے لہذا اس نسخہ پر عمل کرنے سے پہلے یہ جیل کی دیواروں کے قدوقامت ـــــ گارڈز کی عقابی نظروں ـــــ اور عام قیدیوں کے مزاج سے پوری طرح واقفیت حاصل کرتا ہے ـــــ پھر منصوبہ بناتا ہے ـــــ اگر یہ ان تینوں کو چکمہ دینے میں کامیاب ہوا تو اسکے لئے راہ فرار اپنی آغوش وا کرتی تھی ـــــ اب یہ قیدی کی فہم و فراست پر منحصر ہے کہ وہ جیل میں سے نکلنے کا کونسا گر استعمال کرے۔ تاکہ آسانی سے فرار کر سکے۔

آخرت کی جیل میں بھی مجرم فرار کا نسخہ آزمانا چاہتا ہے ـــــ کیوں کہ انسانوں کے جلے ہوئے ابدان سے نکلنے والی بدبو نے اسکو از حد پریشان کر رکھا ہے ـــــ عذاب و عقاب کے کٹھن مراحل کو طے کرتے کرتے یہ تنگ

آچکا ہے ـــــ لہذا چاہتا ہے کہ یہاں سے نکل بھاگنے میں ہی عافیت ہے ـــــ
لیکن ہائے رے بدقسمتی ـــــ ہائے رے تنگ نظری ـــــ کیا آخروی جیل بھی
دنیاوی جیل کی طرح ہے کہ جو ہم نسخہ فرار پر عمل کرنا چاہتے ہیں ـــــ یہاں
گارڈز کی اونگھ موقع فراہم کرتی ہے۔ لیکن وہاں اونگھ کہاں ـــــ یہاں سپرانٹنڈنٹ
کی لاپرواہی سے کام نکلتا ہے۔ لیکن وہاں لاپرواہی کہاں

Every time they tried to extricate
themselves (from their self-made
meshes) they are re-entangled-
"Tasteye, yet a while this agony!"

جس وقت تکلیف کے سبب وہ یہ ارادہ کریں گے کہ اسمیں (جہنم) سے
نکل جائیں اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور (ان سے کہا جائیگا) کہ جلنے کے عذاب
کا مزہ چکھو۔

They will long to escape from the fire,
but they shall not escape!

وہ ارادہ کریں گے کہ آگ سے نکل جائیں۔ حالانکہ وہ اس سے نکل نہ
سکیں گے اور ان کا عذاب پائیدار ہوگا۔ (المائدہ)

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۝

جو کچھ وہ کیا کرتے تھے اسکی بدی اب ان پر کھل گئی اور جس چیز کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے۔ اسی نے انہیں گھیرا۔ (جاثیہ)

وقیل الیوم ننسٰکم کما نسیتم لقاء یومکم ھٰذا وماوٰکم النار وما لکم من ناصرین ــــ اور ان سے کہا جائے گا کہ آج ہم تم کو اسی طرح بھلا دینگے (یعنی عذاب و عقاب میں مبتلا رکھیں گے) جیسا کہ تم نے اس دن کے آنے کو بھلا دیا تھا اور تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے اور اب تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے۔ (جاثیہ)

ذٰلکم بانکم اتخذتم اٰیات اللّٰہ ھزوًا وغرتکم الحیوٰۃ الدنیا فالیوم لایخرجون منھا ولاھم یستعتبون ــــ یہ اس لئے کہ تم نے اللہ کی آیات کا تمسخر اڑایا تھا اور زندگانیٔ دنیا نے تمہیں دھوکہ دیا تھا۔ پس اس دن نہ وہ اس (جہنم) سے باہر جانے پائیں گے اور نہ ان سے اپنے رب کے راضی کرنے کی خواہش کی جائیگی۔ (الجاثیہ)

واما الذین فسقوا فماوٰھم النار کلما ارادوا ان یخرجوا منھا اعیدوا فیھا وقیل لھم ذوقوا عذاب النار الذی کنتم بہ تکذبون ــــ جنہوں نے فسق کیا انکا ٹھکانا جہنم ہے۔ جس وقت بھی وہ ارادہ کریں گے کہ جہنم سے نکل بھاگیں اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور ان سے یہ کہا جائے گا کہ اب تم آتش دوزخ کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ (السجدہ)

یہ ہیں وہ آیات جنہوں نے اس کے فرار پر پانی پھیر دیا ــــ بے چارا قسمت ہی ساتھ چھوڑ چکی ہے ــــ مقدر نے دغا دی ہے ــــ بھاگنا چاہتا ہے۔ لیکن ہے کوئی ایسا گوشہ جو داروغۂ جہنم کی نظروں سے اوجھل ہو ــــ ہر سو آگ

کی بلند دیواریں ـــــ ہر دروازہ سوز طپش سے شعلہ ور ـــــ اور گارڈز کا سراپا آگ سے کندن بنا ہوا ـــــ حد نظر تک قہر برساتی ہوئی آگ کی لہریں کیسے بھاگے ـــــ کون سی ترکیب استعمال کرے ـــــ کاش اس وقت بھاگنے کی کوشش سے پہلے دنیا کی رنگ آرائیوں سے بھاگا ہوتا ـــــ دنیا کی خوبصورتیوں اور رنگینیوں سے بھاگا ہوتا ـــــ طلب کی کروٹوں سے بھاگا ہوتا ـــــ تو آج آخرت میں بھاگنے کے لئے مارا مارا نہ پھرتا ۔

● تمنائے موت

یہ ہیبت ناک گھونٹ انسان اسوقت طلب کرتا ہے کہ جب اسکے انگ انگ بے شمار زخموں سے چلا اٹھتے ہیں ـــــ یا اگر درد حد سے بڑھ جائے تب بھی موت کی چاہت کرنے میں ہی عافیت نظر آتی ہے ۔ جانکنی کی حالت سے بدتر بھی کبھی ایسا مرحلہ زندگی میں آتا ہے ۔ کہ انسان اپنا خاتمہ چاہتا ہے ـــــ اور کرتا بھی وہی ہے ـــــ کیونکہ یہی ایک گھونٹ پی لینا ہی ہر مصیبت کا مداوا سمجھتا ہے ۔

کل بھی جب زہر غم رگ و ریشے میں بری طرح سرایت کرے گا تو بے اختیار اسکی زبان سے نکلے گا ۔ موت ! موت ! مجھے اب سہنے کی تاب و طاقت نہیں رہی ـــــ مجھے موت چاہیئے ـــــ یہ اس کی آخری تمنا تو ہے ـــــ یہاں کا دستور ہے کہ پھانسی دینے سے قبل ہی مجرم سے آخری خواہش پوچھی جاتی ہے ـــــ لیکن وہاں مجرم ہر سزا جھیلنے کے بعد خود ہی خواہش کا اظہار کر رہا ہے ۔ یہاں خواہش انسانیت کے ناطے پوری کی جاتی ہے ۔ لیکن کیا وہاں ہمارے مرنے

کی خواہش مانی جائیگی ـــــ؟ یہ تو وہاں جاکر ہم سبھی کہیں گے ـــــ ونادوا یا مالک لیقض علینا ربک ـــــ اے داروغۂ جہنم! کوئی ایسی ترکیب کرو کہ تمہارا پروردگار ہمیں موت دیدے۔ (زخرف) پہلے تو اسکی درخواست سنے کون ـــــ اور اب اگر کسی نے سنی بھی تو کیا کسی کو جرأت ہے کہ اس درخواست کو آگے بڑھائے۔ یا جس کے نام لکھی گئی ہے اس تک پہنچائے ـــــ اگر ایسا ہوا تو یہ سراسر سرتابی ہوگی ـــــ کیونکہ درخواست سننے اور سنانے کا زمانہ تو گیا ہے ـــــ پھر بھی "وہاں نہیں" یہاں قرآن حکیم نے اسکی اس درخواست پر یہ حکمنامہ جاری کیا۔ لایقضی علیہم فیموتوا ولا یخفف عنہم من عذابہا ـــــ نہ ان کی قضا ہی آئے گی کہ وہ مر جائیں اور نہ ان کے عذاب کو ہلکا ہی کیا جائے گا۔ (فاطر)

کتنی بھیانک خواہش رد کردی گئی ـــــ طول عمر کی دعائیں مانگنے والا تمنائے موت کررہا ہے ـــــ کل تو صرف ہونٹوں سے دعا نکلتی تھی ـــــ لہذا بے اثر تھی۔ لیکن آج دل کی گہرائیوں سے نکل رہی ہے ـــــ قبول تو ہونی چاہیئے تھی ـــــ لیکن نہیں ـــــ کیوں اس لئے کہ آج مجبوری نے مارا ـــــ مقہوری نے ڈوبا ہے ـــــ لہذا مرے گا نہیں ـــــ تو کیا پھر زندہ رکھے جائیں گے ـــــ؟ ہاں ہاں زندہ ہونگے ـــــ لیکن اسکو کسی بھی صورت میں زندگی کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ بلکہ موت اور زندگی کے مابین جو کشمکش ہے۔ اسی میں گرفتار ہونگے۔ لہذا نہ زندہ ہونگے نہ مرے ہوئے ہونگے ـــــ انہ من یات ربہ مجرما فان لہ جہنم لا یموت فیہا ولا یحیی۔ اس میں شک ہی کیا ہے کہ رب کے پاس جو مجرم بن کر آیا یقیناً اسکے لئے جہنم ہے۔ جسمیں نہ وہ مرے گا اور

: زندہ ہی رہے گا (طٰہٰ) ویتجنبھا الاشقی ۝ الذی یصلی النار الکبریٰ ۝ ثم لا یموت فیھا ولا یحییٰ ۔ اللہ کے احکام سے بدبخت ہی پہلو تہی کریگا۔ یہی (بدبخت) قیامت میں بڑی تیز آگ میں داخل ہوگا ۔ جہاں نہ وہ مرے گا اور نہ ہی زندوں کی طرح زندہ رہے گا۔ (الشمس)

• آخری حجت

جو کچھ ہاتھ آیا ـــــ وہ سامنے رکھا ـــ جو کچھ سنا ـــــ وہ سنایا۔ کبھی دھیمی اور کبھی اونچی آواز میں بھی سنایا ـــــ کبھی قلم کو لگام چڑھائی کہ تند خو نہ بن جائے ـــ اور کبھی قلم لگام چڑھانے کے باوجود بھی تیز چلا ـــــ اب آپ نے دیکھا ـــــ یا آپ نے سنا یہ کیسے میں کہہ سکتا ہوں ـــ لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ جب میری یہ تالیف آپ کے شعور سے پرے کسی طاق نسیاں میں کرم خوردہ ہوچکی ہوگی ـــــ تو سب کچھ پڑھنے سے فارغ ہوکر آپ اس کو بھی تضیع اوقات سمجھ کر پڑھیں گے ـــــ اور کہیں گے کہ بے عقل کے ہاتھ میں قلم آکر صدق وصفا کا مجرمانہ استعمال ہوچکا ہے لیکن یہ وہ زمانہ ہوگا کہ جب آپ کو وجدان سے یہ آواز آئے گی ۔ ؏

رو بگورستان دمی خاموش نشین ــــ آں سخن گویاں خاموش را بہ بین

اور اس وقت Survival of the fittest کی ہر امتیازی دیوار مسمار ہوچکی ہوگی ۔ اور زمانہ ہاتھ ملتا رہے گا۔

حدیث میں آیا ہے من یموت بالذنوب اکثر ممن یموت بالاجال۔

ـــــ لوگ گناہوں سے زیادہ مرتے ہیں اجل سے کم ہی مرجاتے ہیں ـــــ

اس حدیث میں گناہ کے لئے صغیرہ و کبیرہ کی بندشیں نہیں ہیں۔ لہذا گناہ جو بھی ہو ـــــ اگر اسکا تسلسل باقی رہے تو انسان کو اندر ہی اندر دیمک کی طرح چاٹتا ہے اور انسان آغوش فنا میں چلا جاتا ہے ـــــ اسی لئے ارحم الرّاحمین نے نہیں چاہا کہ انسان اپنی سدھ بدھ کھوکر وسعتوں میں گم ہو جائے وہ بار بار صدا دے رہا تھا ـــــ ھل من سائل یسئلنی فاعطیۃ ھل من مستغفر فاغفر لہ یا طالب الخیر اقبل و یا طالب الشّر اقصر ـــــ ہے کوئی رحمت کا طلب گار ـــــ؟ تو میں دامن بھر دوں ـــــ ہے کوئی کشکول مغفرت لئے ہوئے؟ تو میں مملو کردوں ـــــ اے خیر طلب کرنے والے ـــــ آ! تاکہ تمہیں نہال کردوں. اے شر کے مانگنے والے ـــــ باز آ

لیکن ہم ہیں کہ کان کھُجلائے جارہے ہیں ـــــ راہ اعراض پر سرپٹ دوڑے جارہے ہیں ـــــ فکر فردا سے بے نیاز ـــــ نتائج سے بے پروا ـــــ آنے والے کٹھن مراحل سے بے فکر ـــــ بہت ہو چکا اب ـــــ آ ـــــ پلٹ آ ـــــ کہیں صحت کی بیراگی چھوٹ نہ جائے ـــــ ہمارا یہ حسن و جمال ہجر کی گم گشتہ وادیوں میں گم نہ ہوجائے ـــــ مال و منال تیاگ کے زخمی نالے نہ سنائے اور عمر کا آنے والا پت جھڑ رہی سہی کلیوں کو بھی مسل کر نہ رکھدے ـــــ اور ہم سب منہ تکتے رہیں۔

ہمیں سے تو کہا گیا تھا ـــــ انّہ لیس لانفسکم ثمن الا الجنّۃ فلا تبیعوھا الا بھا۔ جان لو! تمہارے وجود کا معاوضہ دائمی سعادت اور بہشت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اس معاوضے کے بغیر اپنے وجود کو نہ بیچو۔ (حدیث)

اور بیچا ہم نے دائمی بدبختی کے عوض ـــــ جس پر اپنے وجود کو داؤں پر لگانا تھا۔ اس کو ہم نے آنکھ کھولتے ہی نظر انداز کیا ـــــ ہر گھڑی اور ہر آن وجود کو عارضی سعادتوں اور راحتوں کے عوض بیچتے رہے ـــــ جبکہ اچھی اور معتدل زندگی گزارنے کے لئے سبھوں کو تن ڈھانکنے کا کپڑا اور دو وقت کی روٹی چاہیئے تھی ـــــ اور اگر یہ عزت اور وقار سے مل رہی ہے تو اس سے زیادہ کی مانگ آخر کیوں ؛ یہ ہمارے پوشاک سے لدے ہوئے وارڈروب اور صندوق ـــــ یہ بڑی بڑی عالیشان عمارتیں آخر یہ سب کس لئے ـــــ لینا تو ہے چند گز کفن ـــــ سونے کے لئے دو گز زمین باقی دھرا کا دھرا ہی رہ جاتا ہے ـــــ رہ گئے بینکوں کے کھاتہ جات میں ہمارے روپلے ـــــ میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ آپ عسرت و افلاس کا رونا ہمیشہ روئیں ـــــ لیکن اس آیت کو ضرور سناؤں گا۔ کہ کلآ انّ الانسان لیطغیٰ ۝ ان راٰہ استغنیٰ ـــــ دیکھو جب انسان اپنے آپ کو غنی پاتا ہے تو سرکش ہو جاتا ہے۔ تو کیا اس سرکشی کی بنیادی وجہ کو اعتدال کے سانچے میں نہیں ڈالا جا سکتا ـــــ تاکہ پیر ڈگمگانے سے بچ جائیں ـــــ اب اگر اعتدال' پسند نہیں ہے ـــــ اور آپ کے لئے یہ جوئے شیر لانے کے مترادف ہے تو پھر آپ آزاد ہیں ـــــ جو کچھ جی میں آجائے۔ کیجئے ـــــ خود ہی پر منحصر کیوں رکھیں ـــــ اپنے خاندان ـــــ عشیرے اور اپنے احباب کو بھی ساتھ لے چلیں ـــــ تاکہ دنیا کی تمام تر رعنائیاں آپ پر نچھاور ہو جائیں۔ لیکن پھر آگے چل کر یہ نہ کہیئے گا کہ حق مجھ تک پہنچا ہی نہیں ـــــ

بات دراصل یہ ہے کہ انسان آرام و آسائش اور چین و راحت پا کر یہ بھول

بیٹھتا ہے۔ کہ کہیں یہ چھن نہ جائے ـــــ لہٰذا اس بھول ہی کی وجہ سے یہ حق سے دور بھاگتا پھرتا ہے ـــ حق والوں کا مذاق اڑاتا ہے ـــــ حق دیکھکر آنکھیں موند لیتا ہے ـــــ بس اگر فکر ہے تو وہ اپنے آنے والے اُس کل کی جسمیں یہ زندگی بھر کی کمائی لٹانا چاہتا ہے ـــــ کہیئے اس سے نماز پڑھیئے تو کہتا ہے پڑھواؤں گا۔ روزہ رکھیئے تو جواب دیتا ہے رکھواؤں گا ـــــ حج کیجئے ـــ تو بولتا ہے کرواؤں گا ـــــ شاید یہ سمجھتا ہے کہ یہ سب بازاری سامان ہے ـــــ لہذا "بھاؤ" دیکر ہی اسکا حصول ہوگا ـــــ

اور جو چند کلیوں پر قناعت کر کے آخرت پر نظریں جمائے بیٹھے ہوتے ہیں ـــــ حدیث میں ان ہی کے لئے آیا ہے۔ المؤمن بین مخافتین :۔ ذنب قد مضٰی لا یدری ما صنع اللّٰہ فیہ وعمر قد بقی لا یدری ما یکتسب فیہ ـــــ با ایمان آدمی ہمیشہ دو باتوں پر نظر رکھتا ہے۔ ایک اپنے گزشتہ گناہوں پر۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا ہے کہ خدا اسکے ساتھ کیا سلوک کرے گا دوسرے اپنی باقی عمر پر کیونکہ وہ نہیں جانتا ہے کہ خود وہ کیا کچھ کر گزرے گا۔

یہی احساس اس کے دل کے ٹکڑے بنا دیتا ہے اور فکرِ آخرت رہ رہ کے اسکو گھایل کرتی ہے اور اسکے ہاتھ بارگاہ رب العزت کے حضور طلب عفو و مغفرت کے ہمیشہ اٹھتے رہتے ہیں۔ ندامت کا احساس ہی توبہ ہے ـــــ لہذا یہ دعائے نیم شبی اور آب توبہ سے گزشتہ گناہوں کو دھو ڈالتا ہے اور مستقبل آنے سے قبل صحیح جادہ کی مانگ کرتا ہے ـــ اور اللہ اس کے دیدے واکئے دیتا ہے۔ تاکہ سرخروئی کی چارہ جوئی کر سکے۔

روی عن حسین بن علیؑ ـــــ جاء رجل وقال انا رجل عاصی ولا اصبر علی المعصیۃ ـــــ فعظنی بموعظۃ ـــــ ایک آدمی امام زین العابدینؑ کی خدمت میں آیا اور عرض پیرا ہوا کہ میں مرد گنہگار ہوں اور معصیت کرنے پر صبر نہیں کر سکتا ہوں مجھے فرمائیے کہ میں کیا کروں تو ـــــ

قال افعل خمسۃ اشیاء واذنب ماشئت ـــــ فرمایا ـــــ پانچ باتوں کو زیر نظر رکھ کر جتنے بھی گناہ کرنا چاہو تو کر لینا۔

الاول :۔ لاتاکل رزق اللہ واذنب ماشئت ۔ اللہ کا رزق نہ کھاؤ۔ پھر جتنے بھی گناہ کرنا چاہو ـــــ کرو۔

الثانی :۔ اخرج من ولایۃ اللہ واذنب ماشئت ۔ اللہ کی ولایت سے نکل جاؤ پھر جتنے بھی گناہ کرنا چاہو ـــــ کرو ـــــ

والثالث :۔ طلب موضعاً لا یراک اللہ واذنب ماشئت ـــــ وہ جگہ تلاش کر جہاں تجھے اللہ نہ دیکھے ۔ پھر جتنے بھی گناہ کرنا چاہو۔ کرو ـــــ

والرابع :۔ اذا جاء ملک الموت یقبض روحک فادفعہ عن نفسک واذنب ماشئت. جب ملک الموت تجھے قبض روح کرنے کے لئے آئے تو اس سے اپنے آپ کو بچا لے۔ پھر جتنے بھی گناہ کرنا چاہو ـــــ کرو ـــــ

والخامس :۔ اذا دخلک مالک النار فی النار فلاتدخل واذنب ماشئت۔ ـــــ جب تجھے مالک نار۔ نار میں داخل کرنے کے لئے آئے تو نار میں داخل نہ ہونا۔ پھر جتنے بھی گناہ کرنا چاہو۔ کرلو ـــــ

سنیں آپ نے یہ پانچ بندشیں ـــــ کہ اب بھی گناہ کئے جا سکتے ہیں ـــــ

رزق جہاں بھی ہے اللہ ہی کا ہے اپنا کہاں ـــــ ولایت جہاں تک بھی ہے اللہ ہی کی ہے اپنی کہاں ـــــ جب سے خلق ہوئے اور جب تک خلق ہونگے اللہ ہی کی نظروں میں ہیں ـــــ اپنی نظر میں کہاں ـــــ موت پہ کب دسترس تھی کہ اب ہوگی ـــــ ہماری کہاں ـــــ جب خازن جہنم جہنم میں جھونک دیگا ـــــ تو اپنی چلے گی وہاں ـــــ؟

ان حقائق کو ہم کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں ـــــ لیکن جرم کے افیم اور گانجا کے نشے نے جن کو صرف نظر کروایا ہے۔ ان کے اطوار بے ڈھنگ ـــــ ان کا کلام بے وطیرہ ـــــ ان کی حرکات بے وزن ـــــ لوگ ان کے سامنے ہیچ ـــــ اپنے قد کے برابر یہ کسی کو سمجھتے ہی نہیں ـــــ جو بھی ایسی جرأت کرے وہ ان کو خار مغیلان کی طرح چبھتا ہے ـــــ ان کی گفتگو سے نفرت ٹپکتی ہے۔ ـــــ ان کی چال و ڈھال متکبرانہ ـــــ ان کا رہن سہن عامرانہ ـــــ نظروں میں حقارت اور افعال میں شقاوت اور ظلم و جبران کا شیوہ ہوتا ہے۔ یہ صرف اور صرف اپنی تعیش گاہوں میں خنداں ـــــ "دولت" خانوں میں فرحان اور میخانوں میں شاداں ـــــ رہنے کو ہی زندگی کا ماحصل سمجھتے ہیں۔

جب کوئی "کھلنڈرا" ان سے حضرت علیؑ کا یہ قول بیان کرتا ہے کہ عجبت لمن خرج عن مخرج البول مرتین کیف یتکبّر ـــــ تعجب ہے مجھے اس شخص پر جو دو مرتبہ پیشاب گاہ سے نکل آیا وہ تکبر کیسے کرتا ہے ـــــ تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو سر پنچ کی سوئی سے گئے اور Major operation کر کے آئے ـــــ یہ ہے تاویل ان کی نادان عقل کی اور جب کبھی سنتے ہیں۔

الم يك نطفة من منی یمنیٰ ـــــ کیا تم ٹپکے ہوئے مادہ منویہ کے رہین منت نہیں ہو ـــــ تو ان کی گھگھی بند ہو جاتی ہے اور ہمیں قدامت پسندی کا طعنہ دیکر منہ پھیر کر چلتے ہیں۔

لیکن اے ارباب دانش! حیات کا آخری باب الٹنے سے پہلے اور آخرت کا ابتدائی باب شروع ہونے سے پہلے ذرا جناب لقمان کی ان باتوں کو غور سے پڑھیں جو انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمائیں۔

جب نماز پڑھنے لگو ـــــ تو اپنے دل کو نگاہ میں رکھو

جب دسترخواں پر بیٹھنے لگو ـــــ تو اپنے گلے کی طرف نظر رکھو

جب کسی کے گھر میں داخل ہونے لگو ـــــ تو اپنی آنکھوں پر نظر رکھو

جب لوگوں میں بیٹھنے لگو ـــــ تو اپنی زبان کو نظر میں رکھو

دو چیزوں کو یاد رکھو   اللہ اور موت

دو چیزوں کو فراموش کر دو   نیکی واحسان جو دوسروں پر کرو اور بدی وستم جو تم پر ہو جائے۔

جناب داؤدؑ سے آپ ہی نے فرمایا۔ دنیا کیلئے اتنا عمل کرو جتنی تمہیں دنیا میں ضرورت ہے۔

آخرت کیلئے اتنا عمل کرو ـــــ جتنی تمہیں آخرت میں ضرورت ہے۔

مصیبت پر اتنا صبر کرو ـــــ جتنا تمہیں آگ پر صبر کرنے کی طاقت ہو

یہ ہے وہ زندگی ـــــ جو قانون فطرت کا پہلا اور آخری مطالبہ ہے اور انہیں باتوں پر عمل کرنے سے انسان ابدی سعادتوں سے مالا مال ہو سکتا ہے ـــــ اب آپ آزاد ہیں کریں تو اپنے لئے نہ کریں تو اپنے لئے۔

—●●—